اکتوبر 2020
ماہنامہ
آنچل
کراچی
www.pklibrary.com
قیمت =/70 روپے
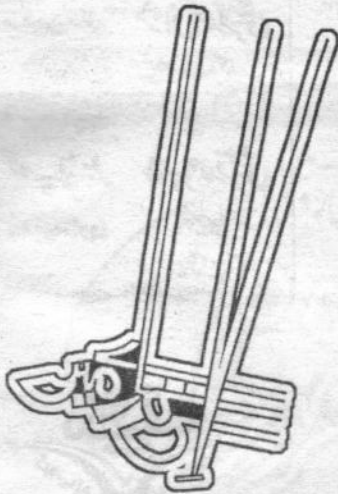
ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

افسانے

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 81 نیپیئر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

سرورق: فرینہ اعجاز ...... عکاسی موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

موبائل نمبر: 03008264242 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeyufaq.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اکتوبر ۲۰۲۰ء کا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔

ہم انتہائی رنج وغم کے ساتھ آپ سب کو مطلع کررہے ہیں کہ ہماری بہت پیاری مدیرہ قیصر آرا آنٹی کی طبیعت ناساز ہے اور وہ اسپتال میں انتہائی نگہداشت کے شعبہ میں زیر علاج ہیں، ہم آپ سب سے درخواست گزار ہیں کہ آپ سب سے قیصر آنٹی کے لیے دعائے صحت کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مشکلات کو آسان فرمائے اور ان کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے ہر قسم کی معذوری سے بچاتے ہوئے۔ آمین۔

گزشتہ دنوں شدید بارشوں نے کراچی کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا تھا، مقتدر حلقوں کے مطابق اربوں روپے کا نقصان ہوا جس کا ازالہ صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کے ہی بس کی بات ہے۔ کئی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں، کئی گھر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے، کئی مکانات ڈھے گئے، کئی گھروں میں پانی بھر جانے کے باعث قیمتی سامان کا نقصان ہوا تو کہیں پورے ہی گھر کا سامان پانی بہا لے گیا۔ حکومتی حلقے جتنے نقصان کی بات کررہے ہیں اس سے کئی ہزار گنا زیادہ کا نقصان ہوا ہے۔ گھر تو گھر کاروبار، دکانیں اور کئی دفاتر بھی اس بارش سے متاثر ہوئے ہیں۔

اس بارش میں ہمارے دفتر' بائنڈنگ، فولڈنگ مشینیں تک ڈوب گئیں اور پانی دفتر میں تین فٹ بھر جانے سے دفتر کا تمام سامان ڈوب گیا حتیٰ کہ تمام منتخب شدہ کہانیاں، دفتری امور کا سامان، حساب کتاب کے رجسٹر، سرکولیشن و پیکنگ کا سامان تک ڈوب ہوگیا، سارا فرنیچر و الماریاں ٹوٹ کر زمین بوس ہوگئیں۔ ہمارے ساتھی و نائب مدیران مسودوں کو سوکھانے میں کوشاں ہیں جب تمام مسودے سوکھ جائیں گے اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ کون سی کہانی قابل استعمال ہے یا کون سی کہانی پانی سے دھل کر صفحہ قرطاس سے صاف ہوگئی ہے اور پھر ان مصنفین سے رابطہ کیا جائے گا جن کی کہانیاں بارش کے پانی کے باعث ضائع ہوگئی ہیں، اگر ان کے پاس اپنی کہانیوں کی فوٹو کاپی یا رف لکھا ہوا ہے تو ان سے معذرت کرتے ہوئے درخواست کریں گے کہ وہ دوبارہ لکھ کر بھیج دیں یا فوٹو کاپی کروا کے بھیج دیں۔

اس ماہ کے ستارے:

اریشہ غزل، حمیرا علی، سباس گل، حنا بشریٰ، حمیرا اکبر، شازیہ الطاف ہاشمی، صائمہ قریشی۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

نائب مدیرہ
سعیدہ نثار

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ o

بڑے دکھ کے ساتھ بہنوں کو اطلاع دی جارہی ہے کہ لکھاری بہن "فرحت اشتیاق" کے والد محترم حکم ربی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ ادارۂ آنچل، بہن فرحت اشتیاق اور ان کے اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے کر اعلیٰ علیین میں شامل فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہیں۔

حمد

حمد تیری الٰہی میں کیا کروں
ذکر تیرا ہو لب پر جیوں یا مروں
لے کے کشکول جاؤں کہاں اور میں
نام تیرا ہی لے لے کے کاسے بھروں
میری ہستی کا کچھ اور مقصد نہ ہو
حکم تیرے بیاں ہوں جب تک جیوں
حکم تیرے سے باہر نہ نکلوں کبھی
جاں فسردہ ہو میری یا خوش رہوں
میرے مولا تو ظرف ایسا مجھے نہ دے
شکوہ تجھ سے کروں گر رہوں میں زبوں
تیری ہستی ہی ہے لائق حمد صرف
حمد سے اپنے چاک گریباں سیوں
میری ہستی پہ چھایا رہے ہر گھڑی
تیری الفت، محبت چاہت کا فسوں

راہ راستی کا سب کو دکھایا میرے نبی ﷺ نے
پیغام حق ملا جو سنایا میرے نبی ﷺ نے
ہوں مشکلوں کے صحرا یا غم بہاروں جیسے
کبھی غیر کو نہ پکڑو، یہ کہاں میرے نبی ﷺ نے
قول ان کے سارے سچے کام ان کے سارے اچھے
باطل کو حق کا رستہ دکھایا میرے نبی ﷺ نے
جھوٹوں سے نفرت، جھوٹوں پہ رب کی لعنت
کبھی جھوٹ کا سہارا نہ لیا میرے نبی ﷺ نے
مشکلیں تھی آئیں بڑے راستے کٹھن تھے
سوائے خدا پہ سر نہ جھکایا میرے نبی ﷺ نے
ہیں دلفریب کتنے باطل کے سارے رستے
باطل کی راہ پہ پاؤں نہ رکھا میرے نبی ﷺ نے
بے شک ہیں حق کے رستے پرسوز و پُر خطر
کبھی ڈگمگانہ جانا، تھا کہا میرے نبی ﷺ نے

ساحرہ حمید تشنہ)

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

سیما منیف...... کراچی

پیاری سیما! سدا سہاگن رہو، ماں جس تکلیف سے گزر کر اپنی اولاد کو دنیا میں لاتی ہے یہ وہی جانتی ہے اور پھر اس کی پرورش میں مصروف ہو کر وہ اس تکلیف کو بھول جاتی ہے اس لیے اولاد کی ذرا سی خراب طبیعت پر تڑپ بھی جاتی ہے۔ ان دنوں آپ کے فرزند خلف کی طبیعت ناساز ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اس کو صحت کاملہ اور عاجلہ عطا فرمائے اور ان کو آپ کے لیے راحت و بخشش کا ذریعہ بنائے، آمین۔

مصباح نوشین...... فیصل آباد

پیاری مصباح! خوش وآباد رہو، زندگی میں ایسے، بہت سے موڑ آتے ہیں جن کے سامنے ہم بے بس ہو جاتے ہیں اور ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم بہت دور نکل جائیں اور کسی کے بچھڑنے کی خبر ہم کو نہ ملے پر ایسا نہیں ہوتا اور حالات ہمیں مجبور کر دیتے ہیں۔ یقیناً اس وقت آپ کی کیفیت کچھ ایسی ہی رہی ہوگی جب آپ نے اپنے تایا کی رحلت کی خبر سنی ہوگی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور آپ سمیت تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

پیاری نزہت! سدا سہاگن رہو، آپ کی تحریر جب بھی آنچل وحجاب میں شامل ہوئی اس کو قارئین نے پسند کیا اگر یوں کہا جائے کہ آپ قارئین کے مزاج کو سمجھ کر لکھتی ہیں تو غلط نہ ہوگا کیونکہ دیگر رسائل میں بھی آپ کی تحریروں کو پذیرائی مل رہی ہے۔ آج کل آپ اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو ہمت، طاقت اور صحت عطا فرمائے اور آپ خوش اسلوبی سے اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکیں، آمین۔

عشنا کوثر سردار...... کراچی

پیاری عشنا! سدا سلامت رہو، آپ کی والدہ کی خراب طبیعت کا جان کر دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کو صحت وتندرستی والی دراز عمر عطا فرمائے اور ان کا سایہ آپ کے سر پر تا دیر قائم رکھے، آمین۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

پیاری صائمہ! سدا سہاگن رہو، آپ کے شوہر نامدار کے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کا پتا چلا اللہ سبحان وتعالیٰ ان کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرما کر اپنے حفظ وامان میں رکھے اور آپ دونوں کا ساتھ تا دیر قائم رہے، آمین۔ قارئین حجاب کی سالگرہ پر آپ کی تحریر کے منتظر ہیں امید ہے ان کی خواہش پوری کریں گی۔

طیبہ انصر مغل...... راولپنڈی

پیار طیبہ! سدا سہاگن رہو، بیٹی کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور حقیقتاً وہ والدین کے لیے رحمت ہی ہوتی ہے، آپ کی بیٹی کی خراب طبیعت کا پتا چلا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی بیٹی کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ان کو آپ کے لیے راحت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

کرن نعمان...... کراچی

پیاری کرن! سدا سلامت رہو، آپ کی جانب سے تحریر "پت جھڑ کے بعد" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آنچل وحجاب کے معیار کی نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ دونوں پرچوں میں تبدیلی آ گئی ہے آپ بغور ان کا مطالعہ کریں اور پھر تحریر ارسال کریں امید ہے مایوس ہونے کے بجائے جلد ہی اپنی تحریر ارسال کریں گی۔

سلمیٰ فہیم گل...... اسلام آباد

پیاری سلمیٰ! سدا سہاگن رہو، پچھلے ماہ آپ کی کہانی ہاتھ آئی پڑھ کر آنچل کے معیار کی لگی اور پھر آپ غائب بھی تھیں اس لیے فوراً آنچل میں ہی شامل کر لی۔ آنچل سب کو یاد رکھتا ہے، بس مصنفین مصروفیت کا شکار ہو جاتی ہیں اور لکھنا کم کر دیتی ہیں۔ اس ماہ آپ کا خط موصول ہوا۔ غم سے لپٹا ہوا۔ آپ کی بیٹی مدیحہ کی رحلت کا جان کر دکھ و افسوس ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اس کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے لیے باعث بخشش بھی بنائے، آمین۔ بے شک ممی کے ساتھ اور اس کی یادیں تمام عمر یاد رہیں گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

انعم زہرہ ہمدانی...... چکوال

پیاری انعم! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ”پھر سے اعتبار“ موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ کہانی ارسال کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ ایک سطر اور ایک صفحہ چھوڑ کر لکھیں۔ اس طرح کے موضوع پر پہلے بھی مصنفین لکھ چکی ہیں کہ لڑکی کو طلاق ہو جاتی ہے اور دوسرا لڑکا آ کر اس سے شادی کر کے اس کو خوش رکھتا ہے۔ موضوع سے فرق نہیں پڑتا پر جملوں کی ادائیگی اور الفاظ کا چناؤ ٹھیک نہیں۔ اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نام ور مصنفین کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

فرح طاہر...... ملتان

پیاری فرح! سدا سلامت رہو، ماں باپ اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے اولاد کو ملے انمول تحفے ہیں اور ہمیں ان کی قدر ان کے جانے کے بعد ہوتی ہے اور ہم غیر محسوس طور پر پھوپی، خالہ، ماموں اور چچا میں ان کے عکس کو تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان رشتوں سے ہمیں ہمارے بچھڑے رشتوں کی خوش بو بھی آتی ہے۔ آپ کے تایا کی رحلت کا پتا چلا تو دعا گو ہوئے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

آمنہ افسر خان...... ساہیوال

پیاری آمنہ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر ”زاویہ“ موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کا عمل کچھ وقت کے لیے چھوڑ کر اپنا مطالعہ و مشاہدہ وسیع کریں اور نام ور مصنفین کی کتابوں کا بغور مطالعہ کریں جس طرح آپ نے کہا کہ ہر بات آخری نہیں ہوتی اس طرح ہی کوشش کرنے والوں کی بھی کبھی ہار نہیں ہوتی۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

کوثر خالد...... فیصل آباد

پیاری کوثر! خوش و آباد رہو، ہم آپ کی شاعری اور تبصرے ضرور پڑھتے ہیں جو آنچل و حجاب میں شامل ہو کر ان کی رونق بڑھاتے ہیں، آپ نے جس طرح شوہر کے بعد اپنی ساس کی خدمت کی یہ قابل ستائش بات ہے اور تقریباً ہم سب آپ سے سیکھ ہی رہے ہیں کہ دوسروں کی خدمت کر کے دل شاد و آباد رہتا ہے، حمد و نعت بھی کہتی ہیں اور صفحہ قرطاس پر موتیوں کی صورت لکھتی بھی ہیں۔ یہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو دیا ایک خوب صورت اور انمول تحفہ ہے آپ حمد و نعت کے اشعار بھیجنا چاہتی ہیں ضرور بھیجیں پر ایک ایک کر کے، ایک ساتھ اس لیے نہیں منگوا سکتے کیونکہ آج کل محکمہ ڈاک نااہل ہو گیا ہے یا یوں سمجھ لیں کہ کام چور، ہر ماہ آنچل کی آنے والی ڈاک اب ہمیں دو سے تین ماہ بعد موصول ہو رہی ہے اور وجہ دریافت کرنے پر کرونا کے سر الزام رکھ دیا جاتا ہے۔ اب کیا کہیں اور کس سے کہیں امید ہے آپ بات سمجھ گئی ہوں گی۔

ارم کمال...... فیصل آباد

پیاری ارم! سدا سہاگن رہو، اب ذرا سی کھانسی بھی ہو تو

خوف آتا ہے کہ کہیں کرونا تو نہیں، آپ کو بھی یہ ہی خوف تھا جب ہی ٹیسٹ نہیں کرائے خیر اب تو آپ کافی بہتر ہیں اور یہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا کرم ہے، بیٹیوں کے لیے ہر ماں باپ کو یہ دھڑکا تو رہتا ہے کہ نجانے کیسا سسرال ہے اور پتا نہیں وہاں ہماری بیٹی کے ساتھ کیا سلوک ہو پر اس فرض کو ادا تو کرنا ہی ہوتا ہے اور دعاؤں کے سائے میں ہی بیٹی رخصت ہو کر اپنے گھر چلی جاتی ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی بیٹی کو دائمہ خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔ میں آپ لوگوں سے بات کر کے خود کو توانا محسوس کرتی ہوں۔

آمنہ ظفر بھٹی...... نامعلوم

پیاری آمنہ! سدا خوش رہو، آپ کی تحریر ''مِٹس اینڈ لائکس'' حجاب ستمبر 2019ء میں ''آپ کی پسند'' کے عنوان سے شائع ہوگئی ہے۔ پرچا آپ تک نہیں پہنچ سکا اس کی وجہ ادارے کو آپ کا پتا معلوم نہیں تھا۔ درجواب آں کے ذریعے آپ کا پتا معلوم کرنے کی کوشش کی پرناکام رہے آپ نے بھی کافی عرصے بعد آنچل سے رابطہ کیا تو اپنا پتا نہیں دیا اور نہ ہی کہانی پر درج کیا آپ کی کہانی تاخیر سے ملنے کی صورت ابھی پڑھی نہیں گی ان شاء اللہ آئندہ ماہ پڑھ کر جواب ضرور دیں گے۔

کنول شہزادی...... نامعلوم

پیاری کنول! جگ جگ جیو، کافی عرصے سے آپ کی تحریر ''ماں کی کرچیاں'' باری آنے کے انتظار میں تھی پھر آپ کی جانب سے فون آیا کہ تحریر پر آپ کا نام نیلم امان ہے اس کو تبدیل کر کے کنول شہزادی کر دیا جائے کیونکہ آپ کی شادی ہوگی ہے۔ ہم نے شادی کے تحفہ کے طور پر آپ کی کہانی شائع کردی پر حالیہ بارشوں میں آپ کا پتا کھو گیا اب آپ ادارے سے فوراً رابطہ کریں تاکہ آپ کو اعزازی کاپی ارسال کر سکیں۔

نگہت غفار...... کراچی

پیاری نگہت! سلامت رہو، آپ کافی عرصے سے لکھ رہی ہیں اور آپ کی تحریروں نے آنچل میں بھی جگہ بنائی ہے اور اب آپ حجاب کو اپنی تحریر سے سجا رہی ہیں۔ آپ نثر کے ساتھ شاعری بھی کمال کی کرتی ہیں اور اب آپ کا ایک اور شاعری مجموعہ منظر عام پر آ گیا ہے ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ زور قلم اور زیادہ کرے، آمین۔

فاطمہ عشی...... جھنگ

پیاری فاطمہ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر ''انمول رشتے'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ تحریر بہتر ہے۔ آپ کی ایک تحریر آنچل میں جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری جب کہ دوسری تحریر لکھائی سمجھ میں نہ آنے کی بنا پر رد کر دی گئی۔ اس تحریر میں بھی کچھ خامی ہے۔ تحریر میں حالات وواقعات بہت تیزی سے بدلے ہیں اگر ان میں تھوڑا ٹھہراؤ اور تفصیل سے درج کرتیں تو تحریر زیادہ اچھی ہو سکتی تھی امید ہے آئندہ ان باتوں کا خیال رکھیں گی۔

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

پیاری نیلم! سدا سہاگن رہو، آنچل اپنے لکھنے والوں کو کبھی نہیں بھولتا، لکھنے والے بھول جائیں اور زندگی کی دیگر مصروفیات میں مگن ہو جائیں پر آنچل سب کو یاد رکھتا ہے آپ نے لکھنے کی شروعات آنچل سے کی اور پھر ایک دم غائب ہوگئیں۔ غالباً اب شادی کے بعد کی مصروفیات لکھنے نہیں دیتی تو کم سے کم ایک آدھ خط تو لکھنا چاہیے تھا ناں۔ آپ کے یہاں بیٹے کی ولادت ہوئی ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی خوشیوں میں اضافہ کرے اور بچوں کو صحت وتندرستی والی دراز عمر عطا فرمائے، آمین۔

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

پیاری نادیہ! سدا سہاگن رہو، آپ نے لکھنے کی شروعات آنچل سے کی اور قارئین کے دل میں جگہ بنائی پر حجاب میں آپ نے سلسلے وار ناول ''میرے خواب زندہ

ہیں“ لکھا اور اس کے بعد بالکل ہی غائب ہوگئی۔ ہونا تو یوں چاہیے تھا کہ آپ مزید بہتر سے بہتر کی طرف آتیں اور قارئین کی ضرورت بن جاتیں پر اس کے برعکس آپ نے بالکل خاموشی اختیار کرلی ہے۔ امید ہے کہ آپ جلد ہی اس خاموشی کو توڑتے ہوئے اپنی تحریر ارسال کریں گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی خوشیوں میں اضافہ کرے، آمین۔

تبسم بشیر حسین...... ٹنگہ

پیاری تبسم! خوش رہو، کافی عرصہ سے آپ نے دیگر نگارشات میں شرکت نہیں کی تو ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم ہی آپ کی خیریت دریافت کرلیں ورنہ آپ شکایت کریں گی کہ آنچل نے یاد نہیں کیا، اگر ناساز طبیعت کے باعث شرکت نہیں کر رہیں تو اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے، آمین۔ اگر ناراض ہیں تو وجہ بھی معلوم ہو پھر ہم منانے کا طریقہ بھی اختیار کریں، امید ہے آئندہ ماہ آپ محفل میں شامل ہوں گی۔

قابل اشاعت:

انمول۔

ناقابل اشاعت:

عزم، عشق صوفیانہ، شوق خواب اور خواہش، آج گگن پر چاند نہیں، نوکری والی، پھر سے اعتبار، پت جھڑ کے بعد، زاویہ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام، پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔
☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے انپیج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔
☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com
☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیجز، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔
☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 81 نیپئر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ۔ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہئے وہ کرتا بھی ہو اور وہ باایمان بھی ہو پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے ہاں پوری قدر دانی کی جائے گی۔ (بنی اسرائیل۔۱۹)

تفسیر۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدردانی کے لیے تین چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) آخرت کے ارادے سے پورے اخلاصِ نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کا حصول۔ (۲) ایسی کوشش کرنا جو سنت اور احکام الٰہی کے مطابق ہو (۳) اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان کا ہونا کیونکہ اس کے بغیر تو کوئی عمل بھی قابل قبول نہیں۔ آیتِ مبارکہ میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان فرمادی گئی ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے لیے جتنی بھی اور جیسی بھی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ جو ہر چیز سے ہر عمل سے پوری طرح آگاہ و باخبر ہے وہ اس کا اجر ویسا ہی عطا فرماتا ہے۔ انسان کو دنیا کی زندگی میں ہی آخرت کی فکر کرنے اور تیاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے اب جو لوگ احکام الٰہی کو مانتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں تو گویا وہ اپنی آخرت کی فکر کرنے والے ہیں اور اس کی تیاری بھی وہی لوگ کرتے ہیں ان کی تیاریوں سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی آخرت کی کیسی تیاری کررہے ہیں۔ اکثر لوگوں کو جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے یہ خیال وگمان ہوتا ہے کہ اگر ہمہ تن آخرت کی فکر میں لگ کر مصروف عمل ہوجائیں گے تو ہمیں دنیا کی زندگی گزارنا مشکل ہوجائے گا۔ کاروبار نوکری میں جس توجہ کی ضرورت ہے وہ نہیں دے سکیں گے تو دنیا میں کامیابی حاصل کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوجائے گا۔ ایسے لوگ اپنی آخرت کی فکر چھوڑ چھاڑ کر دنیا کی فکر میں لگ کر اپنی آخرت کو خراب کرلیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام احکام انسانوں کے لیے ہی بنائے ہیں جو ان کی بھلائی و بہتری کے لیے ہی ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ فی الارض بنایا ہے پھر وہ کیسے اپنے نائب کے خلاف بغیر کسی وجہ کے کوئی تادیبی قدم اٹھا سکتا ہے جبکہ وہ انتہائی شفیق ومہربان، رحم وکرم کرنے والا، رزق فراہم کرنے والا، پرورش ونگہداشت کرنے والا ہے۔ انسان تو خود ہی اپنا دشمن بن کر اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانی اور شرک وکفر پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے تمام احکامِ انسانی نظامِ زندگی کی بہتری کے لیے بنائے ہیں جن پر عمل کرنے سے اسے دنیا وآخرت دونوں جگہ بھلائی و بہتری میسر آتی ہے۔

اگر انسان غور کرے اور دیکھے بھالے تو اسے اس دنیا کی حقیقت کا اندازہ ہوسکتا ہے دنیا میں اللہ

تبارک تعالیٰ نے لاکھوں اقسام کے کیڑے مکوڑے، حشرات الارض، حیوانات کو انسان کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ انسان کی اور ان تمام حشرات الارض کی دنیا کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن انسان اپنی انسانیت اپنے ارادے کے اختیار اور آخرت کی زندگی جو اللہ کے قرب میں دائمی ہوگی کی وجہ سے مختلف ہے۔ انسان کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اللہ نے ایک خاص امتیازی حیثیت سے پیدا فرمایا اور اس میں اپنی خاص روح پھونکی اور اسے تمام دیگر مخلوقات پر برتری و فضیلت عطا فرمائی تاکہ وہ دنیا میں رہ کر اپنی جدوجہد و کوشش سے اپنی دائمی زندگی آخرت کو سنوارنے کے لیے اعمال صالح اختیار کرے اور اطاعت و بندگی سے اپنے رَبّ کو راضی کرے۔

جو شخص دنیا کے لیے جدوجہد کرے اس کے لیے بھی میدان کھلا ہے اور جو آخرت کے لیے اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ کوشش کرے اس کے لیے بھی میدان کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی راہ نہیں روکتا جہاں جو جانا چاہتا ہے اللہ کی مشیت اسے وہیں لے جاتی ہے۔ جہنم میں یا جنت میں یہ انسان کی کوشش وسعی کے نتیجے میں ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی رحیم و کریم ہے وہ تو قدم قدم پر اپنے نائب کو ہدایات کی روشنی سے فیضیاب فرما رہا ہے۔ یہ انسان کی بدنصیبی ہی ہے کہ وہ پھر بھی نہ سمجھے۔

حسنتہ

حسنتہ کے بارے میں پچھلے صفحات میں خاصی تفصیل آ چکی ہے۔ پہلے حسنات فی دنیا کے بارے میں جیسی کہ آیت مبارکہ کی ترتیب ہے کے لحاظ سے تشریح کی گئی ہے۔ اب آخرت کے حسنات کے بارے میں قرآنی آیات کی روشنی میں تشریح و تفسیر کی کوشش کرنا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے پناہ نعمتیں انسان کو اس عارضی دنیا میں بھی حاصل ہیں۔ یہ دنیا فانی ہے اس کی ہر ہر چیز فانی ہے یہاں تک کہ اس دنیا میں ملنے والی نعمتیں اور انعاماتِ الٰہی بھی سب کے سب اسی دنیا میں رہ جانے والے ہیں لیکن اگر انسان نے اپنی اس عارضی اور فانی دنیا میں رہتے ہوئے اپنے لیے آخرت اور اس کی بے پناہ نعمتوں کے حصول کے لیے تیاری، احکام الٰہی اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کی ہوگی تو وہی انسان کی اصل اور کبھی نہ ختم ہونے والی کمائی ہوگی اور آخرت کی زندگی میں ملنے والی تمام نعمتیں جو انسان کی دنیا میں کی گئی عبادت و ریاضت، اطاعت و بندگی اور خلوص نیت سے احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونے کے صلے میں اسے ملیں گی وہی دائمی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہوں گی اس لیے وہی تمام نعمتیں اصل ہوں گی۔ ان کے ہی حصول کے لیے انسان جتنی کوشش و محنت کرے وہ کم ہوگی۔ اہل ایمان کی تقویٰ سے پُر زندگی اسے صراطِ مستقیم پر چلاتی رہے اور روز محشر جب ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ ماں باپ اپنی اولادوں، اولادیں ماں باپ اور بہن بھائیوں کے کسی طرح کام نہیں آئیں گی۔ سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ایسے عبرت ناک ہیبت ناک وقت میں وہ تمام اہلِ ایمان جنہوں نے دنیا کی زندگی میں آخرت کا بھرپور سامان تیار کیا ہوگا وہ مطمئن اور پرسکون ہوں گے اور ان کی تواضع اور استقبال اللہ کے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر فرمائیں گے اور ان سب کی خاطر مدارت تواضع آبِ کوثر سے کی جائے گی جس کے پینے سے پیاس نہ صرف بجھ جائے گی بلکہ پھر کبھی اس حوض سے سیر ہونے والے کو پیاس نہیں لگے گی۔ حوضِ

کوثر کے چاروں اطراف آبِ کوثر پینے کے لیے جو کوزے رکھے ہوں گے وہ جواہر کے ہوں گے۔ آبِ کوثر اللہ تعالیٰ کی ان کے لیے اتنی بڑی نعمت ہوگی جس کی نہ کوئی حد ہوگی نہ حساب چونکہ ان کی اطاعت وبندگی اور وحدانیت وآخرت پر ایمان کے باعث رَبّ کریم ان سے راضی ہوگا۔ اس لیے اس روز ان پر کسی قسم کی سختی نہیں ہوگی۔ یقیناً میدان حشر کی راحتیں اور آبِ کوثر سب سے اہم اور بڑی نعمتیں ہوں گی جو آخرت کے حسنات کی ابتدا بھی ہوگی۔ آخرت کے حسنات بھی بے پناہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم اور فضل سے آراستہ اور دائمی ہوں گے ایسے ہی جنت اور اس کے تمام درجات نعمتیں الٰہی ہیں جن کا شمار حسنات آخرت میں ہوتا ہے۔

آخرت کی سب سے اہم اور بڑی عظیم نعمت جنت ہے اس سے قبل کہ آخرت کی نعمتوں کے بارے میں قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر کی طرف بڑھیں یہ دیکھ اور سمجھ لیں کہ جنت اور وہ جنت جس کا رب العلمین نے اپنے اطاعت گزار بندوں سے وعدہ کیا ہے کیا ہے؟

جنت۔ لفظ جنت قرآن حکیم میں ایک سو انچاس مرتبہ آیا ہے۔ بعض مرتبہ اضافتوں کے ساتھ بھی آیا ہے۔ مثلاً جنت النعیم‘ جنت الخلد‘ جنت عدن‘ جنت ماویٰ‘ قرآن مجید میں جنت کے لیے دوسرے لفظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ فردوس‘ روضہ‘ دارالخلد‘ دارالمقامہ‘ دارالسلام۔

جنت قرآن پاک کے مطابق قیامت اور روز حشر کے بعد شروع ہونے والی دائمی زندگی جیسے قرآن حکیم میں آخرت کہا گیا ہے کی دائمی اور غیر فانی زندگی کا غیر فانی گھر جو ہر قسم کی تکالیف وپریشانی سے پاک ہوگا۔ اسے باغ یعنی جنت کہا گیا ہے اور جنت کے لوازمات کا ذکر بھی قرآن حکیم میں کیا گیا ہے۔ باغ‘ مرغزار‘ آبِ رواں‘ گل وثمر‘ عمدہ خوشبودار مشروبات وزریں ملبوسات‘ دودھ وشہد کی نہریں۔

جنت دراصل اللہ کے فرماں بردار نیکوکار‘ متقی پرہیزگار بندوں کا دائمی گھر ہے جہاں انسان کی تمام اعلیٰ تمنائیں‘ تمام آرزوئیں پوری ہوں گی۔ جنت میں پہنچ کر اہل ایمان جو جنت مکین ہوں گے وہ ایسی بے پناہ مسرتوں خوشیوں سے پر ہوں گے جنہیں کبھی زوال نہیں ہوگا جو ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی ہوں گی۔ وہاں کسی قسم کا کوئی غم‘ کوئی فکر وپریشانی نہیں ہوگی اور نہ ہی کسی قسم کے حسد‘ رشک‘ بغض‘ کینہ اور ایسی ہی دیگر لغویات کا گزر ہوگا۔ وہ تو ہر جنت نشین کے لیے امن وسلامتی کا گھر ہوگا اور رحمت الٰہی کا مقام خاص ہوگا۔

علامہ زمحشری نے اپنی کتاب کشاف میں جنت کے نام یوں تحریر کئے ہیں۔ دارالخلد‘ المقام‘ دارالسلام‘ جنت عدن‘ دارالقرار‘ جنت نعیم‘ جنت الماویٰ‘ جنت الفردوس‘ سورۂ الزاریات کی تفسیر میں علامہ زمحشری جنت عدن کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جنت سبز زمرد سے بنی ہے‘ اس جنت میں اللہ تعالیٰ نبی‘ عادل‘ غازی‘ زاہد اور آئمہ مساجد کو رکھے گا جبکہ جنت ماویٰ کو نور سے تیار کیا گیا ہے۔ اس میں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے‘ اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا اور حکم کے مطابق خیرات وصدقات کرنے والے‘ صبر وبرداشت کرنے اور غصے کو ضبط کرنے والے رہیں گے اور جنت فردوس جو جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال کبریائی کے نور سے بنایا ہے‘ اس میں انبیاء علیہم السلام رہیں گے۔ اس

جنت میں ایک بڑا کمرہ یا ہال نورِ رضا کا بنایا گیا ہے۔ اسے مقام محمود کہتے ہیں۔ یہ اللہ کے محبوب نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا گیا ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جنتِ نعیم کو سبز زبرجد سے بنایا گیا ہے اس میں شہید حکمی اور موٴذن رہیں گے اور جنت دارالقرار کو مروارِدِ روشن سے بنایا گیا ہے اس میں عام اہل ایمان قیام کریں گے اور جنت دارالسلام کو سرخ یاقوت سے بنایا گیا ہے اس میں صبر کرنے والے صابرین اور اُمت کے فقرا رہیں گے۔ جنت دارالمقام جسے دارالجلال بھی کہا جاتا ہے کو زرسرخ سے بنایا گیا ہے اس میں اُمت کے شاکر اور اغنیا رہیں گے۔

قرآن مجید میں جنت کے بارے میں بہت سی جگہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ترغیب دینے کے لیے مختصراً اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ سورۂ الواقعہ کی آیات ۱۵ تا ۳۷ صرف ترجمہ پیش کررہے ہیں کہ جنت میں اہل ایمان کس طرح کی زندگی بسر کریں گے۔

یہ لوگ مرصع (سونے کے تاروں سے بنے) تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس ابدی لڑکے (جو اپنے قد وقامت خدوخال کے لحاظ سے کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے) آب خورے اور جگ لے کر اور ایسے جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے لبریز ہوں گے جس کے پینے سے نہ تو سر چکرائے گا اور نہ ہی عقل میں فتور آئے گا اور وہ (نوجوان خادم) ان کے سامنے طرح طرح کے ایسے میوے جو انہی کی پسند کے ہوں گے پیش کریں گے جسے چاہے اہل جنت چن لیں اور وہ ان کے سامنے پرندوں کا گوشت پیش کریں گے جو انہیں مرغوب ہوگا۔ اور ان (اہل جنت) کے لیے خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو چھپے ہوئے موتیوں کی مانند ہوں گی۔ یہ سب کچھ ان کے ان اعمال کے صلے میں ملے گا جو انہوں نے دنیا میں کئے تھے۔ وہاں (جنت میں) وہ کوئی بے ہودہ بات یا گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔ جو بات ہوگی ٹھیک ہوگی اور سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔ اور کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے داہنے ہاتھ والے (عام اہل ایمان جو جنت کے حق دار ہوں گے ان کی خاطر مدارت کے لیے) وہ بے خار بیریوں تہ بہ تہ چڑھے ہوئے کیلوں اور دور تک پھیلے لمبے لمبے سایوں اور ہردم بہنے والے پانی اور کبھی نہ ختم ہونے والے بکثرت پھلوں اور اونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے) ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں (ایسا پیدا کیا جائے گا جیسی کہ وہ اپنے بیاہ سے پہلے تھیں) کنواری بنادیا جائے گا جو اپنے شوہروں کی عاشق اور ہم عمر ہوں گی۔ (الواقعہ۔۱۵ تا ۳۷)

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ربیعہ مشتاق

س:۔آپ کے نزدیک زندگی کا سب سے حسین دور کون سا ہے؟

ج:۔بچپن، کیونکہ وہ معصومیت بھرا ہوتا ہے تب آپ کو لوگوں کے تلخ رویوں کی پہچان نہیں ہوتی۔

س:۔کیسی طالب علم تھیں صرف پڑھائی پر توجہ دی یا غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا؟

ج:۔الحمدللہ پڑھائی میں اچھی تھیں اور ہوں بھی یہی غنیمت ہے کہ میں پڑھ رہی ہوں کیونکہ میرے ابو کو لڑکیوں کی زیادہ تعلیم نہیں پسند۔ویسے بھی ہمارے اسکول میں صرف نصابی کام ہی ہوتا تھا کجا کہ غیر نصابی۔

س:۔اپنی پڑھائی کو کس طرح کام میں لا رہی ہیں؟

ج:۔میں ٹیچنگ کرتی ہوں اور میری کوشش یہی ہے کہ میں ان بچوں کو اچھا شہری بنا سکوں۔

س:۔کون سا مضمون سخت ناپسند ہے؟

ج:۔ریاضی، اس سے تو ایک چڑ سی ہے، ریاضی دان خود تو مر گئے مگر مصیبت ہمارے گلے ڈال گئے۔

س:۔وہ طالب علم خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں بہترین استاد ملیں آپ کس استاد سے متاثر ہیں؟

ج:۔جی بالکل ایک استاد کا کردار طالب علم کی زندگی میں بہت اہم ہوتا ہے اور طالب علم اپنے استاد کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے میں اپنی اسکول ٹیچر مس مصباح سے متاثر ہوں۔

س:۔پابندیاں صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہیں یا شخصیت کی مثبت تعمیر کے لیے ضروری ہے؟

ج:۔بے وجہ کی پابندیاں انسانی شخصیت کو مسخ کردیتی ہے لیکن کسی حد تک پابندی ضروری ہے اپنے بچوں کو کانفیڈنٹ بنائیں تاکہ وہ مستقبل میں لڑکھڑاتے نہ رہیں۔

س:۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کا اہتمام کرتی ہیں؟

ج:۔جی کوشش کرتی ہوں مگر لوگ کبھی خوش نہیں ہوتے۔

س:۔اپنی شخصیت کو کس طرح بیان کریں گی آپ میں کیا خوبیاں اور خامیاں ہیں؟

ج:۔ایک عام سی لڑکی ہوں جو چلبلی سی تو ہونا چاہتی ہے مگر ہو نہیں پاتی۔سب سے بڑی خامی میرا غیر مستقل مزاج ہونا ہے، حساس بہت ہوں ذرا سی تلخ بات برداشت نہیں ہوتی مگر ضبط کرلیتی ہوں، اب تھوڑی سی منہ پھٹ ہوگئی ہوں غلط بات برداشت نہیں ہوتی منہ پر کہہ دیتی ہوں اور اکثر گھر والوں کی طرف سے ڈانٹ ہی حصے میں آتی ہے کوشش کرتی ہوں کہ نہ بولوں مگر زبان پھسل ہی جاتی ہے۔

س:۔غم اور خوشی کے موقع پر آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ج:۔غم کے موقع پر تمام قوت سلب سی ہو جاتی ہے روتی ہوں اور بالکل خاموش سی ہو جاتی ہوں اور خوشی کے موقع پر کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خوش ہو سکوں۔

س:۔کن باتوں سے خوف آتا ہے؟

ج:۔بدنامی اور قبر کے گڑھے اور عذاب کا سوچ کر لرزہ سا طاری ہو جاتا ہے۔

س:۔کس مقام پر پہنچنا چاہتی ہیں؟

ج:۔جس مقام کی خواہش تھی وہ اب پوری نہیں ہوسکتی مگر پڑھ لکھ کر اس قابل ہونا چاہتی ہوں کہ اس

معاشرے کا ایک باشعور فرد بن سکوں۔

س:۔محبت پر یقین رکھتی ہیں؟

ج:۔جی لیکن اگر وہ محبت بالکل خالص ہو تو آج کی دوغلی محبت پر نہیں۔

س:۔گھر پر فیصلہ کون کرتا ہے؟

ج:۔ابو جی اور آخری فیصلہ ان کی مرضی کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

س:۔نئے لوگوں سے ملنا، نیا ہنر یا کوئی نئی بات سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اچھا لگتا ہے یا لگی بندھی زندگی گزارنے کی قائل ہیں؟

ج:۔مجھے نئے نئے ہنر سیکھنا پسند ہیں اور کوشش بھی کرتی ہوں مگر اجازت اور وقت نہیں ملتا۔

س:۔اپنے آج کو گزشتہ کل سے بہتر بنانے کے لیے کیا کرتی ہیں؟

ج:۔کوشش اور دعا شاید اس کے علاوہ کچھ نہ کر سکوں۔

س:۔اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے کیا سیکھا؟

ج:۔ناکامی سے سبق سیکھتی ہوں اور کامیابی پر شکر ادا کر کے مزید کی جستجو کرتی ہوں۔

س:۔اگر ماضی میں جانا چاہیں تو کس سے ملنا پسند کریں گی۔

ج:۔مجھے اپنی دادی کو دیکھنے اور ان کے ساتھ وقت گزارنے کا اشتیاق ہے۔

س:۔خود پر کتنی توجہ دیتی ہیں؟

ج:۔کچھ خاص نہیں، بالکل سادہ سی رہتی ہوں۔

س:۔ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے کون سے ذرائع استعمال کرتی ہیں؟

ج:۔سنڈے کو اخبار آتا ہے اور آنچل یہ بھی چھپ چھپا کے ہی پڑھتی ہوں۔

س:۔ایسی کون سی ایجاد ہے جس کے علاوہ زندگی ادھوری ہے۔

ج:۔بجلی کیونکہ دو دن لائٹ نہ ہو تو میں تو مرنے لگتی ہوں کام رک سا جاتا ہے۔

س:۔مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں اور ایسے میں کاکروچ یا چوہا آجائے تو کیا کریں گی؟

ج:۔کاکروچ کو تو مار دوں گی اور چوہے کو بھگا دوں گی بعد میں نبٹ لوں گی تاکہ مہمانوں کے سامنے بکی نہ ہو اان کے گھر چوہا ہے۔

س:۔مہمانوں کے جانے کے بعد ان پر کیا تبصرہ کریں گی؟

ج:۔اگر ڈھنگ کے ہوں تو تعریف، نہ ہو تو تھوڑی سی تنقید بس اور ہاں ان کا انداز گفتگو ضرور نوٹ کرتی ہوں۔

س:۔باتونی لوگوں سے کیسے جان چھڑاتی ہیں؟

ج:۔لوگ سناتے رہتے ہیں اور میں سنتی رہتی ہوں اکتا بھی جاتی ہوں مگر کہتی کچھ نہیں کہ ناگوار نہ گزرے کسی کو لوگوں کا خیال آجاتا ہے ورنہ......

س:۔وطن کے لیے کیا سوچتی ہیں؟

ج:۔وطن کے لیے بہت اچھا کرنے کا سوچتی ہوں اور خواب ہے کہ کچھ اچھا سا کروں اپنے ملک کے لیے۔

س:۔زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ جس کی آپ منتظر ہیں؟

ج:۔اللہ کے گھر کی زیارت اور بھائی کی شادی اور میری گورنمنٹ جاب اور ہاں کسی کی آنکھوں میں میری وجہ سے خوشی کی جھلک جو روح تک کو سیراب کردے۔

اریشہ غزل

ہر روز اک نیا صدمہ دیتی ہے زندگی
ہر روز اک نیا امتحان لیتی ہے زندگی
زندگی سے شکوہ بھی کیسے کریں
آپ جیسے دوست بھی تو دیتی ہے زندگی

"میں تمہاری شادی وہاں نہیں کرنے والی، کیا ہے ان لوگوں کے پاس، خالی خولی عزت اور غربت کے علاوہ۔" وہ غصے سے کمرے میں چکر لگاتے ہوئے اونچی آواز سے بولیں۔

"امی، شادی میں نے لڑکی سے کرنا ہے اس کی امارت اور دولت سے نہیں۔ اگر ہانیہ کے سلسلے میں آپ کی یہی رائے ہے تو پھر میری شادی کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے بات ختم کردی۔

"کیوں چھوڑ دوں۔ اللہ نے ایک ہی بیٹا دیا ہے، بڑے ارمان ہوتے ہیں ماں کے، تمہیں ذرا احساس نہیں ہے۔" وہ اس کے ہٹیلے پن پر جھنجھلائیں۔

"احساس ہے اس لیے آپ کی مرضی سے یہ رشتہ کرنے کا خواہش مند ہوں، مگر آپ کو اپنے لائے ہوئے رشتہ کی پڑی ہوئی ہے اور تو اور زمانے کا خیال پریشان کیے دے رہا ہے، میں کیا چاہتا ہوں اس کی آپ کو پروا ہی نہیں۔" اس نے ماں پر اپنی ناراضی واضح کی۔

"آخر کیا ہے اس لڑکی میں خالی خولی شکل کے علاوہ؟ شادی انسان ایسے گھرانے میں تو کرے کہ لڑکی کے ساتھ اس کا جہیز دیکھ کر لوگ رشک کریں۔" وہ احساس تفاخر میں گھر کر رہ گئیں، زوار نے ماں کو تاسف سے دیکھا۔

"امی ہمیں کیا ضرورت ہے کسی کے پیسے پر نظر رکھنے کی، اللہ کا دیا سب کچھ تو ہے ہمارے پاس، کیا کروں گا میں سب لے کر اگر اس لڑکی کے ساتھ میں ہی خوش نہیں ہوں۔" زوار نے ماں کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"سب خوش ہوجاتے ہیں جب ملتا ہے، ابھی تو خالی خولی باتیں ہیں، جب عشق کا بھوت سر سے اترے گا تو تمہیں بھی سب اچھا لگنے لگے گا۔ میں آج ہی مسز وجاہت سے ٹائم لیتی ہوں، تمہاری مرضی پر چلوں گی تو اتنا اچھا رشتہ بھی گنواؤں گی اور......" وہ کہتے ہوئے اٹھیں۔

"آپ کیا چاہتی ہیں میں گھر چھوڑ کر چلا جاؤں۔" زوار حتمی لہجے میں گویا ہوا تو وہ بیٹے کی صورت دیکھنے

لگیں، جس کے چہرے پر کہیں لچک کے آثار نہیں تھے۔ وہ اخبار میں منہ دیئے میاں پر چڑھ دوڑیں۔

"یہ سب آپ کا قصور ہے کسی بات میں اسے سمجھاتے ہی نہیں ہیں، روک ٹوک نہیں کرتے تب ہی اولاد منہ کو آ رہی ہے۔" انہوں نے جھپٹ کر اخبار ان کے آگے سے کھینچا تو وہ ہڑبڑا کر سیدھے ہو کر بیٹھے اور بیوی کو دیکھنے لگے۔ معاملہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے بیوی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ جس پر انہوں نے مختصراً وجہ بتائی۔

"ٹھیک ہے اگر وہ وہاں نہیں کرنا چاہتا تو تم کیوں بضد ہو، شادی کر کے گھر تو اس نے بسانا ہے نا کہ تم نے...... کیوں خوامخواہ کھڑاک پھیلاتی ہو۔" وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ کر حتمی انداز میں بولے تو وہ بھڑک اٹھیں۔

"لو اور سنو...... ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے، اس معاشرے میں ہمیں انہیں لوگوں کے درمیان رہنا ہے۔ بہو کم از کم اپنے برابر کے خاندان کی تو ہو...... ورنہ کتنی جگ ہنسائی ہوگی۔" وہ صدمے و افسوس کی کیفیت میں بولیں۔

"کیسی جگ ہنسائی بیگم...... یہ ہم ہی لوگوں نے روایتیں بنا رکھی ہیں...... اتنا جہیز اور مال بیٹی کو بھر دیتے ہیں کہ معاشرہ میں غلط روایتیں اور رواج پرورش پا رہے ہیں۔ جو لوگ غریب اور کم تر ہیں، جن کے پاس اپنی بیٹی کے لیے کچھ نہیں وہ انہی غلط اصولوں اور رواجوں نے ان لوگوں کے در ناحق بند کر رکھے ہیں، ان کی بیٹیوں کے آگے مشکلات کھڑی کر رکھی ہیں۔ کتنی لڑکیاں یوں ہی گھر بیٹھے رشتوں کے انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہیں، کتنی اس آس و انتظار میں عمر گنوا دیتی ہیں۔ اس سب کے قصوروار ہم ہی جیسے لوگ ہیں جو خود بھی بیٹیوں کو بھر بھر کر جہیز دیتے ہیں اور آنے والی

بہو سے بھی اس کی آس وامید رکھتے ہیں۔" وہ تاسف سے بولے۔

"آپ سے مشورہ لینا بیکار ہے۔ آپ تو خوب بیٹے کو بھڑکا وادے رہے ہیں، اگر اللہ نے ہمیں دے رکھا ہے تو ہم اپنی بیٹی کو دیں اور اسی طرح ایسے ہی گھرانے میں سے بہولائیں جو دینے کی پوزیشن میں ہو، کسی مفلسی اور غریب گھرانے کی لڑکی کو بہو بنانے سے بہتر ہے میں اس نالائق کی شادی کا خیال ہی چھوڑ دوں۔" وہ دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنا رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے آج کے بعد اس گھر میں میری شادی کا ذکر نہیں ہوگا۔" وہ کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ ان کی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

"دیکھا...... کیسے منہ بھر کر کہہ گیا۔ آج کی اولاد کو ماں، باپ کے جذبات اور ان کے احساسات کی قدر ہی نہیں ہے...... صرف اپنی محبت ہی عزیز ہیں۔" وہ نڈھال ہوکر شوہر کے برابر کرسی پر بیٹھ گئیں۔ زوار کے انکار نے ان کے دل کو سخت اذیت پہنچائی تھی۔

"آپ بھی تو فضول ضد باندھ کر بیٹھی ہیں، اگر وہ لڑکی غریب ہے تو کیا ہوا یہ دیکھیں آپ کا بیٹا خوش ہے، اس کی رضا اس میں ہے تو اس کا فیصلہ مان لینے میں کیا حرج ہے۔" وہ انہیں نرمی سے سمجھانے لگے۔

"کیسے مان لوں...... بڑی بھابی کے فراز نے اپنی کولیگ سے کورٹ میرج کرلی تھی اس وقت ہم سب نے کتنی باتیں بنائی تھیں اب اگر زوار کی مرضی کرلوں تو انہیں کہنے کا موقع مل جائے گا...... میں اپنے خاندان میں سب سے کیا کہوں کہ بہو کے والد ایک معمولی چپڑاسی ہیں۔ آپ نہیں جانتے لوگوں سے ملنا مشکل ہوجائے گا۔" وہ اپنا غم ہلکا کررہی تھیں۔ وہ بیگم کی باتوں پر مسکرا رہے تھے۔

"کچھ دن باتیں ضرور ہوں گی پھر سب بھول جائیں گے۔ جیسے فراز کے قصے کو بھول گئے۔" وہ ہنکارا بھر کر بولے تو وہ انہیں گھورنے لگیں۔

"ایک تو اولاد پر رعب نہیں ہے، ورنہ میں دیکھتی کیسے انکار کرتا وہ...... میں بھی اس کی ماں ہوں دیکھتی ہوں کیسے آتی ہے وہ لڑکی اس گھر میں۔" وہ بڑبڑاتی کمرے سے نکل گئیں...... لاؤنج میں ٹی وی کے آگے روعیہ اور ثوبیہ کو کاؤنج پر جمے دیکھ کر چونکیں۔

"لڑکی...... تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے جب دیکھو اوپر نظر آتی ہو۔ نیچے تمہارا دل نہیں لگتا۔" وہ غصے سے روعیہ سے کہہ رہی تھیں، وہ کھسیانی ہوکر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ مامی...... میں ثوبیہ آپی سے انگلش میں ہیلپ لینے آئی تھی اس نے کہا کہ میرا پروگرام ختم ہوجائے تو پڑھا دوں گی اسی لیے......" وضاحت دیتے وہ چپ ہوئی تو مامی کی خشمگیں نگاہیں اس پر جم گئی تھیں، انہیں اس بات کا افسوس ہورہا تھا کمرے سے لاؤنج کا فاصلہ ہی کتنا تھا ساری باتیں روعیہ کے کانوں تک پہنچی ہوں گی اور اب اس کے توسط سے کلثوم بیگم تک پہنچ جائیں گی، یہ ان کا اپنا ذاتی خیال تھا۔

"ہوں پڑھائی کے بہانے...... ٹی وی دیکھنے کا شوق بھی پورا ہوجاتا ہے اور نانا نانی کو نظروں سے دور ہونے کا مقصد بھی خوب ملتا ہے اور تفریح کی تفریح الگ۔" انہیں طنز کیا۔ روعیہ اتنی شرمندہ تو اس وقت بھی نہیں ہوئی تھی جب کمرے سے نکلتے ہوئے زوار نے اسے سخت نظروں سے گھورا تھا۔ اس کے ہونے پر ناراضی کا اظہار کیا تھا۔ جتنا اس وقت مامی کے تازہ ترین فرمانوں سے ہورہی تھی۔ ثوبیہ آپی نے پلٹ کر ایک بار بھی وضاحت دینے کی کوشش نہیں کہ اس کے اقرار پر وہ وہاں رکی تھی۔ اسے اپنی وہاں ہونے پر افسوس ہوا، خوامخواہ ہی ان کی توپوں کا رخ اس کی طرف ہوگیا تھا اور نہ وہ ناراض تو زوار سے تھیں جو واضح انکار

کرکے واک آؤٹ کر گیا تھا۔ اس نے اپنی کتابیں سمیٹی تو ثوبیہ آپی نے کہا۔

"جارہی ہو...... پڑھ تو لیتی۔" جیسے اتنی دیر سے وہ اسے پڑھا ہی رہی تھی، اس نے اپنے ارادوں پر لاحول بھیجا اور سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو بڑی مامی "رومانہ" پر شروع تھیں، اس نے کان دبا کر وہاں سے بھاگ جانے میں عافیت جانی، یہ ان کی پرانی عادت تھی غصہ کسی پر اور نکلتا ہمیشہ مدیحہ کی صورت دیکھ کر اس پر ہی تھا۔ شاید اس کا قصور اتنا تھا کہ وہ اپنے ذاتی گھر کے بجائے نانا نانی کے ساتھ رہتی تھی، اس کے والد اسے اپنے ساتھ نہیں رکھتے تھے یا پھر ماں کے مرنے کے بعد اس کی اہمیت کو ختم سمجھ لیا گیا تھا۔ اسے یوں جاتے دیکھ کر مامی کی نظر اس پر پڑ گئی۔

"کبھی نیچے بھی ٹک جایا کرو، کیا کہا تھا تم سے ذرا کچن میں مدد کروا دینا۔" وہ اب ندا کو بھول کر اس کی کلاس لے رہی تھیں۔

"وہ مامی میں...... پڑھنے گئی تھی۔"

"خوب سمجھتی ہوں بہانے...... اماں نے سر چڑھا رکھا ہے تمہیں...... اتنی بڑی ہوگئی ہو کل پرائے گھر بھی جاؤ گی یا وہاں بھی یہی کاہلی دیکھاؤ گی۔" وہ جی بھر کر اسے سنا رہی تھیں۔

"میں یہ کتابیں رکھ کر آتی ہوں۔" اس نے ان کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"کوئی ضرورت نہیں کمرے میں جانے کی پھر اماں تمہیں وہی روک لیں گی یہ بکس مجھے دو اور کچن کو اچھی طرح صاف کر دینا۔" انہوں نے حکم سنایا تو وہ سر جھکا کر کچن میں چلی آئی۔ ندا کو دیکھنے شام میں کچھ لوگ آرہے تھے اور ان کے اہتمام میں اچھا خاصا انتظام کیا گیا تھا۔ سنک میں برتن رکھے ہوئے تھے۔ سلیپ پر الگ برتنوں کا ڈھیر تھا۔ کرتے کراتے بھی گھنٹہ بھر تو لگ ہی گیا، وہ صفائی کر چکی تو ندا چلی آئی۔

"تھنک گاڈ...... تم نے بچت کروا دی میں تو یہی سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کس طرح سب کروں گی تھینک رومی۔" وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولی اور چائے کا پانی رکھنے لگی۔

"تمہارے لیے بناؤں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا، وہ مزید یہاں رکنے کا رسک نہیں لینا چاہتی تھی کہیں بڑی مامی آجاتیں اور پھر کوئی نیا کام یا عتاب اس پر نازل ہو جانا تھا۔

"عجیب بدتہذیب لوگ تھے اتنا کھا گئے اور کہہ گئے سوچ کر جواب دیں گے میں تو دعا کروں گی آئیں ہی نہ......" اس نے مزے سے ہنس کر کہا۔ رومیہ کو اس کے الفاظوں سے ڈر لگا، اس کے یہ نادر شاہی لفظ مامی سن لیتیں تو اس کا الزام بھی اس کے سر آجانا تھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" اسے راہ فرار اختیار کرتے دیکھ کر اس نے ٹوکا۔

"وہ...... اپنے کمرے میں۔" اس نے کہا۔

"اتنی جلدی کیا ہے...... دادی تو دوائی کھا کر لیٹ گئی ہوں گی، دادا حسب معمول خبرنامہ دیکھ رہے ہوں گے، تم وہاں جا کر بور ہی ہوگی ابھی مجھے تم سے ضروری باتیں کرنا ہیں۔" وہ چائے کے مگ وہیں میز پر رکھ کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی اور سے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"یہ جوزوار بھائی کے لیے جس لڑکی کو دیکھنے چچی گئی تھیں وہ انہیں پسند آئیں یا نہیں۔" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔ رومیہ کو کمرے سے سنی ساری گفتگو یاد آ گئی اور مامی کی ناگواری بھی۔

"معلوم نہیں...... اب وہ مجھ سے اس کا تذکرہ کرنے سے تو رہیں۔" اس کے صاف مکرنا منظور کیا۔

"احمق ہو پوری...... اتنی دیر سے اوپر تھیں چچی کی

کتنی باتیں سیڑھیوں پر کھڑے ہوکر میں نے سنی ہیں اور تم تو لاؤنج میں بیٹھی تھیں کیا تم نے نہیں سنی ہوں گی۔'' وہ مشکوک ہوئی۔

''آپ کو معلوم ہے میں باتوں پر غور ہی نہیں کرتی، میں ثوبیہ آپی کے پاس پڑھنے گئی تھی وہی کر کے آرہی ہوں۔'' وہ انجان بن گئی۔

''بالکل نااہل ہو...... کسی بات میں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے، مجھے تو سوچ سوچ کر ہنسی آرہی ہے چچی اپنے لائق فائق بیٹے کی فرماں برداری پر کتنا اترایا کرتی تھیں آج وہی بیٹا کسی اور کی جی حضوری میں ماں کے تمام فرمان بھلائے ہوئے ہے، اسے کہتے ہیں عشق کا بھوت سر چڑھ کر بولتا ہے۔'' وہ مزے سے اپنی رائے دے رہی تھی اور رومیہ کو احساس ہوا جس طرح بڑی مامی بولتے ہوئے سوچتی نہیں تھیں اسی طرح ندا کی عادت تھی۔

''چائے پی جارہی ہے اکیلے اکیلے......'' شہریار بھائی کی آمد ہوئی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور مگ انہیں پکڑا دیا۔

''میں تو رات میں ویسے بھی چائے نہیں پیتی یہ آپ پی لیں۔''

''ارے نہیں رومی...... رہنے دو مجھے ندا بنا دے گی۔'' وہ شرمندہ ہوئے۔

''کوئی بات نہیں بھائی یہ لے لیں۔'' اس نے اصرار کیا تو انہوں نے مگ تھام لیا۔ وہ مزید کوئی بات کیے اپنے کمرے میں آگئی۔ نانی حسب معمول لیٹی ہوئی تھیں جبکہ نانا خبر نامہ سن رہے تھے، وہ کتابیں میز پر رکھتی نانی کے پاس آگئی۔

''پڑھ کر آگئی میری بچی۔'' وہ اسے دیکھ کر مبہم سا مسکرائیں۔

''جی نانی......'' وہ وہیں ان کے برابر ٹک گئی۔

''چھوٹی کیوں غصے ہورہی تھی؟'' انہوں نے چھوٹی مامی کے متعلق پوچھا۔

''آپ سے کس نے کہا۔'' رومیہ حیران ہوئی۔

''کہے گا کون؟ اس کی اولاد ہی کہہ رہی تھی کہ امی کا آج پھر پارہ ہائی ہورہا ہے تھوڑا ٹھنڈا کردیں۔'' وہ رومیہ کی حیرانی پر چڑ کر بولیں۔

''زوار بھائی یہاں آئے تھے کیا؟'' اس نے پوچھا۔

''تو...... اس کے آنے پر پابندی ہے جو پوچھ رہی ہو۔'' وہ ناراض ہوئیں تو رومیہ ہنس دی۔

''ہونا کیا ہے نانی...... جہاں زوار بھائی شادی کرنا چاہتے ہیں مامی وہاں رشتہ کرنے پر تیار نہیں ہیں۔'' اس نے مختصر اًبتایا۔

''کیوں...... اب کیوں اعتراض ہوگیا؟'' انہوں نے تیکھے تیوروں کے ساتھ پوچھا۔

''معلوم نہیں...... آپ زوار بھائی سے پوچھیے گا وہی تفصیل بتائیں گے۔'' اس نے دامن چھڑایا اور یونیفارم استری کرنے اٹھ کھڑی ہوئی۔ یونیفارم استری کرتے ہوئے اسے اس اجنبی کا خیال آیا جو کافی دنوں سے اس کے لیے سردرد بنا ہوا تھا۔ اس کی مستقل مزاجی اور توجہ پر رومیہ نے اسے نوٹ کرنا شروع کردیا تھا ورنہ پہلے پہل وہ یہی سمجھی تھی کوئی دل پھینک قسم کا نوجوان ہے، جس طرح کے لڑکے ہوتے ہیں مگر وہ خاصا ڈھیٹ ثابت ہوا تھا۔ کبھی بکس اسٹال پر مل جاتا تھا کبھی مارکیٹ میں اور تو اور کئی ہفتوں سے وہ صبح کے وقت اسے کالج ٹائم میں بس اسٹاپ پر بھی دیکھائی دینے لگا تھا، شکل وصورت سے شریف لگتا تھا مگر حرکتیں خاصی فضول تھیں، جب سے اس نے رومیہ کا پیچھا کیا تھا اسے کالج جانے سے خوف آنے لگا تھا خوامخواہ کا تماشا اسے پسند نہیں تھا۔ وہ اس کو ٹوکنا چاہتی تھی، غصہ کرنا چاہتی تھی مگر اس کے لیے ہمت اور

بہادری کی ضرورت تھی جو اس کے اندر ناپید تھیں۔ وہ اتنی بزدل اور کم ہمت تھی کہ اپنے حقوق کے لیے آواز بھی نہیں اٹھا سکتی تھی کجا کہ کسی کو ڈانٹنے اور وہ بھی رستہ روک کر اس کی کلاس لیتیں۔

''اللہ...... وہ شخص میرا پیچھا چھوڑ دے مجھے کبھی نظر نہ آئے۔'' اس نے سونے سے پہلے دعا کی اور آنکھیں موند لی تھیں۔

❁......❁......❁

وہ جونہی گلی کے نکڑ سے سڑک پر آئی۔ سڑک کے دوسری طرف بنی فٹ پاتھ پر وہ پول سے ٹیک لگائے اس کا منتظر تھا، اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں آنے والی چمک اور چہرے کی خوشی پر اس کے دوست نے مڑ کر اس کی نظروں کے مرکز کو جاننا چاہا تھا پھر رومیہ کو دیکھ کر وہ بھی مسکرا کر اس کے بازو پر ہاتھ مار کر اس کا حوصلہ بڑھانے لگا اور چند سیکنڈ کے عرصے میں نظر آنے والے اسی منظر نے اس کے اندر تک خوف کی لہر دوڑا دی تھی، وہ لرزتی ٹانگوں اور ڈوبتے دل کے ساتھ چور نظروں سے ان کی سرگرمی کو نظر انداز کرتی کالج کی لڑکیوں کے غول کے پاس پہنچنے کی کوشش کرنے لگی اس کے تیز قدموں پر ان دونوں نے بھی اپنی جگہ سے حرکت کی اور اس کے برابر پہنچنے کی جلدی کرنے لگے، اب وہ ان کی طرح بھاگ نہیں سکتی تھی مگر اس کی رفتار تیز تھی۔ اس لیے جلد ہی وہ ان کے سر پر پہنچنے سے پہلے ان لڑکیوں کے ساتھ جا ملی تھی۔

''رومی آگئی؟'' نازیہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے دوسری لڑکیوں کو بھی متوجہ کیا جواباً اور لڑکیاں بھی روک گئی تھیں، اسے لڑکیوں میں ملتے دیکھ کر ان لڑکوں کے قدم رک گئے تھے، وہ اپنی مطلوبہ بس کے انتظار میں کھڑے ہو کر سانس درست کرنے لگی۔ وہ لڑکے اب دور کھڑے اس کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کی طرف سے رخ مڑے کھڑی تھی ابھی چند مہینے پیشتر زندگی کس قدر بے فکری اور مزے سے گزر رہی تھی، جب سے ان لڑکوں نے اس کو دیکھا تھا اسے کالج آتے جاتے ایک قسم کا خوف رہتا تھا۔ نجانے کب کیا ہو جائے پہلے وہ کالج جانے کے لیے مختصر راستہ اختیار کرتی تھی جس کی وجہ سے بس اسٹاپ تک آنے میں اسے وقت نہیں لگتا تھا مگر اب ان لڑکوں کی وجہ سے وہ لمبا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئی تھی کیونکہ اس راستے پر لوگوں کی چہل پہل ہوتی تھی۔

''دیکھ وہ یہیں دیکھ رہے ہیں۔'' نازیہ نے شرارت سے اسے ٹہوکا مارتے ہوئے متوجہ کیا۔

''غرق کرو...... ان کم بختوں کی وجہ سے کسی دن میں بے موت ماری جاؤں گی نانا گھر بٹھا لیں گے۔'' وہ سخت بیزار اور اکتائی ہوئی تھی۔

''یہ قسمت بھی کیسے کیسے ناشکروں پر مہربان ہوتی ہے اگر کوئی ایسا ہینڈسم بندہ مجھے لائن مارتا ناں تو میں دن رات آہیں بھرتی...... خواب بنتی۔'' اس نے مزے سے کہا، اس وقت آنے والی بس نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا، اپنی سیٹیں سنبھال کر وہ بیٹھیں تو رومی کی نظر دانستہ ان کی طرف اٹھ گئی وہ مسکرا کر سلام کررہا تھا۔ وہ تیزی سے رخ پھیر گئی تھی۔

''ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار......'' نازیہ گنگنائی۔

''بکومت...... ان سڑک چھاپ عاشقوں میں کوئی ایسا نہیں ہوتا جو مخلص ہو، ویسے بھی سچے لوگ سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں یوں راستے میں تنگ کرتے نہیں پھرتے۔'' اس نے نازیہ کو سمجھایا۔

''آپ کے عظیم خیالات پہنچا دوں ان تک گر اجازت ہو۔'' وہ ہنسی۔ ان میں سے ایک لڑکا نازیہ کے بھائی کا دوست تھا۔ اور ان کے گھر اس کا آنا جانا تھا۔

''نازی...... پٹ جاؤ گی تم میرے ہاتھ سے۔''

اس نے اسے تنبیہہ کی۔

"ویسے یہ خالصتاً امی والے ڈائیلاگ ہیں۔" نازیہ نے اسے چڑایا۔

"عدی اچھا انسان ہے، بھائی کا دوست ہے اور گھر میں زیادہ افراد کا جھنجھٹ بھی نہیں ہے، دو بہنیں ہیں اور دو ہی بھائی آئیڈیل سسرال، امی ابا شریف اور نیک ہیں سنا ہے کسی دوائی کی کمپنی میں ملازم ہے۔" وہ اسے معلومات بہم پہنچا رہی تھی۔

"تم چپ ہونے کے کتنے پیسے لوگی۔" اس نے غصہ سے نازیہ کو گھورا۔

"ساری جمع پونجی کینٹین میں پہنچ کر خرچ کر لینا مزہ آئے گا۔" اس کی صحت پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ آہ بھر کر کھڑکی سے باہر گزرتے منظر کو دیکھنے لگی۔

کس طرح بتاتی یہ خوش رنگ خواب بھی اس وقت اچھے لگتے ہیں جب ان کی بہترین قسمت کا پتا ہو اور یہاں تو حال یہ تھا کہ پل کی خبر نہیں تھی..... کب سے نانا سوچے بیٹھے تھے اس بار اکرام آئے گا تو وہ رومیہ کے مستقبل کی بابت سوال اٹھائیں گے مگر وہ آ کر نہیں دے رہے تھے یا پھر مصروفیت زیادہ تھی۔ اسے یاد نہیں تھا وہ کب نانی کے گھر آئی مگر ہوش نہیں تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی اس نے اپنے ننھیال کا ماحول دیکھا تھا۔ سخت مزاج، غصیلے نانا اور نرم مزاج صلح جو نانی اسے ہر ممکن آفت سے بچا کر رکھتی تھی، ان کی زبانی ہی اسے اپنی ماں کے بارے میں پتا چلا کہ شادی کے پانچ سال بعد وہ بڑی منتوں مرادوں سے پیدا ہوئی تھی اور یاسمین اس کی خوشی بھی دیکھ نہیں پائی تھی۔ ماں کی بدقسمتی اس کے ساتھ ساتھ پل کر جوان ہوئی تھی۔ اکرام الدین نے بیوی کے مرنے کے بعد دوسری شادی کر لی تھی اور نانی بیٹی کی اولاد کو اس لیے لے آئی تھیں کہ کون اس کا خیال رکھے گا۔ کون اسے سنبھالے گا دادی، دادا تھے نہیں، باپ لاپروا مزاج وہ پھر ان کی شادی کے بعد یہیں کی ہو کر رہ گئی تھی۔ دوسری ماں نے اس کی حیثیت کو قبول نہ کیا تھا اور باپ فی الحال اپنی دوسری شادی کی خوشی میں مگن تھے، انہیں بچی کے اکیلے پن یا اس کی پرورش سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ سال دو سال میں آ کر چہرہ دیکھا جاتے تھے، چند گھنٹوں کی ملاقات کتنی سرسری اور غیر ضروری ہوتی تھی نہ تو کوئی جذباتی لگاؤ ہوتا تھا اور نہ ہی کشش وہ ہی اپنی جگہ پر بیٹھی ساکت نظروں سے اس اجنبی انسان کو دیکھتی رہتی جسے قدرت نے اس کا باپ بنایا تھا۔ وہ تقدیر کے اس فیصلے پر جتنا روتی کم تھا۔

"اکرام الدین کبھی پیار سے بچی کو گلے بھی لگا لیا کرو۔" کلثوم بیگم از خود تاسف سے ٹوکتیں تو وہ ہاتھ بڑھا کر اسے گود میں بٹھا لیتے یا سر پر پیار کر لیتے ورنہ ایسے لمحات کم ہی میسر آتے تھے، یہی وجہ تھی وہ اپنے دل میں کبھی ان کے لیے کوئی نرم گوشہ نہ بنا پائی تھی، جتنی انسیت اسے نانا نانی سی تھی، اس کا ایک فیصد بھی وہ ان کے لیے نہیں محسوس کر پاتی تھی۔ جوں جوں وہ سمجھدار ہوتی گئی۔ اسے یہ احساس شدت سے ہوتا گیا کہ وہ اپنے ذاتی گھر میں نہیں رہتی۔ دونوں ماموں کے بچے اس کے دوست تھے لڑائی کے مواقع کم آتے تھے ایک تو وہ بچپن سے ہی حساس طبیعت رکھتی تھی دوسرے ماں باپ کی کمی نے اسے احساس کمتری میں بھی مبتلا کر دیا تھا۔

بڑے ماموں اصغر کے دو بیٹے شہریار اور احرار تھے جبکہ بیٹیوں میں رومانہ اور ندا تھیں، چھوٹے ماموں کا سب سے بڑا بیٹا زوار تھا اس کے بعد دو بیٹیاں ثوبیہ اور ثانیہ تھیں۔ زوار کا مزاج گھر میں سب سے جدا تھا وہ اور بچوں کی طرح کھیل کود کا شوقین نہ تھا، زرینہ بیگم کے لاڈ پیار نے اسے سمجھدار بنا دیا تھا، غصے کا تیز تھا اور

ضدی بھی اس لیے وہ اس کے مزاج سے بہت ڈرتی تھی۔ میٹرک کے بعد اس نے بھی اور کزنز کی طرح کالج میں داخلہ لے لیا تھا، کچھ اس کی پروگریس کم تھی کچھ شروع سے ہی اوروں کی طرح کوچنگ اور ٹیوشن کا ماحول نہ مل پایا تھا۔ اس لیے بھی وہ تعلیمی میدان میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکی تھی ندا، رومانہ، ثوبیہ اور ثانیہ کی طرح وہ اچھے کالج میں زیر تعلیم نہ تھی، ان لوگوں کو لینے وین آتی تھی جبکہ اس کا کالج شہر کے درمیانہ درجے کا ہونے کی بناء پر اسے فی الحال بس سے ہی جانا پڑتا تھا۔ باپ کی غیر ذمہ دارانہ طبیعت کی وجہ سے اس نے بہت سے معاملات میں بہت پہلے سے صبر کرنا سیکھ لیا تھا اور کزنز کی طرح اس کے پاس نئے نئے فیشن لباس نہیں ہوتے تھے، گرمی کے تین سوٹ اور سردیوں میں دو نئے بن جاتے تھے، کبھی اس نے نانی سے فرمائش کی بھی نہیں تھی، وہ اپنے جمع خرچ سے اس کا بے حد خیال رکھتی تھیں۔ اس کے تعلیم کا خرچا اس کے دیگر اخراجات وہ ہی اٹھا رہی تھیں، دونوں مامیاں دن میں کتنی ہی بار یہ جتا دیتی تھیں اور وہ خاموشی سی لب سی کر رہ جاتی تاکہ وہ اس کے ہونے کا فائدہ اٹھا سکیں اس کے وجود کو وہ بوجھ نہ سمجھیں اس کے باوجود ہر بار اکرام الدین کی آمد پر مامی یہی کہتی۔

”پال کر بڑا کر دیا اب تو اکرام الدین کو اپنی ذمہ داری سمجھنا چاہیے، باقی چار بچوں کو بھی تو آخر پال ہی رہا ہے یہ بھی اس کی ہی اپنی اولاد ہے یہ اتنی بھاری کیوں ہے۔ اس کی شادی بھی ہم ہی کریں گے۔“ وہ منہ بھر کر کہتیں۔

”تم پر کاہے کا بوجھ؟ اس کا خرچا تم لوگوں کی ذات پر نہیں ہے، اس کا باپ نہیں بھی دے رہا تو اللہ عمر دراز رکھے ہمارے میاں کی پنشن آتی ہے اس سے پورا ہو رہا ہے، شادی کے لیے بھی تم لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جو اس کے نصیب میں ہوگا اسے مل جائے گا۔“ وہ ہاتھ پھیلاتی کہہ جاتیں اور وہ پشیمان سی مجرموں کی طرح ایک ایک کی صورت دیکھتی جن پر ناگواری کے بڑے واضح آثار ہوتے، نتیجتاً کئی دن اس سے بات چیت بند رکھتی۔ جسے ان سب کی قصوروار بھی وہی ہے۔ وہ اپنے طور پر ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی، کچن کی صافی اور دیگر کام نمٹا دیتی تھی، کمروں کی صفائی میں بھی مدد کروا دیتی تھی، کپڑے دھلوا دیتی تھی مگر ایک خوشی ایسی ظالم تتلی تھی جو اس کے ہاتھ آ کر نہ دیتی تھی اور نہ ان کے چہروں پر مسکراہٹ بن کر چمکتی تھی، وہ منہ پھلائے حکم پر حکم سنائی رہتی اور وہ تھک کر چور ہو جاتی، انہیں منانے اور موم کرنے کے چکر میں اتنی تھک جاتی کہ کورس کی اکثر کتابیں پڑھ نہ پاتی۔ کام مکمل نہ کر پاتی تھی نانی اسے گھن چکر بنے دیکھتیں تو سخت ناراض ہوتیں نانا کا الگ مزاج تھا، وہ سخت مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ غصیلے مزاج بھی رکھتے تھے گھر کے سارے بڑے ان کی بات کو حکم کا درجہ دیتے تھے، ان کی سنتے اور مانتے تھے یہی وجہ تھی رومیہ کے سلسلے میں سخت اختلاف کے باوجود وہ نانا کی رضا مندی کی وجہ سے اب تک دن یہاں گزار رہی تھی۔ وگرنہ مامیوں کے ساتھ ماموں کے رویے بھی اکثر گزارے لائق ہوتا تھا۔

کالج کی مصروفیات اور گھر کے کام کاج کے دوران اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ اپنی تمام کزنز کی نسبت بے حد حسین تھی، اس کا احساس اس وقت ہوا جب رومانہ کے رشتے کے سلسلے میں آنے والیوں نے خلاف توقع اس کا بائیوڈیٹا معلوم کرنا شروع کیا، پہلے تو وہ گھبرائی پھر مامی کے کڑے تیور دیکھتے ہوئے وہ اس منظر سے ہی غائب ہوگئی۔ حالانکہ انہوں نے خود کہا تھا کہ تمام چیزوں کو سلیقے سے سجا کر ٹرالی ڈرائنگ روم تک

پہنچا دینا باقی کام ان کی ترکیب سے کرنا تھا مگر برا ہو ان کے ساتھ رکتی ہوئی اس لڑکی کا جس کی نظر ٹرالی لے جاتی رومیہ پر پڑی اور وہ اسے بھی اندر اپنے ساتھ کھینچ لائی تھی۔

"دیکھیں مما...... یہ بھی یہیں رہتی ہے۔" اس لڑکی نے خوش ہو کر تعارف کروایا تھی جسے رومیہ نہیں بلکہ وہ خود یہاں رہتی آئی ہو بڑی مامی نے کھسیا کر بتایا تھا۔

"ہاں ماں کے مرنے کے بعد ہماری ساس اسے یہیں لے آئی تھی، باپ نے دوسری شادی کرلی تھی وہ اس کا احساس کہاں کرتا۔ اپنی زندگی کی رنگینوں میں گم ہے اب بھی سالوں ہو جاتے ہیں بیٹی سے ملے ہوئے۔" مامی نے تاسف کے ساتھ اس کی دکھ بھری داستان سنائی تھی۔ تو آنے والی خواتین کے اشتیاق تھوڑا کم ہوئے خوب صورتی کے ساتھ باپ کی طرف سے مضبوط بیک بھی تو اسی رشتے کے لیے بے حد ضروری ہوتی ہے، شاندار جہیز بھی ملتا ہے ان کی توجہ کم ہوئی تب ثمینہ بیگم نے سکون کا سانس لیا ورنہ رومیہ کی بے وقت آمد انہیں سخت کھل رہی تھی اور اس کا اظہار انہوں نے مہمانوں کے جاتے ہی کرنا مناسب جانا تھا۔

"منہ اٹھا کر چلی آئیں۔ منع نہیں کر سکتی تھیں مگر تمہیں تو شوق ہے لوگ تمہیں سراہیں، تعریف کریں۔" وہ برس رہی تھیں۔

"ایک ہماری ساس ہیں نواسی کی اتنی فکر ہے ابھی بھی خالہ کی بیٹی کے گھر پہنچی ہوئی ہیں اور اس مصیبت کو ہمارے سر ڈال رکھا ہے ایسے ہی اچھے رشتوں کا کال ہے جو کوئی آجاتا ہے تو یہ مہارانی اسے اپنی صورت دکھا کر بدظن کر دیتی ہیں، ابھی بھی جاتے ہوئے وہ لوگ کہہ رہی تھیں۔ بیٹیاں تو آپ کی پیاری ہیں مگر وہ بچی زیادہ اچھی ہے ہنہہ۔" انہوں نے نفرت سے سر جھٹکا تھا۔

"آپ ناحق اپنا خون جلا رہی ہیں بھابی، جب تک اس کی شادی نہیں ہو جاتی یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہنے والا ہے، میں تو کہتی ہوں پڑھ کر کون سا اس نے جاب کرنا ہے۔ شادی کرا کر ایک طرف کریں، جب یہ فرض بھی ہمیں ہی ادا کرنا ہے تو دیر کرنا مناسب نہیں وگرنہ اچھے رشتے یوں ہی ہاتھوں سے نکلتے رہیں گے۔" وہ ثمینہ بیگم کو نئی سوچ تھما رہی تھیں۔

"آخر ہوا کیا، اگر وہ آ بھی گئی؟ اور امی آپ نے اسے خود ٹرالی سیٹ کر کے ڈرائنگ روم میں پہنچانے کو کہا تھا۔ اب آپ ناحق غصے ہو رہی ہیں۔" رومانہ ماں اور چچی کے فضول تبصروں سے چڑ کر بولی تھی۔

"جب بڑے بات کر رہے ہوں تو منہ بند کر کے رکھنا چاہیے۔" ثمینہ بیگم کو بیٹی کا رویہ ایک آنکھ نہ بھایا۔

"رومی...... تم اپنے روم میں جاؤ یہاں تو یہی فضول باتیں ہوتی رہیں گی۔" رومانہ ماں کے غصے کی پروا کیے بغیر بولی تھی ان لوگوں کا تضحیک آمیز رویہ اسے بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔

"دیکھا تم نے زرینہ...... ان بچوں کو ماں باپ کا قطعی لحاظ نہیں ہے اس لڑکی کے لیے ہم برے ہو جاتے ہیں۔" ثمینہ بیگم رومانہ کے رویے پر چڑ کر بولی تھیں۔

"ہاں بھابی آج کل کے بچوں کو ماں باپ کا احساس تک نہیں ہے وہ اپنی مرضی اور خوشی کی خاطر یہ تک بھول جاتے ہیں کہ ان کے ساتھ کون اپنا ہے کون پرایا۔" زرینہ بیگم کو زوار کا رویہ یاد آیا جو ہانیہ کے لیے ان سے منہ پھلائے پھر رہا تھا۔

"اس لڑکی کا کیا ہوا جسے تم دیکھ کر آئی تھیں؟" ثمینہ بیگم کو اچانک یاد آیا تھا۔

"اچھی ہے...... مگر گھرانہ......" وہ تذبذب کا شکار ہوئی بتاتیں یا نہ بتاتیں۔

”لڑکی سے مطلب رکھنا چاہیے اس نے آ کر گھر سنبھالنا ہے اگر زوار راضی ہے تو انتظار کس بات کا۔“ وہ دیورانی کے دل کی ٹوہ لے رہی تھیں۔

”ہاں...... مگر لوگوں کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ محض لڑکے کی دل کی خوشی کا احساس کریں گے تو زمانہ جینے نہیں دے گا۔“ وہ اس قصے سے بیزار ہوئیں تو ثمینہ بیگم مبہم مسکرادیں ان کی کتنی خواہش تھی زوار کے لیے وہ ان کی بیٹیوں میں سے کسی کو بہو بناتی مگر قسمت نجانے کیا سوچے بیٹھی تھی۔

”زمانہ تو ہر صورت باتیں بناتا ہے میں تو اپنی بیٹیوں کی شادی ان کی مرضی سے کروں گی تاکہ خوش رہیں مگر اصغر کی نیت احرار کی شادی کے لیے بہت غیر سنجیدہ ہے وہ تو ملک سے باہر جانے کے خواب دیکھتا رہتا ہے جب تک مالی طور پر اسٹرونگ نہ ہو جائے شادی نہیں کرنا چاہتا، رہ گیا شہر یار اس کی جاب لگ جائے تو پھر ان شاء اللہ رومانہ کے ساتھ اس کی کردوں گی۔“ انہوں نے اپنے ارادے بتائیں۔

”اچھا...... کہیں لڑکی دیکھی اس کے لیے؟“ زرینہ بیگم کو دلچسپی ہوئی آخر کو ان کی بھی دو بیٹیاں تھیں اور جیٹھانی کے دونوں ہی بیٹے بڑے لائق فائق تھے۔

”اپنے بھائی کی بیٹی کا سوچ رہی ہوں ہر لحاظ سے موزوں اور بہترین ہے، شہر یار کے ساتھ سجے گی اس کی جوڑی۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولیں تو ان کا چہرہ لمحوں میں بجھ گیا۔ انہوں نے کہاں اپنے زوار کے لیے ان کی بیٹی کو سوچا تھا جو وہ سوچ لیتیں ایک ٹھنڈی آہ سی ان کے لب سے نکلی تھی۔

❁......❁......❁

اس وقت گلی سنسان تھی گرمی کی دوپہریں یوں بھی لوگوں سے خالی ہوا کرتی ہیں، جلتی دھوپ کی تپش سے زیادہ وہ اس نوجوان کی نظروں سے جلی جارہی تھی جو اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔

”میرا مقصد آپ کو تنگ کرنا نہیں ہے، میں آپ کو پسند کرتا ہوں اور اپنی امی کو لے کر آپ کے گھر آنا چاہتا ہوں۔“ وہ کہہ رہا تھا اور چونکہ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا اس لیے وہ پیچھے کے منظر سے ناآشنا تھا جہاں اسے زوار بھائی آتے نظر آرہے تھے جن کا چہرہ غصے سے سرخ ہورہا تھا یا دھوپ کی تمازت سے۔ بہرحال ان کے تیور اتنے کڑے تھے کہ کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں اور ہونٹ کانپنے لگے تھے۔

”پلیز یوں خوف زدہ نہ ہوں...... یقین کریں میں آپ سے بے حد......“ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے زوار بھائی اس کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس نوجوان کو کالر سے پکڑ لیا تھا۔

”کون ہو تم اور کیا کہہ رہے تھے ابھی۔“ وہ سخت لہجے میں غصے سے دھاڑے، اسی نوجوان کا دوست جو ناجانے کہاں سے صورت حال دیکھ رہا تھا۔ بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا۔

”بھائی صاحب بات تو سنیں۔“ اس نے ان کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔

”بھائی صاحب کے بچے۔“ ان کا مضبوط ہاتھ زوردار طریقے سے اس کے چہرے پر پڑا رومیہ وہیں گر کر بے ہوش ہوجاتی اگر زوار نے مڑ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑ لیا ہوتا۔

”گھر چلو......“ وہ اس کے سر پر چلائے۔ وہ لرزتی کانپتی مجرموں کی طرح ان کے ساتھ کھنچی چلی جارہی تھی۔

”کب سے چل رہا ہے یہ سلسلہ اگر وہ تمہیں تنگ کرتا ہے تو تم نے پہلے بتایا کیوں نہیں۔“ زوار اس پر برہم ہورہا تھا۔

”آپ کے غصے کی وجہ سے......“ اس نے پھنسی

پھنسی آواز میں کہا۔

''اگر وہ کوئی بدتمیزی کر جاتا پھر......'' زوار نے رک کر اسے گھورا، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

''تو پھر کیا کرتی؟''

''ہر کوئی مجھے ہی مجرم سمجھتا ہے، میری ہی غلطی مانتا ہے۔'' وہ رو رہی تھی زوار چند ثانیوں کے لیے چپ ہوا۔ کسی کی جذباتیت نے اسے مجرم بنادیا تھا۔ اسے یہی دکھ رلا رہا تھا۔ زوار اسے گیٹ کے پاس چھوڑ کر اپنی بائیک لے کر چلا گیا تھا۔ دونوں کو ساتھ دیکھ کر ہر کوئی سوال، جواب کرتا جو اسے گوارانہ تھا۔ رات میں اس نے وہاب احمد سے بات کر کے رومیہ کو کالج چھوڑنے اور لانے کی ذمہ داری خود لے لی تھی جس پر زرینہ بیگم بری طرح جلبلائیں اور زوار کے کمرے میں آتے ہی شروع ہوگئیں۔

''تم ہی رہ گئے ہوان فالتوں کاموں کے لیے۔''

''کون سے فالتو کام ممی؟ وہ بھی اس گھر کی ایک فرد اور ہماری ذمہ داری بھی ہے۔'' زوار کی سمجھ میں ان کا غصہ نہیں آرہا تھا۔

''ذمے داری تو وہ نانا نانی کی ہے، وہ لائیں اور لے جائیں تم کیوں بیچ میں پڑتے ہو۔'' انہوں نے بگڑ کر کہا۔

''کیا اس سے بھی آپ کا اسٹیٹس متاثر ہوتا ہے؟'' اس بار وہ طنز سے مسکرایا۔

''زوار تم حد سے بڑھتے جارہے ہو...... کیا تم نے میری بات نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہے۔'' وہ بگڑ کر بولیں۔

''میں آپ کی ہر بات مان سکتا ہوں۔ اگر وہ حد سے بڑھی ہوئی نہ ہو۔'' اس بار وہ اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے بولا تو وہ غصے سے کمرے سے نکل گئیں۔ انہیں زوار کے رویے نے ازحد مایوس اور ہرٹ کیا تھا ہانیہ کے معاملے کو لے کر وہ مستقل ان سے خفا تھا اور اب رومیہ کی ذمے داری بھی اس نے محض انہیں جلانے کے لیے اٹھائی تھی۔ (یہ ان کا ذاتی خیال تھا)

رومیہ صبح کالج جانے کے لیے تیار ہوئی تو کلثوم بیگم نے اسے نئی خبر سنائی۔

''تمہیں زوار لے کر جائے گا اور لائے گا بھی۔''

''مگر نانی...... وہ تو بہت غصہ کرتے ہیں۔'' اسے زوار کا کل کا رویہ یاد آیا۔ اس نے پریشانی سے چائے کا کپ رکھتے ہوئے ان کی صورت دیکھی۔

''پگلی جو بہت غصہ کرتے ہیں وہ اندر سے بہت نرم دل اور حساس ہوتے ہیں، دیکھا نہیں تیری پریشانی کو اس نے کیسے محسوس کرلیا۔'' وہ پوتے کی ذمہ داری پر خوش و مسرور تھیں، انہیں کل کے واقعے کی قطعی خبر نہ تھی اور اس نے بھی مزید کچھ کہے بغیر اپنی تیاری کرنی شروع کردی تھی زوار کی ''جلدی آؤ'' کی آواز پر اس نے اپنے لمبے سیاہ ریشمی بالوں کو کلپ لگایا اور دوپٹہ اوڑھ کر باہر آگئی۔ زوار نے بائیک گیٹ سے نکال کر سڑک پر لی تو اس کی نظریں غیر ارادی طور پر اس نوجوان کو دیکھنے لگیں کوئی دلی تعلق نہیں تھا اور نہ ہی جذباتی مگر وہ دیکھنا چاہتی تھی کل کی بے عزتی کا کتنا اثر ہوا ہے اور پھر اس نے سکھ کا سانس لیا وہ اسے بس اسٹاپ پر بھی نظر نہیں آیا تھا۔

''چلو چھٹی ہوئی۔'' اس نے سر جھٹکا۔

''کب سے وہ لوگ تمہیں پریشان کررہے تھے؟'' زوار نے اونچی آواز میں پوچھا۔ وہ ڈر گئی اس کے مزاج کی سختی اور غصہ کل دیکھ چکی تھی۔ اس کی چپ پر وہ مزید بگڑا۔ ''اسی طرح چپ رہ رہ کر تم نے ان کی ہمت اتنی بڑھادی تھی کہ وہ راستے میں روکنے لگے تھے کل......

کلاس بدتمیزیاں بڑھ جاتیں تو پھر......" وہ اس بار لہجہ نرم کرکے بولا تھا۔

"کسی کی زیادتی کو ایک حد تک برداشت کرنا چاہیے وگرنہ وہ اسے اپنا حق سمجھنے لگتا ہے۔" وہ اسے ٹوک رہا تھا اس کی باتیں اس کی سمجھ میں کیا آتیں کالج پہنچنے پر شکریہ ادا کرتی وہ گیٹ پر اتری اور پھر اس کا شکریہ ادا کیے بغیر ہونقوں کی طرح گیٹ سے اندرونی منزل کی طرف چل دی تھی۔

"ہم انتظار کررہے ہیں اور محترمہ کالج آ بھی گئیں۔" نازیہ آدھے گھنٹے لیٹ پہنچی تھی اور آتے ہی برس پڑی، جواب میں اس نے کل کی ساری روداد سنادی۔

"یہ تو ہونا ہی تھا تم بزدل سدا کی...... اب تو خوش ہو۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"اس میں میرا کیا قصور...... انہیں خود بیچ رستے میں بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔" اس نے دبے لہجے میں احتجاج کیا۔

"ہوں...... فون پر تم بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھی، اب کون سا راستہ رہ جاتا ہے شریفانہ باقی...... جس سے آپ سے کوئی کلام کرے۔" وہ بگڑی۔ اسے کل کے واقعہ کا ازحد افسوس ہورہا تھا۔

"اب کیا یہاں بیٹھی ماتم ہی کرتی رہو گی مس کرن کا پریڈ شروع ہونے والا ہے چلو۔" رومیہ نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

"ہائے بے چارے عدی بھائی......" اس نے غمگین صورت بناتے ہوئے کہا تو اسے نا چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"چہرے کے زاویے تو ٹھیک کرلو یوں لگتا ہے ان کے بجائے تمہیں ہاتھ پڑا ہو۔" اس نے اسے چڑایا۔

"تم بہت ظالم ہو، کسی کی محبت اور پیار کا تمہیں ذرا حساس نہیں...... دیکھو تو یہ ہیں آج کی لیلیٰ اپنے محبوب کو پٹوا کر خوش ہورہی ہیں یہاں تو کسی کو وفا کی قدر ہی نہیں۔" وہ اٹھ کر اس کے ہمراہ چل دی۔ یہ سچ تھا ان لوگوں سے وہ بہت خوف زدہ تھی مگر یوں کسی کو پٹوانا اس کی سرشت میں شامل نہیں تھا۔ اسے افسوس ضرور تھا مگر کم از کم ان لوگوں سے اس کی جان چھوٹ گئی تھی یہ اچھی بات تھی۔

❁......❁......❁

ثمینہ بیگم کب سے شہریار کے لیے اپنے بھائی کی بیٹی کو سوچے بیٹھی تھیں جس کا ذکر وہ آتے جاتے سب ہی کے گوش گزار کرچکی تھیں مگر شہریار کی اڑان ثوبیہ پر آن ٹھہری تھی، اس نے جاب لگتے ہی ماں سے اپنی پسند کا اظہار کردیا تھا اور صاف کہہ بھی دیا تھا۔

"اگر شادی کروں گا تو اپنی پسند سے ورنہ آپ اپنی مرضی کرنا چاہتی ہیں تو احرار کی کردیں۔" اس کے دوٹوک جواب نے جہاں ثمینہ مامی کو دکھی کیا تھا وہیں گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑا دی تھی، اچھی جاب کے ساتھ سلجھی طبیعت کے شریف لڑکے کون نہیں چاہتا، زرینہ بیگم جٹھانی سے ہزار اختلاف کریں مگر شہریار کی طبیعت و عادت کی گرویدہ تھیں اس لیے اس رشتے پر جی جان سے راضی تھیں رومیہ کو اسی دوران احساس ہوا محبت کے خوب صورت رنگ چہرے پر اترتے ہیں تو خوب صورت انسان حسین لگنے لگتا ہے جیسے ثوبیہ، شہریار کی محبت سے کتنی خوش باش دکھ رہی تھی اور پوری مسرت و دلجمعی کے ساتھ شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی کیونکہ ثمینہ مامی بیٹے کی ضد کے آگے ہار مان بیٹھی تھیں۔ اب کھلم کھلا انکار بھی نہیں کرسکتی تھیں کیونکہ بیٹے کے ساتھ میاں کی رضامندی بھی بھتیجی کے حق میں تھی۔ یوں چاہے پورے دل سے نہ سہی مگر وہ تیاریوں میں مگن تھیں اور رومیہ اس لیے خوش تھی کہ

شادی کے ان بکھیڑوں میں تھوڑی تفریح مل جاتی اور لگی بندھی روٹین سے جان چھوٹ جاتی مگر رومیہ کے لیے آنے والے رشتے نے گھر میں کھلبلی مچادی تھی۔

کون ہے، کہاں سے آیا ہے کس برادری سے ہے کیا کرتا ہے؟ کے سوالات نے کلثوم بیگم کو گھیر لیا جو خود فکر میں گھری بیٹھی تھیں رومیہ کے سلسلے میں اکیلے فیصلے کرنے کا انہیں کب اختیار حاصل تھا۔ وہ اکرام الدین کی آمد کی منتظر تھیں جس نے فون پر کہا تھا کہ وہ جلد ہی چکر لگائے گا اب کراچی سے حیدرآباد کا فاصلہ ہی کتنا تھا مگر شاید وہ ہمیشہ کی طرح اپنی ذمہ داریوں سے نظریں چرائے ہوئے تھے۔ ایسے میں رومیہ کو مجرمانہ سی شرمندگی گھیرے ہوئے تھی۔ وہ سوچتی اس کے ابا ہی ایسے انسان تھے یا پھر اس کی قسمت بھی ماں کی طرح خراب تھی جو ایک بھی خوشی نہیں دیکھ پارہی تھی۔

"اگر لڑکا اچھا ہے تو آپ ہاں کر کے بات پکی کردیں۔" وہاب احمد نے ایک شام چڑتے ہوئے انداز میں کہہ کر بات ختم کرنا چاہی۔

"مگر اس کے باپ کی اجازت کے بغیر ہم کس طرح......" کلثوم بیگم نے کہنا چاہا۔

"باپ ہونے کا کون سا فرض ادا کررہا ہے وہ، سال میں کتنے چکر لگاتا ہے بیٹی سے ملنے کے لیے، محبت ہوتو آئے بھی...... وہ تو اس کو ہمیں دے کر بھول گیا ہے، آپ بھی اسے اپنی اولاد سمجھ لیں اور رشتہ اچھا ہے تو دیکھ بھال کر کے ہاں کردیں اب اس کے انتظار میں کیا رشتے رکے رہیں گے۔" وہ سخت خفا ہورہے تھے۔

"پھر بھی دنیاداری کے لیے رشتے نبھانے پڑتے ہیں۔" کلثوم بیگم منمنائیں، شوہر کے غصے سے وہ بھی خائف رہتی تھیں وہ اپنے ساتھ دوسروں کا بھی بلڈ پریشر بڑھانے کی صلاحیت بخوبی رکھتے تھے۔

"بھاڑ میں گئی دنیاداری اور لوگ کان کھول کر سن لو کلثوم بیگم اگر وہ نامعقول آج نہیں آیا تو یا یہ رشتہ طے کردو وگرنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا، حد ہوگئی بچپن سے پال پوس کر بڑا ہم نے کیا اور سارے حقوق اسی ناخلف انسان کے ہوگئے۔" وہ لاٹھی ٹیکتے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ کلثوم بیگم ان کے پیچھے چھالیہ کترتی پریشان بیٹھی رہیں انہیں یہی فکر کھائے جارہی تھی اگر اکرام الدین کل تک نہیں آیا تو پھر کیا ہوگا؟ سوالیہ نشان ان کی آنکھوں کے آگے بن بن کر مٹ رہے تھے۔ خلاف توقع اکرام الدین کی اسی شام آمد ہوگئی مگر وہ اس رشتے پر رضامندی دینے نہیں آئے تھے وہ رومیہ کو اپنے ساتھ لے جانے آئے تھے ان کے انوکھے مطالبے پر جہاں کلثوم بیگم ہک دک رہ گئیں وہیں وہاب احمد انہیں غصے سے گھورتے رہے۔

"جب اس بچی کو تمہاری ضرورت تھی تب بھی تم نے اسے اپنی شفقت اور محبت سے نہیں نوازا آج یوں اچانک محبت کیوں پھڑک اٹھی ہے...... کیا راز پوشیدہ تھا اس میں؟" وہ سوچوں میں بظاہر الجھے ہوئے تھے۔

"یوں اچانک لینے آگئے ہو...... ہم تو اس کا رشتہ طے کرنے والے تھے۔" کلثوم بیگم نے انہیں جتانا چاہا۔

"بس اماں...... وہ بیچاری بیمار رہتی ہے اسے ایک ساتھی کی ضرورت ہے جو بچوں کو دیکھ بھال کرے، گھر کے کام کاج میں اس کی مدد کرا سکے، رہ گئی شادی کی بات ابھی تو رومیہ بہت چھوٹی ہے، چار پانچ سال سے پہلے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا۔" انہوں نے بیزاری دکھائی۔

"یہ کہو...... نوکرانی کی ضرورت تھی اس لیے بچی کو لینے آگئے۔" کلثوم بیگم رنج وافسوس سے بولیں۔

"اس طرح تو نہ کہیں اماں..... گھر کے کام کرنے سے کوئی نوکر تھوڑی ہو جاتا ہے پھر وہ اس کے اپنے بہن بھائی ہیں۔" وہ احتجاجاً کمزور لہجے میں صفائی دینے لگے۔

"ابھی تو اس کے انٹر کے ایگزام ہونے والے ہیں پھر اگلے مہینے شہریار اور ثوبیہ کی شادی ہونے والی ہے۔ دو ماہ سے پہلے تو میں اسے ویسے بھی نہیں بھیجنے والی رہ گئی رشتے کی بات شادی چاہے چار سال بعد کر دینا پہلے لڑکے کو دیکھ لو اچھا، شریف اور برسر روزگار ہے۔" وہ اس کی خوبیاں گنوانے لگیں مگر وہ اپنی جگہ ٹھس بیٹھے رہے، انہیں نہ تو رومیہ کی شادی کے ذکر میں دلچسپی تھی اور نہ ہی لڑکے کی خوبیوں سے، انہیں گزرتا وقت پریشان کیے ہوئے تھا۔ وہ کسی کام کے سلسلے میں کراچی آئے تھے تو یہاں بھی آ گئے اور مدعا پورا نہ ہونے کی صورت انہیں جانے کی جلدی سوار ہوگئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں دو ماہ بعد آؤں گا اسے لینے۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بتا بھی دیا تھا کہ دو ماہ بعد وہ انکار نہیں سننے گے۔ ہر صورت رومیہ کو لے جائیں گے۔

"اس رشتے کا کیا کروں تم تو ہوا کے گھوڑے پر سوار آتے ہو۔" وہ خفگی سے گویا ہوئیں۔

"منع کر دیں...... ابھی بچی کی عمر ہی کیا ہے۔" انہوں نے بیزار سے کہا تو وہ تاسف سے سر ہلانے لگیں۔

"شاباش ہے بیٹا...... مجھے تم سے ایسی ہی توقع رکھنی چاہیے تھی۔" ان کے لفظوں پر وہ چند ثانیے کے لیے شرمندہ ہوئے اور پھر سلام کر کے اٹھ گئے۔ ان کے جاتے ہی وہاب احمد نے طنزیہ کہا۔

"مل گیا جواب...... میں کہہ دیتا ہوں یہ نامعقول شخص نہ تو بچی کے مستقبل میں دلچسپی رکھتا ہے اور نہ ہی اس کی خوشیوں میں، اتنے عرصے بعد بیٹی کا خیال آیا بھی تو محض اس لیے کہ زوجہ محترمہ بیمار ہیں ہنہہ......" انہوں نے سر جھٹکا۔

"آپ ہی اس وقت کچھ کہہ دیتے۔" کلثوم بیگم کو اس وقت ان کا طنز قطعی اچھا نہیں لگا۔ وہ رومیہ کے جانے کے تصور سے غمگین بیٹھی تھیں، ابھی نہ سہی دو ماہ بعد سہی وہ اسے اپنے ساتھ لے جاتے کیونکہ وہ حق رکھتے تھے پھر نجانے ملوانے لاتے بھی یا وہ اس کی صورت کو ترس جاتیں، انہیں ابھی سے ہول اٹھ رہے تھے۔ وہ بار بار اپنا دوپٹا آنسوؤں سے بگھو رہی تھیں، بیٹی کے بعد بیٹی کی اولاد میں ہی انہوں نے ساری زندگی گزار دی تھی اور ویسے بھی انہیں رومیہ سے جو دلی لگاؤ اور محبت تھی وہ اپنے دیگر پوتے اور پوتیوں سے نہیں تھی۔ ایسی بن ماں کی بچی سے انہیں قدرتی محبت اور انسیت تھی۔ رومیہ جب کچن سے فارغ ہو کر کمرے میں آئی تو ابا خلاف توقع جلد ہی جا چکے تھے اور ان کے پیچھے نانی اپنی آنکھیں گیلی کر رہی تھیں، بڑے ماموں اصغر انہیں سمجھانے کے فرائض ادا کر رہے تھے جبکہ بیچ میں بڑی مامی ثمینہ بھی بول کر اپنا فرض ادا کر رہی تھیں، اسے چند ثانیے تو یہ سمجھنے میں لگے کہ آخر بات کیا ہے پھر جب سمجھ میں آیا تو انجانے اندیشے ستانے لگے، یہاں سے کہیں اور جانے اور رہنے کا تصور ہی خاصا ہولناک تھا۔ جو شخص اتنی دور رہتے ہوئے محبت نہ رکھتا ہو وہ اپنے ساتھ لے جا کر نجانے اسے کن کاموں میں مبتلا کرتا وہ وہاں جانے اور رہنے کے خیال سے ہی خوف زدہ ہوگئی تھی۔ شروع سے جس عورت کو ماں کے روپ میں نہیں دیکھا تھا جو اتنے سالوں میں کبھی ملنے نہیں آئی تھیں اب اچانک اسے یوں لینے آ جانا اور بعد اصرار لے جانے کا تقاضا اسے بھی پریشان کیے دے رہا تھا۔

"اب کیا ہوگا نانی؟" وہ ایک ہی سوال نجانے کتنی بار کرچکی تھی اسے اپنے ذہنی خلجان میں خود اس کا احساس نہیں ہوا تھا کلثوم بیگم جو خود اس کی جدائی کے خیال سے دل چھوٹا کیے ہوئے تھیں کھینچ کر اسے سینے لگاتے ہوئے بھیگے لہجے میں بولیں۔

"میں ہوناں ابھی...... تو کیوں فکر کرتی ہے یہ کوئی بات ہے آ کے حق جمائے...... اس سے پہلے کہاں تھا؟ میں اپنی بچی کو یوں جانے نہیں دوں گی۔" وہ اس کے ساتھ خود کو بھی دلاسہ دے رہی تھیں جبکہ اس کے ذہن میں اصغر ماموں کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"اماں آپ خوامخواہ دل چھوٹا کررہی ہیں یہ تو اچھی بات ہے وہ اتنے سالوں بعد اسے لے جانے کی بات کررہے ہیں اور پھر شادی بڑی ذمہ داری کی بات ہے انسان اپنے طور پر بھلا ہی دیکھتا ہے اگر خدانخواستہ برا ہوجائے تو یہ الزام بھی ہمارے سر آئے گا کہ ایک نواسی تھی اس کی شادی بھی دیکھ بھال کرکے نہ کی۔ بلاوجہ کیوں کسی کی بددعائیں لیں، اب وہ اس کا باپ ہے اس کے اچھے برے کا ذمے دار جو چاہے کرے۔" انہوں نے لاتعلقی و بے نیازی سے کہا تھا۔

"واہ بیٹے کس آسانی سے تم نے ہاتھ جھاڑ کر فلسفہ جھاڑ دیا، قسمت اور نصیب تو کسی کو بھی پتا نہیں ہوتے، اپنے طور پر اتنے سال پالا، رکھا تو دیکھ بھال کرکے ہی اس کا فرض بھی ادا کریں گے، انسان کسی کے ساتھ رہتا ہے تو اسی سے بھی دلی وابستگی ہوجاتی ہے، یہاں تو وہ بھی دکھائی نہیں دیتی، رشتے خود غرضی کی چادر میں لپٹے نظر آتے ہیں، تم سمجھتے ہو اگر اس کی شادی ہمیں کرنا پڑی تو تمہیں جہیز نہ دینا پڑ جائے تو فکر نہ کرو تم پر کوئی بار نہیں ہوگا۔" انہوں نے تلخی و افسوس سے کہا تو ثمینہ مامی تن فن کرتی اٹھ کر چلی گئیں اور ماموں کو شاید اپنے رویے یا لفظوں کی بدصورتی کا احساس ہوگیا تھا، وہ دم سادھے بیٹھے رہے۔ کلثوم بیگم اپنی بیٹی کے نہ ہونے کا دکھ منائی رہیں، اتنے سالوں بعد اسے بھی پہلی بار اپنی ماں کے نہ ہونے کا احساس ستایا تھا اگر وہ زندہ ہوتیں تو شاید معاملات اور ہوتے۔

❁......❁......❁

"تم یہاں سے چلی جاؤ گی؟" ندا نے تاسف سے پوچھا۔

"تمہیں ہم بہت مس کریں گے۔" رومانہ آپی سدا کی خوش مزاج اور نرم طبیعت کی تھیں وہ اوروں کی نسبت اس کا خیال بھی زیادہ رکھتی تھیں، اس وقت بھی دلی اظہار میں انہوں نے دیر نہیں لگائی تھی جبکہ وہ چپ بیٹھی تھی شہریار بھائی اور ثوبیہ کی شادی کی ساری خوشی اکارت ہوگئی تھی اسے جانے کی فکر نے اداس کردیا تھا۔

"ابھی تو کافی دن ہیں، تم ابھی سے کیوں دیوداس بن رہی ہو۔" ثوبیہ نے اسے چھیڑا۔

"بھئی دیکھو وہ تمہارا نیا گھر ہوگا...... یہاں کی نسبت تمہیں وہاں زیادہ فائدہ حاصل ہوگا، ابھی تو امی اور تائی تمہارے فراق میں پریشان رہتی ہیں، وہاں کوئی تنقید کرنے والا نہیں ہوگا، تم اپنی مرضی سے کھانا سونا اور جو دل چاہے کرنا کوئی تمہیں وہاں سے نکالنے والا نہیں ہوگا، وہ تمہارا اپنا گھر ہوگا۔" ثوبیہ نے مزے سے کہا، اس کی نظروں میں اپنے ماں اور تائی کے رویے تھے، وہ کس طرح ایک سیکنڈ میں اسے جھڑک دیتی تھیں، نوکروں کی طرح اس سے کام لیتی تھیں، اس کے باوجود دل سے یہی چاہتی تھیں کہ وہ اپنے گھر چلی جائے یہاں ان پر بوجھ بن کر نہ رہے اس کی رائے سے وہ بھی متفق تھی مگر یہاں کی نسبت وہاں وہ صرف اپنے والد کو جانتی تھی اس کے علاوہ اس نے کبھی نفیسہ بیگم (سوتیلی ماں) اور ان کے چاروں بچوں کو کبھی

دیکھا نہیں تھا اور نہ ہی اکرام صاحب کبھی انہیں ملوانے لے کر آئے تھے وہ کس طبیعت کی تھیں اور کیا مزاج رکھتی تھیں وہ ان سب سے انجان تھی۔

یہاں نانی تھی جو اس سے بے حد محبت کرتی تھیں ماموں کے برے رویے پر ان کے محبت بھرے مشفقانہ رویے اسے بکھرنے نہیں دیتے تھے تو وہاں کون اپنا تھا سگا باپ بھی کتنا اجنبی تھا کوئی اس سے پوچھتا۔ اس کی رائے سے قطع نظر سب یہی سوچ بیٹھے تھے کہ امتحانات اور ثوبیہ کی شادی کے بعد وہ وہاں سے چلی جائے گی۔ اس لیے بڑھ چڑھ کر اس کی دل جوئی کر رہے تھے، نانی کے علاوہ شادی کے لیے دو سوٹ مزید اس کے تیار کیے گئے تھے جس میں سے ایک سوٹ برأت کے لیے چھوٹے ماموں نے بنوا کر دیا تھا اور دوسرا بڑے ماموں نے ولیمے کی نیت سے، ان کی یہ محبتیں اور لگاؤ بھی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا اس مرحلے پر وہ بہت دلبرداشتہ تھی۔

اکرام الدین کی عدم توجہ اور دلچسپی پر پہلے ہی انکار کر دیا گیا تھا۔ جس پر نازیہ نے اس کے گھر والوں کی عقل پر کافی ماتم کیا تھا۔

''اچھے رشتے مشکل سے ملتے ہیں اور تم لوگ نجانے کیا سوچ بیٹھے ہو، عدی بھائی بہت اچھے انسان ہیں۔'' اس کے لفظوں پر اسے مسکراتی آنکھوں والا وہ شخص یاد آیا جو اکثر اسے سر راہ مل جایا کرتا تھا مگر اب جب سے زوار نے ان لوگوں کی کلاس لی تھی وہ اس کے راستے میں نہیں آیا تھا اور نہ ہی دور سے کہیں دکھائی دیتے تھے۔ وہ جہاں خوش تھی وہیں جانے کے خیال سے پریشان بھی تھی نازیہ کو وہ اپنی ان الجھنوں سے آگاہ نہیں کر سکتی تھی، اس نے کبھی بھول کر بھی اس کے سامنے یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ اس کے والد اس سے اس قدر لاتعلق ہیں۔ ایک بھرم سا اس نے بنایا ہوا تھا اور وہ اسے ہر صورت قائم رکھنا چاہتی تھی۔ رشتے کی بابت اس نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی تھی۔

''جو بڑوں کی مرضی ہوگی وہی فیصلہ ہوگا۔'' اور نازیہ تب سے اس کی اور اس کے بڑوں کی عقل کا ماتم کیے ہوئے تھی۔ کالج آف ہوا تو نازیہ اور وہ ساتھ ہی کالج سے باہر آئی تھیں وہ شخص لڑکیوں اور لوگوں کے ہجوم میں اسے اپنے قریب آتا محسوس ہوا وہ لمحہ بھر کو گھبرائی کسی بھی لمحے زوار بھائی آتے ہوں گے اور یہ شخص کسی سزا کی طرح اس کے سر پر سوار تھا اس نے مڑ کر نازیہ سے مدد لینی چاہی جو خلاف توقع پیچھے سے غائب ہو گئی تھی اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے ایک لمحے کو اس شخص کو دیکھا جو دو ماہ بعد پھر نظر آیا تھا کسی اداس غمگین غزل کی صورت دکھائی دے رہا تھا۔

''آپ نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کبھی اپنی ذات سے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہا۔'' اس نے کہا۔

''اگر یہ سب تھا تو وہ کیا تھا؟ صبح ہی صبح پیچھا کرنا۔'' وہ چاہتے ہوئے بھی کہہ نہ سکی بس سوچ کر رہ گئی۔

''اب تو آپ کے کہنے کے مطابق شریفانہ طریقہ بھی اختیار کر لیا تھا مگر...... اب بھی کوئی سنوائی نہیں ہے۔ آخر مجھ میں کیا کمی یا کیا برائی ہے؟'' وہ سراپا احتجاج بنا ہوا تھا۔ اور رومیہ اتنی ہی گھبرائی اور حواس باختہ، اتنے لوگوں کی بھیڑ میں وہ اپنی کھتا سنا رہا تھا۔ وہ کس طرح اس سے دامن چھڑاتی مجبوریوں کا رونا روتی یا پھر اصل بات کہہ کر جان چھڑائی...... ہاں یہی ٹھیک ہے اس نے پل بھر کو سوچا اور کہہ دیا۔

''دراصل ہماری فیملی میں غیروں میں رشتے نہیں ہوتے ان باتوں کو بھول جائیں مجھ سے اچھی اور بہتر لڑکیاں آپ کو مل جائیں گی۔'' اس نے کہہ کر قدم بڑھائے تھے کہ سامنے ہی بائیک لیے زوار بھائی موجود تھے خشمگیں نگاہوں سے رومیہ اور عدنان کو

گھورتے ہوئے وہ اسے شرمندگی کے پاتال میں ڈبو گئے تھے بڑی مشکل سے اپنے بھاری قدموں کو اٹھاتی وہ ان تک پہنچی تھی۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ؟" انہوں نے کسی کی پروا کیے بغیر غصے سے پوچھا تو وہ خوف سے لرز کر رہ گئی۔

"کچھ...... کچھ نہیں۔" اس کی پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"کیا تم بھی اس میں انوالو ہو؟" وہ اس بار اس کی زرد پڑتی رنگت کو دیکھ کر نرمی سے بولے، وہ بہ مشکل نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"نہیں......"

"اگر ایسا ہے تو کہو...... اقرار کرو میں گھر والوں کو منالوں گا، وہ اس کا رشتہ ایکسپٹ کرلیں گے مگر یوں بازاروں میں سر راہ ملاقاتیں مجھے پسند نہیں اور نہ ہی میں اس کی اجازت دوں گا۔" انہوں نے تنفر سے کہا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے زوار بھائی......" وہ منمنائی۔

"اگر ایسا کچھ نہیں ہے تو پھر وہ بار بار تمہاری طرف کیوں دیکھتا ہے، کیوں تمہارا پیچھا لیے ہوئے ہے؟" انہوں نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"ایسا تو وہ خود کررہے ہیں میں نے تو نہیں کہا انہیں ایسا کرنے کے لیے۔" رومیہ نے پریشانی سے کہا۔

"پھر بھی کہیں کچھ ہوتا ہے تو افسانہ بنتا ہے۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن اگر کوئی خود سے افسانہ بنالے تو...... دوسرا شخص کیا کرتے وہ اپنی گواہی کہاں سے لائے جو اسے بے گناہ ثابت کرے۔" زوار کے کہے الفاظ تھے کہ ایک حد تک زیادتی برداشت کرنا چاہیے اور اس کے لفظوں کے سہارے ہی وہ اتنا ہی بول پائی، زوار نے اس کے چہرے کو چند ثانیے کے لیے دیکھا۔ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہوتا چہرہ جس پر ہلکی سی خفگی اور تاسف جھلک رہا تھا۔ اس کا کردار اس کے سامنے تھا پھر کس بات نے اسے مشکوک کردیا تھا لمحہ بھر کو اسے اپنی سوچ پر شرمندگی ہوئی۔

"ایم سوری......" اس نے رومیہ سے کہا جو چپ کھڑی تھی۔

"اب گھر چلنا ہے یا یہیں کھڑے رہنا ہے؟" اسے یوں ہی کھڑے دیکھ کر زوار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ٹوکا تو وہ چونک کر اس کے پیچھے آ بیٹھی۔ وہی سفر تھا، وہی منزل تھی مگر زوار بھائی کے مشکوک لب و لہجے نے اسے دکھ پہنچایا تھا۔

"سب کچھ ان کے سامنے تھا اس کے باوجود بھی......" وہ لب کاٹتے ہوئے سر جھٹک کر رہ گئی۔

"کیا ابھی تک ناراض ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اس بار وہ مطمئن ہوگئے۔ زوار کے ساتھ اس کو آتے دیکھ کر زرینہ بیگم کی تیوریوں پر بل گئے تھے۔

"اور کب تک کالج جاتی رہو گی۔ اگلے مہینے سے ثوبیہ کی شادی کے ہنگامے شروع ہورہے ہیں گھر بیٹھو۔" انہوں نے حکم سنایا۔

"اور تمہارے کیا ارادے ہیں اس معاملے کو کیوں بیچ میں لٹکا رکھا ہے؟" انہوں نے زوار سے دوٹوک انداز میں پوچھا جو کلثوم بیگم کے برابر تخت پر جم گیا تھا۔ رومیہ کتابیں لے کر کمرے میں چلی گئی تھی۔ مامی غصے میں دکھائی دے رہی تھیں جب سے زوار نے ان کے بتائے ہوئے رشتے سے انکار کیا تھا تب سے روز ہی گھر میں ان کی اور زوار سے بحث ہوتی تھی پہلے تو وہ اسے اپنے طور پر سمجھاتی رہی تھیں اب معاملہ بڑوں کے بیچ لاکر اس پر زور دلوا رہی تھیں تا کہ وہ مان جائے

مگر وہ بھی ان کا ہی بیٹا تھا مان کر نہیں دے رہا تھا۔
"امی آپ نے ہانیہ کے سلسلے میں اپنی ضد پوری کرلی اس کا کہیں اور رشتہ طے ہوگیا، محض آپ کی سوچ اور ضد نے مجھ سے میری خوشیاں چھین لی اب آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں میں سر جھکا کر آپ کے بتائے ہوئے آپشن کو مان لوں گا ایسا نہیں ہوگا، میری شادی کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔" اس نے بیزاری سے حتمی لہجے میں کہا۔
"اس طرح نہیں کہتے بیٹے ہوسکتا ہے اس سے بہتر لڑکی تمہارے نصیب میں ہو۔" کلثوم بیگم نے پوتے کو ٹوکنا ضروری سمجھا۔
"ہوسکتا ہے مگر اس وقت تو دل کو وہی ضروری لگ رہی ہے جسے آپ کی بہو کی ضد نے غیر ضروری کردیا۔" وہ بجھے ہوئے لہجے میں بولا۔
"دیکھ رہی ہیں اماں آپ اسے...... نہ شرم ہے نہ اپنے بڑوں کا لحاظ منہ بھر کر کہہ دیا جو کہنا تھا۔" اس کے تبصرے پر وہ بری طرح تپ گئیں۔
"امی میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا، آپ نے اپنی مرضی کرنی تھی سو کرلی، اب مجھے اپنی زندگی جینے دیں جب شادی ضروری لگے گی کرلوں گا مگر اس وقت بھی لڑکی میری پسند کی ہوگی۔" وہ انہیں جلا کر مسکرا دیا، زرینہ بیگم غصے میں بڑبڑ کرتیں اوپر چلی گئیں اور کلثوم بیگم پوتے کو تاسف سے دیکھنے لگیں۔
"کیوں ماں کو پریشان کرتے ہو، جب اس لڑکی کا رشتہ طے ہوگیا ہے تو بیٹا تم بھی مان جاؤ اچھا ہے ثوبیہ کے ساتھ تمہاری بھی ہوجائے۔"
"دادو...... شادی کے بغیر بھی زندگی گزر جاتی ہے سارے رنگ ختم نہیں ہوجاتے۔" اس نے اپنا فلسفہ بگھارا۔
"شادی بھی زندگی کے لیے ضروری فرائض میں شامل ہے، اپنی بچیاں اتنی اچھی ہیں مگر کسی کو دکھائی دیں تب بات ہے۔" وہ افسردہ ہوئیں آج کل رومیہ کے جانے کا خوف ان کے سر پر سوار تھا۔ اٹھتے بیٹھتے یہی فکر طاری رہتی تھی، کسی طور اسے روکنے کا سبب بن جائے۔ جس طرح شہریار نے ثوبیہ کو پسند کرنے کی ضد باندھی تھی کہ یہ نہیں تو کوئی اور نہیں اسی طرح احرار یا زوار میں سے رومیہ کے لیے بھی کوئی پوتا اس طرح کرلیتا تو وہ شاید بات بن جاتی پر وہ ایسا صرف سوچ سکتی تھیں۔
"دادو...... ایسی باتیں کریں گی تو امی آپ سے بھی ناراض ہوجائیں گی۔" وہ ان کی بات سمجھ کر ہولے سے مسکرایا۔
"ہوتی ہے تو ہوجائے خیر سے اپنی بچیاں اتنی پیاری ہیں مگر......" وہ کہتے ہوئے چپ ہوگئیں۔ رومیہ اندر آ کر ان سے کھانے کا پوچھ رہی تھی اسے دیکھ کر ان کا دل ایک بار پھر بھر آیا۔
"نہیں بچی تم ہی کھالو...... میرا من نہیں کررہا۔" وہ اس کے جانے کے تصور سے اداس تھیں۔
"کیوں...... کیا ہوا؟" انہیں رنجیدہ، اداس دیکھ کر وہ پریشانی سے ان کے برابر بیٹھ گئی۔
"کچھ نہیں، تیرے جانے کا خیال دل نوچتا رہتا ہے، کس طرح تیرے بغیر رہ پاؤں گی۔" ان کی آنکھیں بھیگتے دیکھ کر وہ بھی رونے کا پروگرام شروع کرنے والی تھی تب ہی زوار نے ٹوک دیا۔
"اٹھو فوراً۔" وہ رومیہ کو ڈپٹ کر بولا۔
"جا کر کھانا گرم کرکے لاؤ تم کسی کو کیا تسلی دو گی الٹا بی پی بڑھاتی رہتی ہو۔" اس نے سختی سے اسے ٹوکا۔ وہ جو رونے کا ارادہ کرنے والی تھی اس کی ڈانٹ پر اپنے آنسو چھپاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ یہ بات شروع سے طے تھی دوپہر کا کھانا بڑی ماما دیا کرتی تھیں اور

شام کو چھوٹی مامی کی طرف ہوا کرتا تھا۔ ناشتہ سب مل کر ایک ساتھ بیٹھ کر کیا کرتے تھے۔

"رومی تم آ گئیں، کھانا کھا لو پھر میں تمہیں اپنی شاپنگ دکھاؤں گی۔" ندا اسے دیکھ کر خوشی سے بولی اور ابھی کچھ عرصے پہلے وہ بھی ایسی ہی خوشی تھی مگر اب تو جسے دل ہی بجھ گیا تھا نہ تو کوئی بات دل کو خوش کرتی تھی اور نہ ہی کسی بات سے خوشی کا احساس جاگتا تھا۔ اکرام الدین کے ساتھ جانے اور وہاں رہنے کے خیال نے اس کی نیندیں اڑا دی تھیں، کہنے والے کہتے تھے نفیسہ بیگم بلا کی بدمزاج اور لڑاکا تھیں، ان کے رویے کے سبب ہی اکرام الدین نے کبھی بچی کو وہاں لے جانے کی کوشش نہیں کی تھی مگر اب وہ لینے آ گئے تھے اور کوئی روکنے والا نہیں تھا سوائے نانی کے جو اس سے از حد محبت رکھتی تھیں اور وہ خود بھی کب وہاں جانا چاہتی تھی۔

"کیا بات ہے چپ...... چپ لگ رہی ہو کیا زوار نے ڈانٹا ہے؟" ندا یہی سمجھی کیونکہ وہ اس کے ہمراہ ہی کالج سے آئی تھی اور وہ ابھی تک دادو کے کمرے میں موجود تھا۔

"وہ بھلا کیوں ڈانٹیں گے۔" رومیہ نے برتن ٹرے میں رکھتے ہوئے سرسری سا کہا۔

"ہاں بھئی...... اب تو تم خاص الخاص بن گئی ہو، تمہارے لیے وہ اپنے قیمتی وقت میں سے گنجائش نکال رہے ہیں، وہ ہمیں ڈانٹ سکتے ہیں تمہیں تو صرف لا اور لے جا سکتے ہیں۔" ندا نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ شوخی سے کہا تو وہ بیزارگی سے بولی۔

"تم بھی نجانے کیا کیا سوچتی ہو ندا۔" وہ سر جھٹکتی ٹرے لے کر وہاں سے نکل آئی۔

"زوار بھائی اور میں...... کبھی چاند بھی زمین پر اترا ہے یہ تو ایسی ہی خواہش ہے۔" وہ کمرے میں آئی تو کلثوم بیگم اسے دیکھ کر چپ ہو گئیں زوار اٹھ کر چل دیا۔ اسے ماحول میں در آنے والی یہ پراسراری خاموشی کھٹک رہی تھی مگر وہ نانو سے پوچھ نہ سکی خاموشی کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

کلثوم بیگم کی کئی روز سے طبیعت ناساز تھی وہ آخری پرچا دے کر لوٹی تو زوار اسے ہاسپٹل لے آیا۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں زوار بھائی؟" وہ حیران پریشان ان کے ساتھ چلتی پوچھ رہی تھی مگر زوار خاموش تھا کوریڈور میں ہی وہاب احمد کے ساتھ کھڑے دونوں ماموں اور مامیوں کو دیکھ کر اسے صورت حال غیر یقینی سی محسوس ہونے لگی۔

"نانو کہاں ہیں؟" اس نے بے اختیار نانا سے سوال کیا۔ وہ اسے ساتھ لیے آئی سی یو کے قریب آئے اور گلاس وال کے پیچھے نظر آتا ان کا وجود مشینوں کے سہارے سانس لے رہا تھا۔ وہ بے اختیار نانا کے سینے سے لگ کر رو دی اسے کچھ ہونے کا احساس خوف میں مبتلا کر رہا تھا۔ جیسے وہ اب انہیں نہیں دیکھ سکے گی۔

"دعا کرو وہ بہت تکلیف میں ہیں، اللہ ان کے لیے آسانی کر دے۔" وہاب احمد اس کا سر تھپتھپانے لگے۔

"نہیں نانا...... میں ان کے بغیر کیسے رہوں گی؟ میں تو بالکل اکیلی ہو جاؤں گی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کے آنسوؤں نے ہر ایک شخص کو اشکبار کر دیا تھا۔ سب اسے تسلی دے رہے تھے مگر اس کا دل غم سے پھٹا جا رہا تھا۔

ایسی انہونی تھی جسے اس کا دل قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ اسے سمجھا بجھا کر گھر روانہ کر دیا گیا تھا۔ گھر آ کر بھی وہ روتی اور دعائیں کرتی رہی، کھانا پینا سب جسے بھول بیٹھی تھی، ایک ہی خوف دامن گیر تھا اگر نانی کو

کچھ ہوگیا تو اس کا کیا ہوگا۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب وہ گھر والے لوٹے تھے اور پھر بڑی مامی نے اس کے سر پر زرتار آنچل ڈال دیا تھا اس کا نکاح ہو رہا تھا زوار کے ساتھ اچانک اور فوری اس نے سن دماغ کے ساتھ ان کی باتیں سنیں اور نانا کہہ رہے تھے۔

"وہ جس کی فکر اور پریشانی کی وجہ سے اذیت میں تھیں زوار کے ساتھ اس کا مستقبل محفوظ ہو جانے کی صورت میں ان کی آسانی ہوسکتی تھی۔" اسے نانی کے وجود کے سوا کیا چاہیے تھا اور قسمت اسے کیا تھما رہی تھی ایسے شخص کا ساتھ جو شاید زبردستی راضی کیا گیا تھا۔

اس نے ڈوبتے دل و ذہن کے ساتھ دستخط کیے، اسے اور زوار کو ایک ساتھ ہاسپٹل لے جا کر کلثوم بیگم کو دکھایا گیا تھا۔ وہ بظاہر خوش اور ٹھیک دکھائی دے رہی تھیں دوپہر والی کنڈیشن نہیں تھی، انہوں نے اپنا لرزتا کانپتا ہاتھ رومیہ کے سر پر رکھ دیا تھا۔ وہ ان کا ہاتھ تھام کر رو دی، اسے محسوس ہوا ان کا ہاتھ غیر معمولی طور پر ٹھنڈا ہو رہا تھا اس نے نظریں اٹھا کر ان کے بوڑھے چہرے کو دیکھا جہاں زندگی معدوم ہوگئی تھی، اپنا فرض ادا کر کے خاموشی اور سکون کے ساتھ ابدی نیند سوگئی تھیں۔ اس کی آنکھوں کے آگے دبیز اندھیرا چھاتا چلا گیا تھا۔ اس کے گرتے وجود کو زوار نے تھاما تھا۔ کلثوم بیگم نے سچ کہا تھا وہ اسے اپنی زندگی میں اکرام الدین کے ساتھ بھیجنے کی روادار نہ تھیں مگر برا ہو اس تقدیر کا جو ہمیشہ ہی اپنا فیصلہ سناتی ہے ان کے سینے کی تکلیف بڑھتی چلی گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے فوری طور پر بائی پاس کا مشورہ دیا تھا۔ وہ سخت تکلیف اور اذیت میں تھیں ان کی جان جیسے رومیہ میں اٹکی ہوئی تھی وہاب احمد نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا تھا جس میں زوار نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ اس رات کلثوم بیگم خاموشی کے ساتھ اپنے ابدی سفر پر روانہ ہوگئی تھیں، اپنے پیچھے وہ بہت بڑی ذمے داری کا بار ان کے بوڑھے کندھوں پر ڈال گئی تھی، انہیں اکرام الدین کے ساتھ ناراض ہوتی بہو کو بھی سمجھانا اور منانا تھا جو زوار کے نکاح کے بعد خاموشی اختیار کیے بیٹھی تھیں اور اس نکاح میں بھی شریک نہیں ہوئی تھیں۔ تیسرے روز اکرام الدین کی آواز نے وہاب منزل میں ہلچل مچا دی تھی۔ وہ تعزیت کے لیے آئے تھے اور اس کے ساتھ وہ رومیہ کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے، وہاب احمد انہیں اپنے ساتھ کمرے میں لے آئے اور تمام حالات و واقعات ان کے گوش گزار کر دیے تھے۔ جسے سن کر وہ چپ ہوگئے انہیں اس کی شادی تو کرنی ہی تھی اب یہ فیصلہ وہ لے چکے تھے تو وہ اس پر بھی راضی بہ رضا تھے۔ انہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہاب احمد چاہتے تھے کلثوم بیگم کی اچانک موت سے جو شادی چھ ماہ کے لیے ٹل گئی تھی اس شادی میں رومیہ کو بھی زوار کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔

"لیکن وہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے۔" انہوں نے عذر پیش کرنا چاہا۔

"کوئی چھوٹی نہیں ہے، اس عمر میں پہلے شادیاں ہو جایا کرتی تھیں پھر خیر سے نکاح ہوگیا ہے، صرف رخصتی باقی ہے، تم زوار سے مل چکے ہو اچھا اور قابل بچہ ہے، چھ ماہ بہت ہوتے ہیں تیاری کے لیے جو تم دینا چاہو دے سکتے ہو ورنہ اس پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے، میرا جو کچھ ہے وہ رومیہ کا ہے اس کی نانی بھی اپنا سارا زیور اس کے لیے چھوڑ گئی ہے تم نہ بھی دو تو کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔" انہوں نے ان کا مطلب سمجھ کر کہا۔

"لیکن یہ یاد رکھنا یہ بچی اب تمہارے پاس ہماری امانت ہے۔" چلتے ہوئے انہوں نے اکرام الدین سے کہا۔ جو تابعداری کے ساتھ سر ہلا رہے تھے وہ

رومیہ اور زوار کو کچھ وقت دینا چاہتے تھے اس رشتے کو سمجھنے اور اس کی اہمیت جاننے کے لیے دوسرا وہ بہو کے بھی تیور دیکھ رہے تھے جو مسلسل رومیہ پر بگڑی بیٹھی تھیں، وہ ان کی تلخی و ترشی سے اسے بچانا چاہتے تھے اس لیے بھی اسے اکرام الدین کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ تھے انہیں زوار کے رویے سے بڑی ڈھارس تھی جو ہر مرحلے پر ان کا بازو بنا ہوا تھا۔ اگر وہ اس عجلت بھرے فیصلے میں ان کا ساتھ نہ دیتا تو شاید وہ کبھی رومیہ کا مستقبل محفوظ نہ کر پاتے، اس سلسلے میں وہ اپنے پوتے کے شکر گزار تھے جو طبیعت کی گرم مزاجی کے باوجود اندر سے بہت نرم دل اور حساس تھا۔

"اب وہی تمہارا گھر ہے، ان بولوں کو اپنا سمجھنا، میری صحت نے اجازت دی تو میں ایک یا دو ماہ کے بعد تم سے ملنے آؤں گا۔" رومیہ کی آنسو بھری آنکھیں ان کو تڑپا رہی تھیں۔ وہ سخت ہراساں اور پریشان لگ رہی تھی۔ انہوں نے پیار سے اسے سینے سے لگاتے ہوئے تسلی دی وہ تو یہی سوچے بیٹھی تھی کہ اس نکاح کے بعد شاید اس کا وہاں جانا ٹل جائے گا۔ اب اس کی زندگی کسی اور سے وابستہ ہوگئی تھی مگر نانا از خود اسے اکرام الدین کے حوالے کر رہے تھے۔ نکاح اور اس سے وابستہ کسی رشتے کا کہیں کوئی نام یا احساس تک نہیں تھا۔ اس کے جانے کی خبر پر سب ہی اس سے ملنے آ گئے تھے مگر چھوٹی مامی نیچے نہیں آئی تھیں اور نہ ہی ان تین دنوں میں زوار دکھائی دیا تھا، ثوبیہ اور ثانیہ کے رویے گزارہ لائق تھے نانا کے سمجھانے پر وہ جانے سے پہلے مامی سے ملنے اوپر آئی تھی اسے دیکھ کر زرینہ مامی کے چہرے کے تاثرات بگڑ گئے تھے۔

"جس کے لیے آئی ہو وہ آفس گیا ہوا ہے۔" ان کی بات پر اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔

"مامی میں ابو کے ساتھ گھر جا رہی ہوں اللہ حافظ کہنے آئی تھی۔" وہ بہ مشکل کہہ سکی۔

"اللہ حافظ کہنے کا تو بہانہ ہے میں اچھی طرح تمہارے لچھن جانتی ہوں کالج آتے جاتے تم نے کس طرح میرے فرماں بردار بیٹے کو مجھ سے بدظن کر دیا، اس نے اتنے اہم فیصلے میں میری رائے لینا بھی ضروری نہیں سمجھا، خود ہی سارے معاملات نمٹا لیے اور اب تم معصوم بنی میرے سامنے کھڑی ہو نکلو یہاں سے۔" انہوں نے سارے لحاظ بالائے طاق رکھ کر اس کا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دیا۔ ثوبیہ نے ماں کو روکنا چاہا مگر وہ اس وقت بپھری ہوئی موجوں کی طرح تھیں رومیہ لرزتی ٹانگوں اور بھری آنکھوں کے ساتھ نیچے آ کر سامان سمیٹنے لگی۔ وہ سمجھ گئی تھی جو فیصلہ عجلت میں کیا گیا تھا نہ تو وہ آسان تھا اور اب گزرنے والی زندگی بھی آسان نہیں ہوگئی۔ چاہے اکیلے کٹتی یا زوار کے ساتھ۔

❀ ..... ❀ ..... ❀

"شکل صورت کی تو بہت اچھی ہے کچھ کرنا کرانا بھی آتا ہے یا نانا نانی نے بٹھا کر پالا پوسا ہے۔" تیزی سے چلتی زبان کے ساتھ آنکھوں کی تیزی اور چہرے کے تاثرات وہ پہلی نظر میں ناپسندیدگی حاصل کر گئی تھیں۔ رومیہ کو بھی وہ ذرا اچھی نہ لگیں۔ اکرام الدین ان کی بیماری کا بہانہ کر کے رومیہ کو یہاں لائے تھے مگر وہ زبان کی تیزی اور دیکھنے سے ہی صحت مند نظر آ رہی تھیں۔ بچے بھی ان سے ذرا مختلف نہ تھے گندے حلیے اور بکھرے گھر کے ساتھ وہ اپنے حقیقی مقام پر آن پہنچی تھی، نجانے صفائی کا اتنا فقدان کیوں تھا چادریں میلی اور بکھری ہوئی تھیں کھانا کھا کر پلیٹیں اور کپ وہی کمرے میں ایک طرف پڑے تھے۔ جا بجا ٹافیوں اور پاپڑ کے ریپر بکھرے پڑے تھے، نجانے جھاڑو دی بھی گئی تھی یا صبح سے یہی حال تھا گھر کا۔ دو کمروں کا مکان

مختصر سا صحن میں ہی باورچی خانے اور باتھ روم کی سہولت دی گئی تھی ان کا حشر بھی وہ اندر آنے تک دیکھ چکی تھی۔اسے جائزہ لیتے دیکھ کر نفیسہ بیگم نے کہا۔

"اور اب تم آئی ہو سنبھالو اپنے گھر کو میں تو کام کر کر کے مر گئی۔" وہ کہتے ہوئے پلنگ پر مزید ڈھیر ہو گئیں۔ایک سفر دوسرا گھر کی حالت تیسرا اجنبی جگہ اور لوگ اسے چکر آنے لگے تھے۔وہ پریشان تو تھی ہی اب دل برداشتہ بھی نظر آ رہی تھی، اس کی کیفیت محسوس کر کے اکرام الدین نے بیوی کو ٹوکنا مناسب سمجھا۔

"بھئی آج تو رومیہ اس گھر میں مہمان ہے اس لیے تمہیں ہی اٹھ کر کھانے کا انتظام کرنا ہے کل سے بے شک اسی کے ذمے لگا دینا۔" ان کے سمجھانے کا اثر تھا یا زبان کی نرمی کا وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کھڑی ہوئیں، ان کی دونوں بیٹیاں آٹھ سے دس سال کی عمر کی تھیں اس عمر کی بچیاں جھاڑو دے لیا کرتی تھیں اس لیے انہوں نے انہیں گھر کا تو وہ صفائی میں لگ گئیں۔

اب اتنی چھوٹی بچیوں کو کام کرتے دیکھ کر اسے ملال ہوا تو اس نے اپنا بیگ کمرے میں ایک طرف رکھا اور دوپٹے کو کمر کے ساتھ اچھی طرح کسا اور جھاڑو ان سے لے کر خود لگانے لگی۔اکرام الدین نے اسے منع کرنا چاہا پھر کچھ سوچ کر رک گئے۔اس نے صفائی کے ساتھ چادریں جھاڑ کر پلنگ پر بچھائی، کمروں کو صاف کیا، صحن کا فرش انتہائی خراب ہو رہا تھا۔غسل خانے میں سرف اور پانی کی سہولت دیکھ کر اس نے فرش بھی دھو دیا تھا۔

"ارے اس طرح کام کرو گی تو ایک ہفتے کا صرف ایک دن میں پھینک دو گی، باقی کے دن کیا منہ دیکھو گی۔" وہ اس کے سرف ڈال کر دھونے پر ناراض ہونے لگیں تو اسے شرمندگی نے آ گھیرا، حالانکہ اندر کمروں سے لے کر باہر صحن تک کی حالت چند لمحوں کی پیشتر حالت سے بہتر ہو گئی تھی، صاف ستھرا گھر کسے اچھا نہیں لگتا اکرام الدین بھی مسکرا رہے تھے البتہ اسے اپنے حلیے سے الجھن ہونے لگی تھی۔اس نے کپڑے نکالے اور نہانے کے لیے باتھ روم کا رخ کیا جیسے کچھ دیر پہلے صحن کے ساتھ ہی اس نے چمکایا تھا اور اب وہ استعمال کے قابل لگ رہا تھا۔نہا کر اس نے اپنے اندر تازگی محسوس کی۔گرما گرم چائے کے ساتھ نفیسہ بیگم نے پاپڑ اور چپس تل رکھے تھے ہونا تو یہ چاہیے تھا طریقے اور سلیقے کے ساتھ سب کھا لیتے مگر بچے ٹرے پر پل پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں کمرے کی وہی حالت ہو گئی جو اس کی آمد پر تھی۔اس کا دل بری طرح مقدر ہوا بیٹیاں بڑی تھیں اور دونوں بیٹے چار سے چھ سال کی عمر کے تھے۔نفیسہ بیگم کی چیخ چیخ شروع ہو گئی تھی وہ ایک ایک بچے پر چلا کر غصہ نکال رہی تھیں۔اکرام الدین نے شرمندہ ہوتے ہوئے رومیہ کو چائے کا کپ پکڑایا جو پریشان نظروں سے صورت حال دیکھ رہی تھی۔

"نفیسہ کی عادت ہے بچوں پر چیخنے چلانے کی تم خیال نہ کرنا۔" انہوں نے اسے تسلی دی۔وہ اس عجیب ماحول کو دیکھ رہی تھی جس کا وہ حصہ بن گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"ارے چائے لا...... کہاں رہ گئی۔" نفیسہ بیگم اپنے مخصوص لب و لہجے میں اسے پکار رہی تھیں وہ کپ ٹرے میں رکھ کر چائے نکالنے لگی۔

"اتنی دیر لگا دی تجھ سے اچھی تو یہ رابعہ ہے جھٹ پٹ بنا لیتی ہے سب کچھ۔" نفیسہ بیگم اسے ٹوک رہی تھیں، جب سے ان کی اماں آئی تھیں تب سے ان کے تیور اور چڑھے ہوئے تھے۔

"اتنی چینی...... شہد کر رکھی ہے چائے کچھ کرنا کرانا نہیں آتا لڑکی۔" ذکیہ بیگم نے اسے گھورا۔

"مگرنانی...... چائے میں اتنی چینی نہیں ہے۔" وہ ان کے گھورنے پر گھبرا کر وضاحت دینے لگی۔

"خبردار جو مجھے نانی کہا...... تو اور کیا میں بکواس کررہی ہوں صورت بدل رہی ہو۔" وہ الٹا ناراض ہوئیں۔ اس نے اپنی زندگی میں مامیوں کے برے رویے ضرور دیکھے تھے مگر ان کا رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ بلاوجہ اس پر بگڑ رہی تھیں۔

"اب بت بنی کیا کھڑی ہے جا صبح کے بچے ہوئے پاپے لے آ وہی نمٹ جائیں گے۔" انہوں نے فرمائش کی اور وہ جزبز ہوتی باورچی خانے میں آ گئی تھی۔ ابھی شام کے کھانے کی تیاری بھی کرنا تھی وہاں تو نانی کی بدولت کافی بچت ہوجاتی تھی مگر یہاں تو نفیسہ بیگم سب کام اس کے حوالے کرکے اپنی ذمہ داری سے بری ہوگئی تھیں، کئی بار کی صفائی کے بعد بھی گھر پھیلا اور گندا نظر آتا تھا، اس کی وجہ ایک تو بچوں کی تربیت تھی پھر ان کی اپنی عادت بھی کچھ نہ کچھ کھاتے رہنے کی تھی کھا کر وہی برتن چھوڑ دیئے جاتے تھے، چائے کے کپ پڑے رہتے تھے، وہ چیزوں کی ترتیب میں ہی تھکنے لگی تھی پھر جب سے ذکیہ بیگم بیٹے کے گھر سے لوٹیں تھیں وہ نفیسہ بیگم سے زیادہ سوتیلی ثابت ہونے کی کوشش کررہی تھیں، وہ اسے سکون سے بیٹھنے نہیں دیتی تھیں، کبھی چائے کے لیے کبھی پانی کے لیے کبھی تسبیح کے لیے کبھی کسی اور کام کے لیے وہ اسے ہی پکارتی تھیں، اس کے کاموں میں عیب نکالنا اور خوامخواہ اسے ڈانٹتے پھٹکارتے رہنا ان کی عادت میں شامل ہوگیا تھا اور ان کا یہ سلسلہ اکرام الدین کے آنے کے بعد تک جاری رہتا تھا وہ کبھی پلٹ کر رومیہ کی حمایت لینے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ زندگی جیسے مسلسل جہنم بنی ہوئی تھی۔ اسے کبھی خود پر غصہ آتا جس کی کسی کو ضرورت نہیں تھی اس کے باوجود زندہ رہ کر لوگوں کے لیے تکلیف اور پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی اور کبھی زوار پر جو ایک رشتے میں باندھ کر اسے بھولے بیٹھا تھا۔ اگر وہ کوئی قدم اٹھاتا تو شاید وہ آج یہاں اس مقام نہ رہی ہوتی۔ ڈیڑھ ماہ بعد دیاب احمد کے فون نے جیسے اس کے اندر زندگی دوڑا دی تھی۔

"نانا مجھے واپس بلالیں۔" وہ فون پر ان کی آواز سن کر رو دی تھی۔

"وہ تمہارا اپنا گھر ہے بیٹا اور وہ لوگ بھی تمہارے اپنے ہیں۔" انہوں نے اسے تسلی دی۔

"یہاں کسی کو میری ضرورت نہیں ہے نانا، آپ نے بلاوجہ مجھے ان کے ہمراہ بھیج دیا۔" وہ شکوہ کرتے ہوئے آنسو پونچھنے لگی۔ ذکیہ بیگم اور نفیسہ بیگم دونوں ہی بچت بازار سے خریداری کرنے گئی تھیں ایسے میں وہ اپنے دل کی بات ان کے گوش گزار کرسکتی تھی مگر وہ اس کی خیریت پوچھ رہے تھے اور صبر کے ساتھ حالات سے مقابلہ کرنے کی تلقین کررہے تھے، اسے بلانے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ لائن کٹ جانے کے بعد بھی کتنی دیر روتی، سسکتی رہی تب ہی اکرام الدین چلے آئے۔ آج وہ معمول سے جلدی آ گئے تھے اسے روتے دیکھ کر وہ ٹھٹکے۔

"کیا ہوا...... کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں؟" انہوں نے پوچھا تو وہ بھری بیٹھی تھی ان کے پوچھنے پر پھٹ ہی پڑی۔

"آپ کی زندگی میں سب کچھ مکمل تھا اس کے باوجود آپ مجھے یہاں لے آئے حالانکہ یہاں میری موجودگی کسی کو پسند نہیں، چاہے وہ آپ ہی کیوں نہ ہوں...... اب میں اپنا کیا کروں، نہ یہاں میرا دل لگتا ہے اور نہ ہی میں ان لوگوں اور ان کے ماحول میں ایڈجسٹ ہوسکتی ہوں۔ پلیز مجھ پر احسان کریں مجھے واپس نانا کے پاس چھوڑ آئیں۔ مجھے اس قید سے

نجات دلادیں۔" وہ بولتے ہوئے چپ ہوگئی۔ اکرام الدین کے پیچھے آ کے نفیسہ بیگم اور ذکیہ بیگم کے چہرے نظر آ گئے تھے جو غصے اور غیض سے بھری کھڑی تھیں۔

"واپس جانا چاہتی ہے اس بڈھے نے اتنی مشکل سے تو تجھے آنے دیا تھا، ہمارا حق ہے تجھ پہ اور کس کا نہیں کل ہی فضیلت کو بلاتی ہوں تاریخ آ کر دے جائے دو کپڑوں میں رخصت کردیں گے تجھے...... ہماری جان بھی چھوٹے گی ہر وقت کی کل کل سے۔" نفیسہ بیگم اس کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے بولیں تو اکرام الدین گھبرائے۔

"نفیسہ...... بچی ہے سمجھ جائے گی تھوڑے دن لگیں گے اسے ماحول کو اپنانے میں۔"

"ٹھیک ہے پھر تم اپنے لفظوں میں اسے سمجھا دو تاکہ کل یہ فضیلت کے سامنے کوئی مسئلہ کھڑا نہ کرے۔" وہ اکرام الدین پر ساری بات ڈالتی ذکیہ بیگم کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد اکرام الدین نے مختصراً اسے تمام باتوں سے آگاہ کردیا۔ نفیسہ بیگم کے بڑے بھائی کا ایک ہی بیٹا تھا اور چار بیٹیاں تھیں بیٹا ذہنی طور پر معذور تھا کسی جھاڑ پھونک کرنے والے نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ لڑکے کی شادی کردی جائے اس سے یہ بہتر ہوسکتا ہے خاندان کا کوئی بھی گھر ایسا نہ تھا جو اپنی بیٹی کو برباد کرنے کی سوچتا ایسے میں نفیسہ بیگم کی والدہ دور کی کوڑی لائی تھیں انہیں اکرام الدین کی بیٹی کا خیال آیا جو ننھیال میں رہتی تھیں انہوں نے اپنے دل کی بات بیٹی کے دل میں بٹھادی اگر ایسا کرنے سے ان کا بھتیجا صحیح ہوتا تھا تو رومیہ کا آنا بھی گوارا تھا جس کے وجود کو انہوں نے کبھی قبول نہ کیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں میرا نکاح ہوچکا ہے اس کے باوجود بھی......" وہ صدمے و دکھ کی کیفیت میں اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے دنیا اس کا باپ کہتی تھی اور جس نے کبھی اس کے لیے باپ بن کر نہیں سوچا تھا اگر ایسا ہوتا تو وہ کبھی یہاں نہیں آتی۔

"اللہ جانتا ہے مجھے خود بھی اس قصے کا علم نہ تھا تمہیں یہاں لانے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ سے حماقت ہوگئی ہے میں تو یہی چاہتا تھا کہ تم اس بہانے اپنے بہن بھائیوں سے مل لوں گی اور تمہارے دل میں میرے لیے جو بھی شکایتیں ہیں میں انہیں دور کرسکوں گا۔ اس لیے نفیسہ بیگم کے لفظوں پر یقین کرکے میں تمہیں یہاں لانے کی غلطی کر بیٹھا مگر ابھی وقت ہاتھ سے نکلا نہیں ہے میں اپنی غلطی کو سنوارنے کی کوشش کررہا ہوں کراچی سے اگر زوار آجائے تو میری مشکل آسان ہوسکتی ہے۔" وہ پریشانی و فکر میں مبتلا تھے پہلی باران کی طرف سے اس کے دل میں آیا ہوا میل کم ہوا تھا، کدورت کم ہوتی تو اسے کل کی پریشانی نے گھیرلیا۔

"اگر کل وہ لوگ آ گئے تو کیا ہوگا؟" اس کے لفظوں سے اندیشے جھلک رہے تھے۔

"اتنی جلدی کچھ نہیں ہوتا میں اس معاملے کو دو تین دن آگے بڑھانے کی کوشش کروں گا اور میری تم سے بھی درخواست ہے ان لوگوں کو اپنے نکاح کی بھنک نہ پڑنے دینا ورنہ......" وہ کہتے ہوئے خاموش ہوئے۔ نفیسہ بیگم اور ان کی والدہ کے مزاج کو وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی تیزی طراری کے ساتھ لڑاکا، رویے کے سبب اکرام الدین ان کے معاملے میں پڑتے ہوئے گھبراتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ آج تک رومیہ کو اس کے ننھیال سے لانے کی انہوں نے کبھی کوشش نہیں کی تھی۔

"اگر زوار نہیں آئے تو......" رات گئے وہ یہی سوچتی رہی وہ ان کی پسند اور مرضی میں شامل نہیں تھی صرف مجبوری کا سودا تھا۔ جو حالات نے ان دونوں کو

ایک رشتے میں باندھ دیا تھا۔ زرینہ مامی کا اختلاف اور الفاظ اسے یاد آ گئے۔ وہ سمجھتی تھیں اس نے زوار..... کو اپنا اسیر کرلیا تھا اس لیے اس نے نکاح کے لیے حامی بھری تھی۔ ”کاش ان کا قیاس سچ ہوتا.....“ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے نکل کر بالوں میں جذب ہو گئے تھے۔

❁.....❁.....❁

فاروق کی طبیعت خراب تھی اور اس کے گھر والے پریشان تھے ایسے میں کہاں کا رشتہ؟ اور کہاں کی رسم..... فاروق کی ماں نے یہاں تک کہہ دیا تھا۔

”ابھی تو اس لڑکی سے رشتہ کرنے کا سوچ رہے ہیں تو بیٹا ہاتھوں میں آ گیا کہیں رشتہ طے ہو جانے کے بعد مجھے بیٹے سے ہاتھ ہی دھونا نہ پڑ جائیں خدانخواستہ۔“ وہ رو رہی تھیں اور بیٹے کے سلسلہ میں حد سے زیادہ جذباتی اور حساس ہو رہی تھی، ان کی قصیدہ خوانی پر ذکیہ بیگم نے اپنے طور پر انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ اپنے دماغ سے چلنے والی عورت تھیں، رشتے کا معاملہ فی الحال عارضی طور پر ٹل گیا تھا رومیہ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے کڑی مشکل میں آسانی کر دی تھی۔

”اور کب تک اس مصیبت کو سر پر بٹھانا ہے میں تو کہتی ہوں نفیسہ اسے کراچی چلتا کر..... رشتہ ہونے والا نہیں حالانکہ ہمارا ہی بھلا تھا مگر اس کمبخت فضیلت کے دماغ کا کچھ پتا نہیں ہک ہا..... اچھا خاصا معاملہ طے ہونے والا تھا۔ بچہ بھی ٹھیک ہو ہی جاتا مگر نجانے میرے مولا کو کیا منظور ہے۔“ ذکیہ بیگم اداسی سے گویا ہوئیں۔

”ارے اماں اتنی جلدی مایوس ہو گئیں تم دیکھنا ہفتہ، دو ہفتے کی بات ہے بھابی از خود بات کریں گی پھر..... فاروق بہتر ہونے والا نہیں ہے شادی کے بعد یہ کمال ہو جائے تو لڑکی کا نصیب۔“ انہوں نے باورچی خانے میں سبزی کاٹتی رومیہ کو ایک نظر دیکھتے ہوئے ماں سے کہا۔

”لڑکی کا نصیب تو نظروں کے سامنے ہی ہے پیدا ہوتے ہی ماں کو کھا گئی۔“ ذکیہ بیگم بیزاری سے گویا ہوئیں۔

”تب ہی تو کبھی اس منحوس کو یہاں آنے نہیں دیا مگر آپ کی ہی تو ضد تھی اس لیے اسے برداشت کر رہی ہوں۔“ نفیسہ بیگم ماں سے بالکل متفق تھیں۔

”ارے اس کے نصیب سے اس کے ننھیال والے بھی ڈرتے ہوں گے ورنہ لڑکوں کی کمی تھوڑی ہے پھر صورت بھی کتنی اچھی ہے کمبخت کی، لے کیوں نہیں لیا انہوں نے اسے صرف یہی وجہ تھی تُو مان لے۔“ وہ آنکھیں نچاتے ہوئے پان منہ میں رکھتے ہوئے بولیں ان کی ساری باتیں رومیہ کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔ افسوس و غم سے اس کا دل دکھنے لگا۔ کیسی عورتیں تھیں کبھی اچھا نہیں سوچتیں۔

”ارے لڑکی سبزی بنانے میں اتنی دیر لگائے گی تو چھت سے کپڑے کون لائے گا..... جلدی ہاتھ چلا۔“ وہ اپنی باتوں کے ساتھ اس پر بھی نظر رکھے ہوئے تھیں رومیہ سبزی بنا کر ایک طرف رکھتی اٹھی تھی صبح ہی اس نے کپڑے دھو کر پھیلائے تھے شام سے پہلے اسے انہیں لانا بھی تھا۔ طے بھی کرنا تھا اور الماری میں بھی رکھنے کا کام اس کے ذمے تھا۔ آج اس کی طبیعت صبح سے ہی بوجھل تھی سر میں درد تھا اور جسم میں بھی حرارت ہو رہی تھی مگر طبیعت کی خرابی کا ذکر کرنا انہیں مزید اپنے پیچھے لگانا تھا۔ اس لیے خاموشی کے ساتھ وہ کام میں لگی ہوئی تھی۔ اوپر سے کپڑے لانے میں اسے چکر آ گئے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے وہیں پلنگ پر ٹک گئی۔ زندگی مسلسل درد بنی ہوئی تھی اتنی بری زندگی تو اس نے

کبھی اپنے ننھیال میں بھی نہیں گزاری تھی وہاں بھی مامیاں کام کرواتی تھیں مگر حمایت لینے کے لیے لوگ موجود تھے جو اس کا خیال رکھتے تھے مگر یہاں کوئی اس کا خیر خواہ نہیں تھا جس قسم کے ماحول میں وہ رہ رہے تھے بچوں کی تربیت بھی اسی کا حصہ تھی بچے بھی ذرا ذرا سی بات کی شکایت لگانے میں مزہ محسوس کرتے تھے بدتمیزی کر کے خوش ہوتے تھے اور نفیسہ بیگم کی طرح اسے غیر سمجھتی تھے۔ ابھی اسے بیٹھے چند منٹ ہوئے تھے تب ہی نفیسہ بیگم کی آواز آنے لگی۔ وہ کان بند کیے بیٹھی رہی اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"ارے کیا بہری ہو گئی ہے، کب سے تجھے آوازیں دے رہی ہوں۔" وہ اس کے سر پہ آن پہنچی تھیں۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس کی آنکھوں میں بے بسی سے آنسو آنے لگے۔

"رہنے دے بہانے...... اٹھ اور جلدی سے سالن روٹی کر اماں کو بھوک ستا رہی ہے اور بچے بھی ٹیوشن سے آتے ہوں گے۔" وہ بگڑ کر حکم جاری کر رہی تھیں۔ وہ ضبط کرتی اٹھی۔

"طبیعت خراب ہے مہارانی کی۔" وہ اپنی اماں کو خبر دے رہی تھیں۔

"ارے اس کے ساتھ نرمی کرنے کی کوشش مت کریو ورنہ سر پر بیٹھ جائے گی تیرے۔" انہوں نے چمک کر بیٹی کو مشورے سے نوازا۔

"اے اللہ میرے حق میں آسانی کردے، مجھے اس جہنم سے نکال دے۔" اس نے دکھے دل کے ساتھ دروازہ کھولا اور پھر اس کے پیچھے آنے والے شخص کو دیکھ کر بت بن گئی۔

❁......❁......❁

دو ماہ کہنے کو اتنا طویل عرصہ بھی نہیں ہوتا مگر اس نے جسے تپتی دھوپ میں سخت رویوں اور نفرتوں کے درمیان چلتے ہوئے گزارا تھا۔ اسے اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا کہ اس کے والد نے ہمیشہ اسے اس ماحول اور اپنے وجود سے الگ کیوں رکھا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے نفیسہ بیگم ان عورتوں میں سے نہیں تھیں جو کسی کی اولاد کو اپنی سمجھ کر پال لیتیں، انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ وہ اس ماحول اور نفیسہ بیگم کی نفرتوں سے دور اپنے نانا نانی کی شفقتوں اور محبتوں میں پرورش پائے اور وہ اپنی جگہ کتنا غلط سوچتی رہی، اس نے تاسف سے ایک نظر انہیں دیکھا جو زوار سے اس کا خیال رکھنے کی تاکید کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنا بازو بڑھا کر اسے خود سے لگایا تھا۔ اسے اس وقت بھی تیز بخار تھا۔ دوا لینے کے باوجود اس کا بخار کم نہیں ہوا تھا۔ اس مہربان کو دیکھ کر بھی جس نے دو گھنٹے محض زبانی، کلامی جنگ کی تھی اس کی خاطر نفیسہ بیگم اور ان کی والدہ سے جو اسے واپس بھیجنے پر ہرگز آمادہ نہ تھیں، ہاتھ میں آیا غلام واپس جا رہا تھا وہ کس طرح سے قبول کر لیتیں۔

"اسے ابھی بھی تیز بخار ہے۔" وہ فکر مندی سے زوار سے کہہ رہے تھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں اسے ڈاکٹر سے چیک کراتے ہوئے جاؤں گا۔" اس نے اکرام الدین سے الوداعی ہاتھ ملاتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔ رومیہ کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، اس جگہ سے نکلنا ان لوگوں سے دور جانا ایک خواب ہی لگ رہا تھا۔ جو وہ جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ گاڑی کے چلتے ہی اس کی پلکیں بھاری ہونے لگیں اسے نیند آ رہی تھی۔ اس نے کھڑکی سے سر ٹکایا اور آنکھیں موند لیں دوا کا اثر تھا یا بخار کا وہ ذرا سی دیر میں سو گئی تھی۔

زوار نے ایک نظر اس پر ڈالی ان دو ماہ میں اس کا

حسن ماند پڑ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں اور وہ بے حد کمزور اور لاغر دکھائی دے رہی تھی۔ اسے ملال نے گھیر لیا، وہاب احمد کی گزارش سے پہلے وہ اس کے دل کی خواہش کب بن گئی تھی اسے بھی اس بات کا احساس اس وقت ہوا جب وہ اکرام الدین کے ساتھ حیدرآباد چلی آئی تھی۔ زرینہ بیگم کو منانا انہیں رومیہ کے حق میں استوار کرنا ایک مشکل اور ناممکن مرحلہ تھا جو اسے طے کرنا تھا۔ آنے میں اتنا وقت بھی محض زرینہ بیگم کی قدرے بحث کی وجہ سے ہوا تھا۔ اکرام الدین کے فون پر وہاب احمد نے حتمی فیصلہ لینے کا سوچا اور بیٹے، بہو اور پوتے کو بیٹھا کر صورت حال سمجھائی اور کہا۔

"اگر وہ رومیہ کو عزت بھری زندگی نہیں دے سکتے تو پھر اس کی زندگی کا فیصلہ کردیں تاکہ اس کا باپ اس کی وہاں شادی کرسکے۔" یہ الفاظ انہوں نے محض جذباتی کرنے کے لیے استعمال کیے تھے اور اس کا نتیجہ جلد ہی ان کے سامنے آ گیا تھا، شوہر اور بیٹے کا فیصلہ رومیہ کے حق میں تھا پر زرینہ بیگم کو مانتے ہی بنی۔ طے یہی ہوا کہ زوار فوری طور پر اسے حیدرآباد سے لے آئے تاکہ یہاں رخصتی کا مرحلہ سادگی کے ساتھ ادا کیا جاسکے۔ رومیہ اور ثانیہ کی رخصتی ایک ساتھ دھوم دھام سے کرلیں گے۔ اپنی خوشیوں میں مگن وہ وہاں آیا تھا مگر پہلے ہی قدم پر رومیہ کو دیکھ کر اسے دھچکا لگا تھا۔ وہ انتہائی بیمار اور کمزور نظر آرہی تھی بجھے چہرے کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا تھا اور پھر اسے دیکھ کر جس طرح وہ بت بن گئی تھی۔ اس کی بے یقینی پر اس سے پہلے کہ وہ بڑھ کر اسے اپنے ہونے کا یقین دلاتا پیچھے سے چیختی چلاتی آوازوں نے اس کی توجہ کھینچ لی تھی۔ سامنے صحن میں پلنگ پر بیٹھی وہ خواتین کہیں سے بھی مہذب اور تمیزدار دکھائی نہ دیتی تھیں۔

"زری کیا اپنے آشنا کو دیکھ لیا جو وہی کھڑی ہے، پتا نہیں کون ہے یہ لفنگا؟ کب سے ملاقاتیں کر رہے ہو تم دونوں۔" وہ اٹھ کر اس کے سر پر آن پہنچی تھیں اور جس طرح انہوں نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ زوار کو غصہ آنا ہی تھا وہ تو بھلا ہوا اکرام الدین کا جو اس کے پیچھے گھر میں داخل ہوئے تھے انہوں نے لرزتی کانپتی رومیہ کو ان کے شکنجے سے چھڑایا تھا۔ بعد معذرت زوار کو بٹھایا تھا۔

"یہ زوار ہے رومیہ کا ماموں زاد کزن اور اس کا شوہر۔" ان کے الفاظ پر جیسے ان دونوں خواتین کو لمحہ بھر کے لیے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ بڈھا...... بڈھی تمہاری اجازت کے بغیر کس طرح اس کی شادی کرسکتے ہیں، اس پر ہمارا حق ہے اور ہم ہی اس کی شادی کریں گے۔" نفیسہ بیگم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھیں ان کے لیے یہ بڑے صدمے کی بات تھی کہ مفت کی نوکرانی ان کے ہاتھوں سے نکل رہی تھی۔

"اس پر ہمارا حق اس وقت ہوتا جب شروع سے یہ تمہاری گود میں پرورش پاتی، تم اسے پال پوس کر بڑا کرتیں اور ایسا نہیں ہوا۔" اکرام الدین نے انہیں ٹوکا۔

"ارے واہ...... یہ تم نے خوب کہی کیا ماں، باپ کا کوئی حق نہیں ہوتا؟" وہ چمک کر ان کے برابر آ کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ اتنی آسانی کے ساتھ مان جانے والوں میں سے نہیں تھیں انہیں کسی طرح آمادہ نہ دیکھ کر زوار نے سختی کا راستہ اختیار کیا اور دوٹوک کہا۔

"اگر آپ لوگ رومیہ کو زبردستی روکنے کی کوشش کریں گے تو مجھے قانون کی مدد لینا ہوگی کہ آپ لوگوں نے میری مسز کو حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔" اس کے اکھڑے لہجے اور غصیلے انداز پر ذکیہ بیگم کے

ساتھ نفیسہ بیگم بھی ڈھیلی پڑ گئیں۔ اکرام الدین نے فوری طور پر رومیہ کا بیگ تیار کروا کر اسے زوار کے ساتھ چلتا کر دیا تھا۔ وہ جیسے کسی خواب سے جاگی تھی ایک جھٹکے سے اپنی جگہ پر سیدھی ہوئی تو ڈرائیو کرتا زوار چونکا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ماتھا چھوا اس کی حرارت کم تھی۔

''بخار کم ہوگیا ہے تمہیں بھوک محسوس ہورہی ہے۔'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا مگر وہ جواباً کچھ اور کہہ رہی تھی۔

''میں سمجھتی تھی شاید آپ نہیں آئیں گے۔'' یہ وہ بات تھی جو کب سے دل میں مچل رہی تھی مگر وہ کہہ نہ پائی تھی، اس وقت ساری الجھنیں وہ ذہن سے جھٹک دینا چاہتی تھی۔ چاہے اسے برا ہی کیوں نہ لگے وہ کہہ دینا چاہتی تھی۔ بغیر ڈرے۔

''کیوں......؟'' زوار ٹھٹکا۔

''نانا کے کہنے پر آپ زبردستی مجبور ہوئے تھے نکاح کرنے پر۔'' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے جلنے لگیں۔

''زبردستی کہاں، میں تمہیں اتنا چھوٹا دکھائی دیتا ہوں کہ کوئی بھی مجھے مجبور کرسکتا ہے اور میں اس کے فیصلے کو مان سکتا ہوں۔'' زوار نے اس کی عقل پر ماتم کیا۔

''مگر آپ تو ہانیہ سے......'' رومیہ نے کہنا چاہا۔

''ہاں وہ بھی سچ تھا مگر اب وہ زندگی میں نہیں ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تم زندگی کے تمام فیصلوں میں پوری رضا اور مرضی کے ساتھ شامل ہوئی ہو۔'' اس نے برملا کہا تو وہ چند ثانیوں کے لیے سن بیٹھی رہی، دل گومگو کا شکار تھا۔ اس کا یہ رویہ بے حد اجنبی تھا ان کے درمیان تو کبھی مسکرا کر بھی گفتگو نہیں ہوئی تھی پھر کب، کیسے وہ اس کے دل کو اتنا عزیز ہوگئی کہ اس نے اسے اپنانے کا فیصلہ بخوشی کرلیا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے زوار اس کا دل رکھ رہا ہو اسے چپ، گم صم بیٹھے دیکھ کر زوار نے ایک نظر اس کے ساکت وجود پر ڈالی اور پھر نرمی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے دائیں ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔

''تمام اندیشے اور وسوسے جھٹک دو اپنے دل کو میری طرف سے صاف کرلو اگر مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہوتا تو میں کبھی نکاح کی بات نہیں مانتا مگر مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ تم کالج آتے جاتے کب دل کے اتنے قریب آگئیں کہ تم سے دوری مشکل ہوگئی۔ بے شک یہ فیصلہ نانا کا تھا مگر میں نے بھی کہیں اپنے اندر تم سے دل کا سودا کرلیا تھا اور مجھے تو تمہاری طرف آنا ہی تھا۔'' اس کے لفظوں کی سچائی نے اس کے برف بنے احساسات کو پگھلانا شروع کردیا تھا۔ اتنی دیر میں پہلی بار اس کے الفاظوں پر اس کا چہرہ بار حیا سے سرخ ہوا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ جلتی دھوپ سے سائے میں آگئی ہو، اس کے پیار اور تحفظ کے ساتھ......اسے یقین ہوگیا تھا۔ اس کی محبت میں آنے والے تمام ہی رستے آسان ہونے والے تھے اللہ نے اس کی تمام دعاؤں کو قبول جو کرلیا تھا۔

حمیرا علی

کبھی نہ ہاتھوں سے ہاتھ چھوٹے خیال رکھنا
کبھی نہ چاہت کا مان ٹوٹے خیال رکھنا
جو ہو محبت تو رنجشوں سے گریز کرنا
کسی کا نازک سا دل نہ ٹوٹے خیال رکھنا

"ارے ارے دیکھ کے، آپ ٹھیک ہیں، لگی تو نہیں آپ کو؟" آندھی طوفان کی رفتار سے آتی وہ لڑکی عکرمہ سے جونہی ٹکرائی اس نے کسی افسانے کے ہیرو کی طرح اس وجود کو تھام کر گرنے سے بروقت بچایا۔ ہاتھ میں چار پانچ نئے پرانے آنچل تھامے، عکرمہ سے آٹھ دس قدم پیچھے خراماں خراماں آنے والی آنچل کا دل اس تصادم کو دیکھتے ہی اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

(ہائے یہ افسانوی ٹکراؤ میرا تو کبھی نہ ہوا) فوراً ہی دل سے ہوک اٹھی۔ وہ تیز قدم اٹھاتی اس کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی مگر وہاں تو جیسے کسی کو ہوش ہی نہ تھا۔

"آپ...... آپ نے مجھے پہچانا؟" عکرمہ کے سوال کا جواب دینے کے بجائے وہ لڑکی تکلیف بھول کر فرط مسرت سے بولی۔ زندگی سے بھرپور چہکتی ہوئی آواز آنچل کی سماعت سے ٹکرائی۔

عکرمہ نے سرعت سے اپنے ہاتھ اس کی کمر سے ہٹائے مگر اس بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہونے والی معصوم صورت لڑکی نے عکرمہ کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔ آنچل اس لڑکی کی تیزی پہ دنگ رہ گئی۔ عکرمہ نے بھی اطراف کا جائزہ لیا لوگ اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے ٹرین کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ایک نوعمر لڑکا ان کا سامان اٹھائے کھڑا عکرمہ کے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہا تھا عکرمہ کی نگاہوں نے آنچل کے چہرے پہ ٹھہر کر اپنا سفر تمام کیا۔ آنچل کی آنکھیں ہی نہیں حیرت کی زیادتی سے منہ بھی کھلا ہوا تھا۔ آنچل کے تاثرات دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں اس لڑکی کی مدد کرنے پہ خود کو سرزنش کی۔ (گر رہی تھی تو گر جانے دیا ہوتا اب گلے پڑی نیکی بن کر بدمزگی ہی پیدا نہ کر دے) شادی کے پورے سال بعد ہنی مون کے لیے وقت نکالنے والے عکرمہ کو اپنا وقت روٹھنے منانے میں ضائع ہوتا نظر آ رہا تھا۔

"پلیز......" عکرمہ نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹا کر فاصلہ قائم کیا۔ چہرے پہ نو لفٹ والے تاثرات کندہ ہونے کے باوجود وہ لڑکی اجنبیت کی دیوار گرا کر راہ و رسم استوار کرنے پہ کمر بستہ تھی ساتھ ہی بروقت عکرمہ کی طرف سہارے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ عکرمہ نے آنچل کے کڑے تیور کو دیکھنے کے باوجود اسے سہارا دیا۔

"آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے کیا؟" اس نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

"شاید آپ مجھے پہچان نہیں رہے۔ ہم دونوں پہلے بھی مل چکے ہیں۔ ہماری دو دن پہلے بک شاپ پہ ملاقات ہوئی

تھی۔ یاد آیا آپ کو؟" وہ بہت پر جوش تھی۔
آنچل دنگ رہ گئی۔ وہ عکرمہ سے پہلے بھی مل چکی تھی اور عکرمہ انجان بنا کھڑا تھا، اسے عکرمہ سے ایسی امید نہیں تھی جبکہ عکرمہ کے نزدیک وہ ملاقات انتہائی غیر اہم تھی۔ آنچل فریحہ کو کچھ کتابیں گفٹ کرنا چاہتی تھی اس نے عکرمہ کو لسٹ دی تھی۔ بک شاپ پہ ادائیگی کے وقت پارسل تبدیل ہوگیا تھا۔ یہ بات گھر پہنچ کر پتا چلی وہ واپس بک شاپ گیا۔ وہاں یہ لڑکی دکان دار پہ برس رہی تھی مگر عکرمہ کو دیکھتے ہی نا صرف اس کا لب ولہجہ مہذب ہوگیا تھا بلکہ اس کی آواز میں چاشنی سی گھل گئی تھی۔ وہ بلاشبہ متاثر کن شخصیت کا حامل مردانہ وجاہت کا شاہکار مرد تھا اور اتنا ہی بے نیاز بھی۔ اس نے اس لڑکی کے یک دم بدل جانے والے انداز پہ کوئی خاص توجہ نہیں دی اور آج بھی عکرمہ کا وہی بے نیاز انداز تھا۔
"آپ کے ساتھ کیا کوئی نہیں ہے؟" عکرمہ نے خشک لہجے میں پھر استفسار کیا۔ وہ اتنا ہی انجان تھا یا پھر تجاہل برت رہا تھا۔ آنچل اس کے چہرے سے کچھ بھی اخذ کرنے سے قاصر تھی۔ اس نے مہذبانہ انداز میں استفسار کرنے کے ساتھ اس لڑکی کا ہاتھ اپنے بازو پہ سے ہٹایا مگر وہ گوند کی طرح چپک رہی تھی پھر سے اس کا بازو تھام لیا۔ انداز ایسا تھا جیسے کھڑا ہونا محال ہو۔
"نہیں اصل میں، میں ایک مشکل پسند لڑکی ہوں اس لیے اکیلے ہی گھومنے کے لیے نکل کھڑی ہوئی۔ ایبٹ آباد میں میرے چچا رہتے ہیں وہاں جانے کا ارادہ ہے۔"
تکلیف کے آثار تو نہیں البتہ اس کے چہرے پہ تمتاہٹ اور تازگی ضرور تھی۔ آنچل کی نگاہیں شعلے اگلنے لگیں۔ وہ تو جیسے پس منظر میں چلی گئی تھی۔
"عکرمہ...... کب تک کھڑے رہیں گے یہاں؟ ٹرین چلنے ہی والی ہے۔" لہجے کو حتی المقدور نرم رکھنے کی کوشش کی مگر اسے یقین تھا وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے گی۔
"مجھے بھی اس ٹرین میں جانا ہے اگر آپ مدد کردیں۔"
آنچل کے تو تلووں سے لگ کر سر پہ بجھی۔ اس نے آنچل کو سراسر نظر انداز کردیا تھا اس کا مخاطب عکرمہ تھا۔

"اوہ...... کیوں نہیں۔ یہ میری بیوی ہیں یہ ٹرین تک آپ کو پہنچانے میں مدد کردیں گی۔" عکرمہ نے آنچل کو اشارہ کیا اور وہ ٹھہری ایک مشرقی لڑکی مجازی خدا کے حکم سے سرتابی کیونکر کرتی۔ چاروناچار اس انجان لڑکی کی طرف پیش رفت کرنا پڑی۔

ٹرین تک پہنچنے کے دوران وہ لڑکی اس طرح کراہ رہی تھی کہ آنچل کو اپنی سوچ پہ ندامت ہونے لگی اور اس لڑکی کی تکلیف دیکھ کر نازک دل والی آنچل کے ہاتھ پاؤں اس طرح پھولے کہ اس لڑکی کو سہارا دینا خود آنچل کے لیے سوہان روح بن گیا۔ چند قدم چل کر اس نے عکرمہ کو خود کہہ دیا۔

"پلیز آپ انہیں سہارا دینے میں مدد کریں۔" عکرمہ نے اسے گھور کر دیکھا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی آنچل کو ڈر تھا کہ کہیں اس لڑکی کے ساتھ وہ خود بھی نہ زمین بوس ہوجائے مگر ٹرین میں سوار ہونے کے بعد اپنی نشست سنبھالتے ہی اس لڑکی نے جس طرح پلکیں جھکا کے معصومانہ انداز میں عکرمہ کو دیکھا آنچل کی ساری ندامت بھاپ بن کر اڑ گئی تھی۔

"بہت شکریہ آپ کا۔" وہ ان کے سامنے ہی سیٹ پہ بیٹھی بڑی بڑی آنکھوں میں تشکر کے تاثرات لیے عکرمہ کی جانب دیکھنے لگی۔ آنچل نے ضبط سے کام لیتے ہوئے اسے مکمل نظر انداز کر کے نئے پرانے آنچل ڈائجسٹ کھنگالنے شروع کردیے۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کیا آپ واقعی شادی شدہ ہیں؟" پلکیں جھپکتی وہ پھر بولی۔ آنچل کے ضبط کی طنابیں ٹوٹ گئی تھیں۔

"جی ہاں شادی شدہ ہیں آپ کو کوئی شک ہے کیا؟" وہ عکرمہ کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی حساس تھی تڑخ کر باور کرایا۔ اس لڑکی نے یوں منہ بنایا جیسے منہ میں کونین کی کڑوی کسیلی گولی آ گئی ہو۔

"شک کیسا مگر مجھے یقین ہوگیا ہے یہ شادی ہنڈریڈ پرسنٹ ارینج میرج ہے۔" اس نے بغیر لگی لپٹی رکھے آنچل کو ٹکا توڑ جواب دیا۔ آنچل کا گلابی چہرہ سرخ ہوگیا اس سے پہلے بات بڑھتی عکرمہ شاہ نے آنچل کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ کا اندازہ غلط ہے ہماری سو فیصد لو میرج ہے۔" اس سے پہلے عکرمہ نے کسی کو اپنی شادی کے متعلق وضاحت نہیں دی تھی آنچل نے پہلو بدلا۔

"اتنا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ کون سی لو میرج کیسی لو میرج ایک دوسرے سے کون سا اظہار محبت کیا تھا ہم نے۔ گھر والوں نے رشتہ طے کیا سیدھا سادا شادی ہوگئی۔ محبت تو شادی کے بعد ہوئی ہے۔ وہ بھی اب خطرے میں نظر آرہی ہے۔" اس کا ذہن اسی بات میں اٹک گیا تھا۔

"آپ مذاق کررہے ہیں؟" وہ بے یقینی سے بولی۔ عکرمہ نے اس لسوڑے کی لیس کی طرح زبردستی چپکتی لڑکی کو بیزاری سے دیکھا۔

"میں آپ کو نہیں جانتا تو مذاق کیوں کروں گا؟" وہ قدرے بے زار ہوا، لہٰذا آنچل کا خریدا ہوا آنچل اٹھا کر چہرے کے سامنے کرلیا۔ سامنے ہی عشنا کوثر سردار اکائی کے ساتھ شامل محفل نظر آئیں اسے یہ ناول دلچسپ لگتا تھا اس کی نظریں سطر سطر پھسلنے لگیں۔ کچھ دیر کے لیے خاموشی ہوئی۔ ٹرین رفتار پکڑنے لگی تھی۔ اس کی مخصوص آواز آنچل دھیان سے سننے لگی اسے یہ آواز اور ٹرین کا سفر دونوں پسند تھے۔ عکرمہ نے کتنا کہا تھا کہ ٹرین کے بجائے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں مگر اس نے ایک نہ سنی۔ اسے طویل سفر پسند تھے اور ساتھ من پسند ہمسفر ہو تو کون چاہتا ہے سفر مختصر ہو؟ اس خوب صورت سفر کی طوالت ان کے دامن کو حسین ترین لمحات کے خزانے سے بھرنے والی تھی۔ مگر عکرمہ کو اس کی بے جا ضد مان کر اب افسوس ہونے لگا تھا اس نے پرائیویٹ کمپارٹمنٹ میں سفر کا کہا تھا مگر یہاں بھی آنچل نے اپنی مرضی چلائی۔

"ایک سال سے میں کہیں نہیں گئی، کبھی کبھی رات کو واک، ساحل سمندر تک جانے کی عیاشی یا باہر ڈنر اور شاپنگ اس سے زیادہ آپ نے مجھے وقت ہی کب دیا ہے۔" عکرمہ اس کی ہر بات سے متفق تھا پر اب یہی اتفاق دردسر بننے والا تھا۔

"آپ کہاں جارہے ہیں؟" وہ لڑکی اس وقت بھی عکرمہ کی جانب جواب طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"شمالی علاقہ جات۔" آنچل کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ کچھ بھی ہو وہ عکرمہ کی طرح بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرسکتی تھی۔ اس لڑکی کے چہرے کے زاویے بگڑے اور وہ اپنے موبائل کی اسکرین کی جانب متوجہ ہوگئی۔ چند ثانیے خاموشی رہی۔ آنچل کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔

زندگی کے احساس سے بھرپور مناظر جیسے ہر شے سانس لے رہی ہو۔ نیلا آسمان، ریل کی پٹریاں، ہوا سے جھومتے درخت، ٹرین کا شور اور بار بار بے قابو ہوتا ہوا کی اٹھکھیلیوں سے سرسراتا اس کی سیاہ منقش چادر کا پلو بھی جسے اس نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ ہر چیز جیتی جاگتی محسوس ہو رہی تھی۔

''آپ بھی میری طرح خاصے باذوق اور ادب سے محبت کرنے والے لگتے ہیں۔ کیا ایک رسالہ مجھے دے سکتے ہیں آپ...... میں عجلت میں اس ماہ کا آنچل لانا بھول گئی۔'' عکرمہ سے پہلے آنچل نے اس کی طرف آنچل ڈائجسٹ بڑھا دیا اس نے بے دلی سے تھاما۔

''ادب کا تو پتا نہیں مگر تمہاری دلچسپی کا مرکز فی الحال عکرمہ ہے۔'' آنچل نے سوچ کر دانت پیسے۔ کچھ دیر ڈائجسٹ کی ورق گردانی کرتے رہنے کے ساتھ وہ وقتاً فوقتاً عکرمہ پہ بھی خاصی پرتپش نگاہ ڈال لیتی تھی۔ آنچل اس کی گاہے بگاہے عکرمہ کی طرف اٹھتی نگاہ سے واقف تھی البتہ عکرمہ کی دلی کیفیت سے آنچل انجان تھی۔ اس پرتپش نگاہ نے خود آنچل کے مزاج کو گرما دیا تھا۔

''میں بھی ایک رائٹر ہوں۔'' وہ عکرمہ کی ڈائجسٹ میں دلچسپی دیکھ کر گویا ہوئی۔ آنچل کھل اٹھی۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' آنچل کا انداز سراہنے والا تھا اور پراشتیاق بھی۔ عکرمہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

''کس نام سے لکھتی ہیں آپ، ہوسکتا ہے میں نے بھی آپ کی کوئی تحریر پڑھی ہو بھی۔'' آنچل کی دلچسپی عروج پہ تھی۔ اس لڑکی نے پہلو بدلا۔ بری پھنسی تھی لکھنے لکھانے سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا وہ تو بس اس بلا کے پرکشش مرد کی توجہ کے حصول کے لیے یونہی کہہ گئی تھی۔

''آنچل جیسے معروف ڈائجسٹ میں شائع ہوتے ہیں میرے شاہکار۔'' اس نے مزید کہنے کے ساتھ آواز بھی بلند کی۔ عکرمہ نے پھر بھی دھیان نہ دیا۔

''واقعی ماشاءاللہ۔ آپ کس نام سے لکھتی ہیں؟'' آنچل کا اشتیاق دیدنی تھا۔ یہ آنچل کا شوق بڑھانے نہیں بھڑکانے والا موضوع تھا۔

''آنچل شاہ کے نام سے...... یہ رہی میری کہانی۔'' اس نے جھٹ ایک ورق چٹکی میں پکڑ کر آنچل کے سامنے کردیا۔ عکرمہ اس کے قریب بیٹھا تھا تھوڑا سا سامنے کی طرف جھک کر نام دیکھتی آنچل ہی نہیں عکرمہ بھی ہک دک رہ گیا۔ اس نے ایک دوبار، تیسری بار ڈائجسٹ کی طرف اور پھر اس لڑکی کو دیکھا۔

''میں نے ایک نہیں کئی افسانے لکھے ہیں۔'' وہ اترا کر بولی۔ آنچل کی زبان گنگ تھی عکرمہ کے قہقہے نے کئی لوگوں کو ان کی جانب متوجہ کیا۔

''آپ رائٹر ہیں...... بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر میری مسز کو بھی آپ کے شاہکار افسانے بہت پسند ہیں۔'' اپنے بے ساختہ قہقہے پہ قابو پانے کے بعد بھی اس کے لب مسکرا رہے تھے۔ آنچل دم بخود تھی وہ کس طرح، آخر کس طرح اس دروغ گوئی سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''آپ کیا کہہ رہی ہیں...... آپ کو اندازہ ہے؟'' وہ عکرمہ پہ برہم سی نگاہ ڈال کر اس سے بولی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے اس قسم کی صورت حال کا سامنا ہوسکتا ہے۔ ایسا سفید جھوٹ کوئی کیسے بول سکتا ہے؟ اس نے امید و بیم کی کیفیت میں گھر کر اسے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔ اس کی گردن کچھ اور اکڑ گئی۔

''میں چھوٹی سی ہوں ناں اس لیے اکثر لوگ آپ کی طرح حیران ہو کر یہی پوچھتے ہیں کہ اتنی سی عمر میں اتنا میچور کیسے لکھ لیتی ہو؟ میں سب کو یہی بتاتی ہوں زندگی کے متعلق بہت گہرا تجزیہ ہے میرا۔'' اس نے اٹھلا کر جواب دیا۔ آنچل نے لب کچلتے ہوئے سنجیدہ نظروں سے عکرمہ کو دیکھا وہ رو دینے کو ہوتی مگر وہ خاموش رہا آنچل نے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا۔ کیا تھا اگر وہ ہنسنے کے بجائے اس لڑکی پہ واضح کرتا کہ آنچل شاہ وہ نہیں بلکہ اس کے پہلو میں بیٹھی لڑکی ہے۔ اس کا ہنسنا آنچل پہ گراں گزرا تھا۔ آنسوؤں کا گولہ حلق میں اٹک گیا تھا۔

''سنیں عکرمہ...... آپ براہ مت مانیے گا مگر کیا میں آپ سے آپ کا کانٹیکٹ نمبر پوچھ سکتی ہوں؟'' عکرمہ کا مسکرانہ دل موہ لے گیا تھا، اس کے قہقہے نے اس لڑکی کا دل بے قابو کردیا تھا کچھ پل خاموش رہی پھر مسکرا کر ایک ادا سے استفسار کیا۔

معاملہ ہاتھ سے نکلتا جارہا تھا۔ یہ ناز، یہ انداز آنچل کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے پچھلا غم بھول کر کڑے تیوروں سے اس ماہ جبین کو گھورا اگر وہ اس کی جانب متوجہ ہوتی تو کوئی اثر بھی ہوتا وہ تو دل وجان سے عکرمہ پہ فریفتہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''جی نہیں آپ کو نمبر نہیں مل سکتا۔'' جواب ترنت اور دو ٹوک موصول ہوا۔ عکرمہ کی جانب سے نہیں آنچل کی طرف سے لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی۔

''دیکھیے میں آپ سے نہیں عکرمہ سے مخاطب ہوں۔'' آنچل ہی نہیں عکرمہ بھی حیران رہ گیا۔ اس کا اعتماد قابل دید تھا۔

''دیکھیے محترمہ آپ میری وائف کو اور مجھے ڈسٹرب کر رہی ہیں۔'' عکرمہ نے اسے مہذبانہ انداز میں باور کرانا چاہا مگر اس کی آنکھیں خوشی اور جوش سے چمک رہی تھیں۔

''یعنی میں آپ کو ڈسٹرب کرنے میں کامیاب ہوگئی ہوں۔'' اس نے کھلکھلا کر کہا۔ عکرمہ نے سر تھام لیا۔ اس بار آنچل نے طیش میں آنے کے بجائے عکرمہ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دینا مناسب سمجھا۔

''آپ بات کو غلط رنگ دے رہی ہیں۔'' آنچل نے متانت سے اسے احساس دلایا۔ وہ سر جھٹک کر رخ کھڑکی کی جانب موڑ گئی۔ آنچل کی کسی بات میں اسے دلچسپی نہ تھی۔

''چلو اب کچھ وقت سکون سے گزرے گا۔'' عکرمہ اس کے رخ پھیرنے پہ مطمئن سے انداز میں بڑبڑایا۔

❁......❁......❁

''اب کیا آپ پورے راستے موبائل میں ہی مگن رہیں گے؟'' عکرمہ ڈائجسٹ رکھ کر موبائل پہ مصروف تھا، آنچل کے شکوے پہ اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

''تمہاری پسند کا سفر ہے انجوائے کرو نظارے بھی اور بھانت بھانت کی بولیاں بولتے لوگ بھی۔ تمہارے اندر چھپی فطرت سے محبت کرنے والی لڑکی کو ضرور تسکین مل رہی ہوگی۔'' وہ بولا تو آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہ تھی۔ آنچل نے بھی اسے گھورنا اپنا فرض سمجھا لیکن اس کا مقابلہ بہ مشکل تین سیکنڈ سے زیادہ نہیں کرسکی اس کی پلکیں لرزہ براندام ہوکر بھی فاتح ٹھہریں۔ اس سفر کی ساری دلکشی لوٹ آئی تھی سامنے بیٹھی لڑکی نے پہلو بدلا۔ چہرے پہ اُمڈتے برہمی اور جلن کے تاثرات اسی طرح چھپا سکتی تھی۔ سفر طویل تھا مگر بالآخر تمام ہوا۔ آنچل نے شکر ادا کیا وہ آفت جمع دروغ گو لڑکی سفر کے دوران چپ نہیں بیٹھی تھی۔

اندیشوں اور وسوسوں نے خوب صورت سفر کے سارے رنگ پھیکے کردیے تھے۔ آنچل کہانیاں لکھتی تھی مگر جتنے خوب صورت رنگ سامنے بیٹھی تتلی کی کہانیوں کے تھے اتنے رنگ اس سادہ اور معصوم آنچل کے نہ تھے۔ کہانیوں میں بڑے بڑے مسائل کا حل چٹکیوں میں ڈھونڈ لینا، وفا و قربانی کی داستانیں، بے وفائی کے قصے، سچ اور جھوٹ کی لڑائی، صحیح اور غلط کی کشمکش سب لکھنا آسان تھا مگر حقیقت میں بہت سے مسائل اسے پریشان کردیتے تھے۔ اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق اس نے دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے آنچل کی مصنفہ ہونے والے معاملے پہ بحث کرنے سے گریز برتا تھا دوران سفر وہ بدمزگی نہیں چاہتی تھی مگر عکرمہ کے معاملے میں وہ چشم پوشی نہیں اختیار کرسکتی تھی۔

❁......❁......❁

''شکر ہے اس لڑکی سے جان چھوٹی۔ آپ کے سامنے خود کو آنچل کہتی رہی اور آپ بالکل خاموش تھے ایک بار بھی اس کی تردید نہیں کی بلکہ ہنسنے لگے۔ مجھے تعجب ہے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑا۔'' وہ لوگ مری کے ایک ہوٹل میں پہنچ کر تازہ دم ہونے کے بعد کھانا تناول کررہے تھے۔ آنچل اس ماہ جبین کو یاد کرکے شکوہ کناں انداز میں گویا ہوئی۔

''ہوسکتا ہے اس کا نام آنچل ہو، اسے مصنفہ بننے کا شوق ہو اس لیے کہہ دیا، ویسے تمہیں خود یہ بات اسے بتانی چاہیے تھی کہ تم رائٹر ہو جب تم خاموش رہیں تو میں کیا کہتا؟ مجھے لگا تمہیں دلچسپی نہیں ہے رائٹر کہلوانے میں یا پھر تمہارے نزدیک یہ تعارف خاص اہمیت کا حامل نہیں۔ اگر ہوتا تو تم سر دھڑ کی بازی لگادیتیں۔'' آنچل کے دل پہ گھونسہ سا پڑا وہ اس پر الزام پہ تڑپ گئی اور میاں صاحب کو کوئی فرق نہیں پڑا۔

''مجھے دلچسپی نہیں ہے یا آپ ہنسنے لگے تھے؟'' صدمے سے اس کی آواز بھرائی۔

''میرے ہنسنے سے کیا ہوتا ہے میں صرف اس لڑکی کی حرکت پہ ہنس رہا تھا پتا نہیں کس کس کو بتاتی پھرتی ہوگی کہ

آنچل میں لکھتی ہے؟" وہ پھر ہنسا آنچل کا دل جل کر خاک ہوگیا۔

"ہاں آپ کو تو لطیفہ مل گیا ہے خوب ہنسیے۔ آپ میرا ساتھ دینے کے بجائے اس وقت سے میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ وہ لڑکی آپ کو متاثر کرنا چاہتی تھی اور آپ اس کا ذکر ہنس ہنس کر کررہے ہیں تاکہ میں جل جل کر مر جاؤں۔" اس کی بات پر وہ حیران رہ گیا۔

"ڈیئر وائف...... یہ ذکر آپ نے چھیڑا ہے میں تو ایک بات......"

"مجھ سے بات مت کیجیے، سخت ناراض ہوں میں آپ سے۔" اس کی بات قطع کرکے وہ بھناتی ہوئی بستر میں جاکر سر تک کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔

"آنچل...... یہ کیا بچپنا ہے۔" کچھ سیکنڈ وہ کمبل میں گم وجود کو گھورتا رہا اور آخر تلملا کر اس کے سر پہ پہنچ کر کمبل اس پہ سے ہٹایا۔

"آپ بس میرا مذاق اڑائیں، مجھے منانے کی ضرورت نہیں بلکہ جاکر اس لڑکی سے بات کریں جو جاتے جاتے اپنا رابطہ نمبر آپ کو دے گئی ہے۔ آنچل ہے ناں اس کا نام۔" اس نے کمبل کھینچ کر واپس سر پہ تانا عکرمہ لب بھینچ گیا۔ یعنی اس کا تفریح کا منصوبہ چوپٹ ہوگیا تھا روٹھنے منانے میں یہ دن یقیناً برباد ہونے والے تھے۔

❁......❁......❁

"جی نہیں...... میں چاہتی ہوں آپ ثاقب بھائی سے غفلت نہ برتیں بھلا مرد کا کیا اعتبار اور آنچل کو بھی میں یہی مشورہ دوں گی۔ عکرمہ بھائی میرے بھائی ہیں لیکن ہیں تو وہ بھی ایک مرد، خاصے ہینڈسم ہیں ثاقب بھائی سے بھی زیادہ۔ انہیں تو بے شمار لڑکیاں پسند کرتی ہیں اور اس بات سے آنچل بھی واقف ہے لہٰذا ڈیئر آنچل میرا تو یہی مشورہ ہے کہ محتاط رہو۔" اسے کب کی کہی ماہا کی باتیں یاد آنے لگیں۔

گلے میں آنسوؤں کا گولا سا اٹک گیا۔ ایک تو وہ تھا ہی اتنا ہینڈسم اس پہ آج۔ ڈارک بلیو جینز پہ بلیک شرٹ بھی زیب تن کرلی تھی۔ ڈارک گلاسز اور بے نیاز انداز۔ وہ تنھیا گلی میں پھر آٹکرائی تھی۔

"آپ یہاں؟ اگر میں اللہ سے کچھ اور بھی مانگتی تو وہ بھی مل جاتا۔" وہ بچوں کی طرح چہکی۔ آنچل کا دل مٹھی میں آگیا۔ کیسا ہولناک انکشاف تھا اس کے عکرمہ شاہ کو کوئی اور مانگ رہا تھا؟

"سوری میڈم...... یہاں نو ویکنسی کا بورڈ لگا ہے۔ میری دعائیں قبولیت کا شرف پاچکی ہیں۔" عکرمہ نے آنچل کے کندھے پہ بازو پھیلایا۔

"اور آپ یہاں کیسے؟" آنچل نے بدمزہ ہوکر پوچھا۔

"اصل میں، میرے کزنز بھی یہاں آرہے ہیں کچھ دوست بھی ہیں بس سمجھیں قسمت نے ہمیں ملانا تھا لہٰذا پروگرام کچھ تبدیل ہوگیا۔" وہ عکرمہ کو ہنوز محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھی آنچل کا دل گیلی لکڑی کی طرح سلگنے لگا۔ اسی وقت اس کے کزنز بھی آگئے۔

"ان سے ملو یہ ہیں عکرمہ شاہ۔ میں نے بتایا تھا ناں۔" اتنا تعارف کافی تھا وہ سب عکرمہ کے آگے پیچھے ہونے لگے۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ ماشاءاللہ جیسا سنا تھا آپ کے متعلق اس سے کہیں زیادہ ہینڈسم ہیں آپ۔" اس کے کزنز عکرمہ سے متاثر نظر آرہے تھے۔ وہ تین لڑکیاں اور دو لڑکے تھے اور عکرمہ کو بڑے خلوص سے ایبٹ آباد آنے کی دعوت دے رہے تھے۔

"یہ میری بیوی ہے آنچل۔" عکرمہ نے تحمل سے انہیں سنا پھر قدرے خاموشی ہونے پہ اپنے پہلو میں کھڑی لڑکی کو ہاتھ پکڑ کر آگے کیا۔

"ارے تم نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ یہ شادی شدہ ہیں۔" ایک گورا چٹا درمیانے قد کا دبلا پتلا لڑکا جس کا نام عفان تھا چہک کر بولا۔ اس بار اس مسلسل مسکراتی لڑکی نے جز بز ہوکر اسے دیکھا۔

"انہوں نے تو یہ بھی نہیں بتایا ہوگا کہ یہ رائٹر ہیں؟" یہ عکرمہ تھا بالکل مختلف رعایت سے عاری لہجہ لیے ہوئے۔

"کیا ہوگیا مذاق تو نہیں کررہے آپ، رانیہ اور رائٹنگ کبھی نہیں؟ ناممکن آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ یہ تو کہتی ہے نہایت فارغ لوگ لکھتے ہیں اور کون پڑھے یہ طویل نصیحت سے بھرپور تحریریں۔ کیوں رانیہ...... ٹھیک کہہ رہی

ہوں ناں میں؟" اس کی کزن مزید نہ بولی۔ رانیہ گڑبڑائی۔

"رانیہ..... آپ کا نام آنچل شاہ نہیں تھا؟" آنچل دنگ تھی۔ عکرمہ کے انداز بدلے بدلے تھے۔

"ہاں..... نہیں میرا مطلب ہے وہ میرا قلمی نام ہے اور....." وہ سٹپٹا کر بات بنانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

"غلط بات ہے ایک تو جھوٹ بول رہی ہو اس پہ شرمندہ ہونے کے بجائے مزید غلط بیانی سے کام لے رہی ہو۔" آنچل پہلی بار گویا ہوئی۔

"میں کیوں جھوٹ بولوں گی؟ لکھتی ہوں میں۔ ڈائجسٹ میں اپنی شائع شدہ تحریر بھی دکھائی تھی میں نے۔" وہ بھڑک کر گویا ہوئی۔

"آنچل شاہ میں ہوں وہ میری تحریر تھی۔ اچھا ہوا تم سے دوبارہ ملاقات ہوگئی اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے ورنہ تمہیں دیکھتے ہی میں نے سوچا تھا کہ دوبارہ کیوں مل گئیں تم ہمیں۔" آنچل رسان سے گویا ہوئی۔ رانیہ نامی لڑکی اور اس کے کزنز کے تاثرات مختلف تھے رانیہ ڈھٹائی سے سر اٹھائے کھڑی تھی جبکہ اس کے کزنز اسے ملامتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"تو کیا ہوا اگر میں نے کہہ بھی دیا کون سا قیامت آگئی؟" وہ سراسر ہٹ دھرمی پہ مائل تھی۔

"کچھ نہیں ہوا تم نے اتفاق سے میرے سامنے کہا کہ تم آنچل شاہ ہو اگر ہماری جگہ کوئی اور میاں بیوی ہوتے تو وہ کیا سوچتے آنچل شاہ کیسی رائٹر ہے؟ لکھتی کچھ ہے اور حقیقت میں کچھ اور ہی ہے۔" آنچل کو سخت صدمہ ہوا۔

"ہاں رانیہ یہ غلط ہے میں نے آنچل ڈائجسٹ کی کہانیاں پڑھی ہیں ہر مصنفہ اپنے الگ انداز میں لکھتی ہے، حق پرستی، محبت اور خیر کے راستے پہ چلنے کی تلقین کرتی ہے۔ چھوٹے بڑے معاشرتی مسائل کا احاطہ کرنا، اصلاحی کہانیاں لکھنا آسان نہیں، محبت کے خمیر سے گندھے مثالی کردار، وفا کے پیکر مرد و زن کی کہانیاں جن کا اختتام ہمیشہ فلاح کا راستہ منتخب کرنے پہ ہوتا ہے اور ایسے کردار بھی ہوتے ہیں جو غلط راہ پہ چل کر نشانِ عبرت بن جاتے ہیں۔ ہمارے گرد بکھری کہانیاں جب کسی قلم کار کے قلم سے تخلیق ہوتی ہیں تو قرطاس ابیض پر زندہ جاوید ہو جاتی ہیں۔" اس کی تایا زاد افشاں مطالعہ کی شیدائی تھی اس نے گردن جھٹکی۔

"میں بھی لکھ سکتی ہوں مگر اتنی فارغ نہیں۔" وہ نخوت سے گویا ہوئی۔

"رانیہ..... فارغ کوئی نہیں ہوتا ہر انسان اپنے حصے کا کام کرتا ہے۔ قلم اٹھانے والوں پہ زیادہ ذمہ داری ہے وہ ذہن سازی کرتے ہیں کبھی شوق سے قلم اٹھاتے ہیں پھر لکھنا عادت بن جاتا ہے۔ کبھی ضرورت بن جاتا ہے۔ کچھ روح کی تسکین کے لیے لکھتے ہیں، کچھ تشنگی مٹانے کے لیے، کچھ خود کو تلاش کرنا چاہتے ہیں اور کچھ معاشرے کی ناہموار رویوں اور جذبوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ اپنی تکمیل اور تعمیر کے لیے لکھتے ہیں۔ لکھنے کی سیکڑوں، ہزاروں وجوہات ہوسکتی ہیں مگر ان میں فراغت شامل نہیں کہ انسان فارغ ہے تو لکھ رہا ہے۔ بے چینی کہتی ہے کہ لکھ، اضطراب کہتا ہے کہ لکھ، لکھنے والا لکھنے کے لیے وقت نکال ہی لیتا ہے کیونکہ اس کے اندر الفاظ شور مچاتے ہیں، سر پٹختے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اسے خاموشی بے چین رکھتی ہے۔ نصیحتیں ہو یا محبتیں جذبوں کو احساسات کو لفظوں کا پیکر دینا، واقعات کو کہانی کا پیرہن دینا آسان نہیں اور ایسے کردار بننا جو ذہن پہ نقش ہو جائیں اور بھی دشوار ہے۔" وہ جذباتی ہو کر لیکچر دینے لگی۔ رانیہ نے خفت زدہ ہو کر سر جھکا لیا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گی سچ کہوں گی عکرمہ میرے آئیڈیل جیسے ہیں اور انہیں دیکھ کے لگا میری تلاش ختم ہوگئی۔ انہیں متاثر کرنے کے لیے جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔" بات جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں آگئی۔

"آئیڈیل کچھ نہیں ہوتے۔ آئیڈیل کے پیچھے بھاگنا سیراب کے پیچھے بھاگنے جیسا ہے اصل چیز اوصاف ہیں۔" عکرمہ نے آنچل کو فخر سے دیکھا وہ جذباتی ضرور تھی مگر کم فہم نہیں۔

"آپ کہہ سکتی ہیں کیونکہ آپ کو عکرمہ جیسا ہینڈسم، قابل اور منفرد بندہ بن مانگے مل گیا ہے میرے دل سے نہ ان کی محبت ختم ہوسکتی ہے اور نہ خواہش۔" آنچل خاموش ہوگئی یہ کہانی نہیں تھی کہ وہ قلم کی جنبش سے کردار کے نظریات و خیالات بدل سکتی اسے حقیقت کو برداشت کرنا تھا۔

ہوٹل آنے تک وہ خاموش رہی، دل بوجھل ہو رہا تھا۔

ایک لڑکی نے ببانگ دہل سب کے سامنے اس کے شوہر سے محبت کا اعتراف کیا تھا۔ اب چاہے اس کا شوہر کہہ بھی دیتا کہ وہ صرف اس سے محبت کرتا ہے مگر اسے تو دھڑکا لگ گیا تھا۔ اس نے واپسی کا شور مچایا عکرمہ متفق نہ تھا۔

''آنچل ہمیں ابھی آگے جانا تھا اور ٹرپ بیس دن کا تھا ابھی تو صرف چار دن ہوئے ہیں۔''

''موسم خراب ہے ابھی آگے جانا ممکن نہیں۔'' وہ پیکنگ کرنے لگی۔

''تو کیا ہوا ہم یہاں رک سکتے ہیں میرا واپسی کا کوئی ارادہ نہیں۔'' وہ بیڈ کے کنارے پہ نیم دراز تھا اٹھ کر بیٹھا اور اس کے ہاتھ سے اپنی شرٹ لے کر دور اچھال دی۔

''مجھے اس لڑکی سے خوف آتا ہے وہ یہاں ہے، اس لیے میں یہاں نہیں رکنا چاہتی۔'' اس نے سر جھکا کر خائف سے انداز میں کہا۔

''تم خوف زدہ نہیں ہو دراصل تمہیں اعتبار نہیں ہے مجھ پر۔'' وہ جھنجھلایا۔ بات سنجیدہ رخ اختیار کر گئی تھی۔

''اب آپ نئی بحث کا آغاز مت کریں۔'' وہ زچ ہوئی۔

''آنچل یہ سراسر زیادتی ہے اگر کوئی مجھے پسند کرے تو اس میں میرا کیا قصور؟'' وہ حددرجہ خائف تھا آنچل کے لیے آنسو روکنے محال ہوگئے۔ یہ بات ہی ایسی تھی کہ دل پہ آرے چل جاتے تھے۔ اس لڑکی کی دیدہ دلیری تھی ایک عورت کے سامنے اس کے شوہر کو اپنے دام الفت میں پھنسانا چاہا اور اعتراف محبت تک کر دیا۔ وہ یک دم چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔ عکرمہ گہری سانس لے کر آگے بڑھا اور اسے بازو کے حصار میں لے لیا۔ اس کے رونے میں اور شدت آگئی۔

کچھ دیر آنسو بہا لینے کے بعد دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔

''مجھے واپس جانا ہے۔'' عکرمہ سے دور ہوکر آنسو پونچھتے ہوئے اس نے وہی تقاضا کیا۔ اس کی سوئی ایک بات پہ اٹک گئی تھی۔

''ٹھیک ہے واپس چلتے ہیں مگر آئندہ کبھی شکایت مت کرنا کہ تمہیں کہیں لے کر جاتا نہیں ہوں کیونکہ اب میں تم جیسی جیلس لڑکی کو اپنے ساتھ کہیں نہیں لے جاؤں گا۔'' وہ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں برہمی کا اظہار کرتے ہوئے شدید برگشتہ ہوا۔ آنچل کا دل اسے مزید رونے پہ اکسانے لگا۔ وہ خفا خفا سا صوفے پہ لیٹ گیا۔ اس کی برہم نگاہوں کی زد میں اب بھی وہ ہی تھی مگر مجال ہے جو اسے فرق پڑا ہو وہ جانے کے لیے راضی ہوگیا تھا اور یہ بہت تھا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

واپسی کا سفر بذریعہ ہوائی جہاز ہوا تھا وہ خاموش رہی عکرمہ نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا وہ ناراض تھا۔ آنچل نے سوچ لیا تھا گھر جا کر اسے منا لے گی آخر وہ کتنی دیر ناراض رہے گا مان ہی جائے گا۔ ان کی اتنی جلدی واپسی گھر والوں کے لیے باعث حیرت تھی۔ فاطمہ شاہ نے بیٹے کو آڑے ہاتھوں لیا۔

''تمہیں ہی واپسی کی لگی ہوگی۔ بچی ایسی صابر وشاکر ہے کچھ کہتی نہیں اور تم اپنی من مانی کرتے ہو۔ تمہارے بابا جان سے کہتی ہوں وہ ہی تمہارے دماغ کو ٹھیک کریں گے۔'' آنچل ڈھٹائی سے مسکراتی رہی۔ وہ آنچل کو گھورتا ماں کی باتیں سننے پہ مجبور تھا۔

''آنچل...... بیٹا دل چھوٹا مت کرو۔'' فاطمہ شاہ نے اپنی اکلوتی لاڈلی بہو کو پیار سے اپنے ساتھ لگا کر کہا اس نے شرارت سے مسکراتی نظروں کے ساتھ عکرمہ کو دیکھا۔ وہ دانت پیس کر رہ گیا۔ گھر آتے ہی اس کے چہرے کے تمام رنگ لوٹ آئے تھے۔ مسکراہٹ بحال ہوگئی تھی اور شوخی و شرارت عروج پہ تھی عکرمہ کو واپس آنے کا شدید قلق تھا، وہ ماں کی بازپرس سے خلاصی پا کر کمرے میں آگیا، تازہ دم ہونے کے بعد کتنی ہی دیر اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہیں آئی آخر اسے نیند آگئی تھی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

''تم عکرمہ بھائی کو لے گئی تھیں تو روک بھی لیتیں یہ کون سا ہنی مون تھا چار دن میں واپس اور جب سے واپس آئے ہو عکرمہ بھائی منہ پھلائے پھر رہے ہیں پہلے مما نے پھر بابا جان نے ان کی خوب کھچائی کی ہے اگر تم ایک کال کر کے واپسی کے پروگرام سے آگاہ کر دیتیں تو کم از کم ان کی یہ درگت نہ بنتی یا بابا انہیں آنے سے ہی منع کر دیتے۔'' فریحہ جب سے آئی تھی اس کے کان کھا رہی تھی۔

وہ ''نیلا دل'' پڑھ کر آنکھیں سرخ کر رہی تھی۔

"یار...... کچھ پوچھ رہی ہوں میں۔" وہ بھنائی آنچل نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

"میں خوف زدہ ہوگئی تھی۔ وہاں ایک پچھل پیری مل گئی تھی۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

فریحہ کا ہی نہیں۔ زندگی اور مقدس کا بھی دل اچھل کر حلق میں آ گیا وہ دونوں سر جوڑے "تیری زلف کے سر ہونے تک" کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھیں مگر کان میں جونہی پچھل پیری کا نام پڑا جسم سے جان نکل گئی۔

"کک...... کیا، پچھل پیری سچ مچ والی؟ تم دونوں کے پیچھے یا صرف تمہارے پیچھے۔ یا اللہ تم لوگ اپنے پیچھے لگا کر گھر تک تو نہیں لے آئے۔" زندگی کا خوف سے برا حال تھا تھر تھر کانپنے لگی تھی، فریحہ کی جان بھی حلق میں آ گئی تھی۔

"کیا واقعی آنچل؟"

"ہاں تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔" وہ سلگ کر بولی۔

"کیسی ہوتی ہے پچھل پیری؟" مقدس نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"اس بار پچھل پری کا افسانہ نئے افق میں لکھ بھیجوں گی پڑھ لینا کیسی ہوتی ہے پچھل پیری۔" اس نے جان بوجھ کر ان کے تجسس کو ہوا دی۔

"چائے حاضر ہے جناب من۔" ماہا ٹرے تھامے لیونگ روم میں داخل ہوئی۔ ان سب کے ہونق چہرے دیکھ کر اس نے ٹرے میز پہ رکھی۔

"خیریت کیا بھری دوپہر میں کوئی پچھل پیری دیکھ لی جو چہروں کے رنگ اڑ گئے ہیں؟" ہائے سوال تھا یا کرنٹ زندگی اور مقدس کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی۔ فریحہ سہم گئی اور من گھڑت کہانی بنانے کی ذمہ دار نے صوفے پہ سے جمپ لگائی اور فریحہ کے ساتھ کارپیٹ پہ آ بیٹھی۔ ماہا بے چاری حیران پریشان دیکھتی رہ گئی۔

"ماہا کیوں خون خشک کر رہی ہو؟" فریحہ نے دہائی دی۔

"کیا کیا ہے میں نے؟" وہ اب بھی حیران تھی۔

"تم تو یہاں تھی بھی نہیں پھر کیسے پتا چلا کہ ہم پچھل پیری کی باتیں کر رہے تھے؟" آنچل نے ہمت کر کے پوچھا۔ ماہا ہنسنے لگی۔

"کیونکہ وہ پچھل پیری میں ہوں۔" اس نے آواز بھاری کر کے ڈرانا چاہا مگر سب سے پہلے فریحہ نے اسے کشن رسید کیا اس کے بعد اس کی شامت آ گئی۔

"ہم پچھل پیری کا وہ حال کرتے ہیں کہ بے چاری پیچھا چھڑا کر بھاگتی ہے۔" وہ سب ہنسنے لگیں۔

"سچ سچ بتاؤ کیوں واپس آئے۔" چائے کے کپ اٹھا کر ایک بار پھر فریحہ سمیت ان سب نے پوچھا اور اس بار اسے پوری روداد سنانا پڑی۔

"وہ لڑکی گلے پڑ رہی تھی مجھے لگا وہ جان بوجھ کر رکی ہے وہاں اور دوبارہ ہمارے راستے میں بھی جان کر آئی ہے بس میں خوف زدہ ہوگئی تھی۔"

"میں تو پہلے ہی کہتی ہوں عکرمہ بھائی کسی بھی ہالی ووڈ کے ہیرو سے کم نہیں اور جب تم ان کے ساتھ ہوتی ہو تو لوگ زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔" ماہا سنجیدہ ہوئی۔ آنچل کے لبوں پہ تفاخر آمیز مسکراہٹ در آئی۔

"ظاہر ہے لوگ سوچتے ہیں اتنے اسمارٹ بندے کے ساتھ ایسی عام سی لڑکی۔" ماہا اپنے نام کی ایک ہی تھی۔ آنچل کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوئی اور اس نے کشن اٹھا کر ایک بار پھر ماہا پہ دھاوا بول دیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"کہاں غائب ہو تم؟ میرے آتے ہی کمرے سے چلی جاتی ہو اور میرے سونے کے بعد آتی ہو۔" عکرمہ نے پورے ایک ہفتے بعد اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا وہ یہی سوچ کر آئی تھی کہ وہ سو چکا ہوگا مگر وہ جاگ رہا تھا۔ اسے یقین تھا گھر والوں کی باز پرس کا نشانہ بننے کے بعد وہ اس سے بھی ٹھیک ٹھاک برہمی کا اظہار کرے گا۔ اس نے لبوں پہ زبردستی مسکراہٹ سجائی۔

"میں تو یہیں ہوں، مجھے کہاں غائب ہونا ہے۔" میز سے اپنے افسانے کا مسودہ اٹھاتے ہوئے سرسری لہجے میں جواب دیا۔

"چہ خوب، زبردستی واپسی کے لیے مجھے تم نے مجبور کیا، گھر والوں سے باتیں تک سننی پڑیں مجھے تم خاموش تماشائی بنی مسکراتی رہیں۔ مجھے منانے کے بجائے سب کی ہمدردیاں

سمیٹتی رہیں۔ اتنا نہ ہوا کہ مما بابا کو بتا دیتی کہ تمہاری وجہ سے ہم واپس آئے ہیں اور اب چھپتی پھر رہی ہو۔" وہ اس کا ہاتھ سے مسودہ لے کر واپس میز پہ پٹخ گیا۔ آنچل نے اسے سٹپٹا کر دیکھا۔

"میں کیوں چھپتی پھروں گی جب آپ چپ تھے تو میں نے سوچا کیوں بتاؤں کہ میری وجہ سے آئے ہیں۔ شاید آپ کو ڈانٹ ڈپٹ اچھی لگ رہی ہو ایسا موقع روز روز تو آتا نہیں ہے۔" اس نے متانت سے جواب دے کر ہاتھ جھاڑے۔

"تم اس دن میرے خاموش رہنے کا بدلہ لے رہی تھیں۔" اس نے بھی آنچل کو گھور کر دیکھا۔

"بالکل۔" بلا ہچکچاہٹ جواب دیا۔

"بدلہ لینے سے پہلے یہ سوچ لو میری جان، اب بھی اس لڑکی کا نمبر میرے موبائل میں موجود ہے۔" عکرمہ کے لبوں پہ بھرپور مسکراہٹ جگمگائی۔

"آپ کا موبائل چیک کر چکی ہوں میں آپ ڈیلیٹ کر چکے ہیں۔" اس کا اطمینان قابل رشک تھا اپنی کارکردگی پہ مجال ہے جو شرمندہ ہوئی ہو۔

"تھوڑا سا بھی اعتبار نہیں ہے تمہیں مجھ پہ موبائل تک چیک کرتی ہو؟" اس نے خود پہ مصنوعی سنجیدگی اور بے چارگی طاری کی۔

"ہاں تو کوئی اعتراض ہے آپ کو؟" وہ اپنی کمر پہ ہاتھ جما کر بولی۔

"نہیں اعتراض نہیں اختلاف ہے۔ تم یہ بھی کہہ سکتی ہو سرتاج آپ اتنے ہینڈسم ہیں آپ کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔" وہ ہنسا تو آنچل نے پہلے اسے گھور کر دیکھا پھر ہنس دی۔

"یار...... میں تمہارا ہوں کسی لڑکی کی کیا مجال جو ہمارے درمیان آئے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی۔

"جانتی ہوں مگر وہ خود کو آنچل کہہ رہی تھی اور میں ڈر گئی جو بے خبری میں میری پہچان چرا رہی تھی میرے فن کو اپنے آپ سے منسوب کر رہی تھی۔ کہیں میری بے خبری میں کوئی اور قیمتی چیز نہ چرا لے۔" اس نے مسودہ کھولتے ہوئے اپنے احساسات پہ قابو پانا چاہا۔

"پاگل ہو تم...... تمہاری پہچان تم خود ہو کوئی نہیں چرا سکتا اسے۔" عکرمہ نے اسے محبت سے دیکھا۔ اس نے مسکرا کر قلم تھام لیا۔

"اب کیا لکھنے بیٹھ گئی ہو؟"

"ایک افسانہ۔" وہ شرارت سے ہنس دی۔

"کبھی اگر اس لڑکی کی نظروں سے یہ افسانہ گزرا تو اسے یاد آئے گا کہ اس نے کسی مصنفہ کا نام چرانے کی کوشش کی تھی۔" اس نے کچھ ضروری ترامیم کے ساتھ اس واقع کو قلم بند کر دیا تھا۔

"ایک قلم کار کسی کردار کو بھی کہانی کا حصہ بنا کر زندہ کر دیتا ہے۔ تم نے اپنی رقیب کو یادگار بنا دیا۔" اب اس نے اسے چھیڑا۔ آنچل نے اسے گھور کر دیکھا پھر سر جھٹکا۔

"میں نے ایک ایسا کردار قلم بند کیا ہے۔ جس سے سب کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ایسے کردار بہت کم ہوتے ہیں مگر کبھی کسی کا سابقہ ایسے کسی انسان سے پڑ جائے تو وہ بڑا نقصان اٹھا سکتا ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو، ویسے تمہارے لیے ایک خوش خبری بھی ہے۔" عکرمہ نے یاد آنے پہ میز کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر میز کی دراز سے ایک ڈبا نکالا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے متجسس ہو کر پوچھا۔

"خود دیکھ لو۔" عکرمہ نے مسکرا کر اسے ڈبا تھمایا۔ ڈبا کھولتے وہ خوشی سے چیخی۔ اس کی پسندیدہ کتاب اس میں موجود تھی۔ وہ خوشی سے کھل اٹھی۔

"عکرمہ...... آپ بھی ناں......" اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو عکرمہ نے اسے اپنے بازو کے حصار میں لے لیا۔ زندگی کی ہر خوشی اس سے منسوب تھی پھر وہ کیوں اسے ناراض رہنے دیتا۔

قسط نمبر 27

عشنا کوثر سردار

عشق سے کہہ دو ابھی بات نہ کرے
اس نگاہ کو ابھی جاگنے کی عادت نہیں ہے
عشق سے کہہ دو ابھی خواب نہ دے
ابھی ستاروں پہ چلنے کی ہمت نہیں

میخوں سے زخمی چہرہ، ہونٹ پپڑی زدہ، آنکھوں میں حیرانی اور ویرانی کیسی چیختی، پکارتی تھی مگر آواز اس تک کیوں نہ جاتی تھی جسے سننا تھا وہ سنتا کیوں نہ تھا؟ اس کے پاس کوئی تصویر نہ تھی کہ دکھا کر پوچھتی اندراج کرانے والوں کے پاس کئی بار گئی مگر کوئی مدد نہ ملی۔

''اتنے لوگ آتے ہیں محترمہ اب ہم کس کس کا حساب رکھیں؟ یہاں تو گنتی بھولنے لگی ہے اب اعداد و شمار کرتے، کئی آئے کئی گئے کون ان کیمپوں میں بیٹھا رہے گا۔ جو گھر بار تیاگ کر آئے ہیں ان کو رہنے کو چھت بھی چاہیے اور ہم بس یہیں تک کا کام کرتے ہیں کون کہاں گیا کس کو کہاں زمین یا جائیدادیں ملیں اب اس کا حساب کتاب کون یاد رکھتا ہے آپ کے لیے ہم فائلیں تو جانچنے سے رہے ایک نئی فائل کھلتی ہے تو دس پرانی اٹھا کر ریکارڈ میں محفوظ ہونے چلیں جاتی ہیں، اب آپ کے لیے سر درد والا کام کون کرے گا؟'' ایک کلرک نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا اور دوبارہ سر جھکا کر اپنے معاملات میں مصروف ہوگیا۔ فاطمہ بی بی خاموشی سے واپس پلٹ آئیں۔

وہ چہرہ جو دلکشی سے بھرا تھا اب باعث کشش نہ رہا تھا وہ قابل توجہ بھی نہ رہی تھیں جو چہرہ نقاب میں چھپا رہتا تھا اب وہ زخموں سے بھرا سب کے لیے بے نقاب تھا مگر کوئی ایک نگاہ بھی ان کی طرف نہ اٹھ رہی تھی۔

''کیا ہوا اگر تم ملو اور ہماری سمت نگاہ بھی نہ کرو؟ وہ نظر ہماری سمت نہ اٹھے جی بھر کے دیکھنے کی کوئی طلب نہ رکھے اور......'' ایک سوچ ان کی تمام ہمتوں کو پست کر گئی۔ فاطمہ بی بی نے خشک پپڑی زدہ لبوں پر زبان پھیری اور نظروں کو نئے سرے سے تلاش میں گھمایا۔

''کیا آپ نے نواب زادہ وقار الحق کو دیکھا ہے، کبھی ملے ہیں آپ ان سے، وہ انڈیا سے آئے ہیں اونچا لمبا قد ہے، بہت پُر وجاہت شخصیت کے مالک ہیں اور......'' کیمپ میں رہنے والوں سے وہ باری باری پوچھتی رہی

مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"وقار الحق ہم آپ کو کہاں ڈھونڈیں گے؟ کیا آپ بھی ہمیں اسی طور ڈھونڈ رہے ہوں گے جس طور ہم آپ کو بے قراری سے ڈھونڈ رہے ہیں؟" ان کے سوال کا کیا جواب تھا کسی کے پاس۔

"ہم آپ کو ڈھونڈنے کا سلسلہ منقطع نہیں کریں گے۔ آپ ہماری زندگی کا حصہ ہیں اور آپ کے بنا زندگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہمارے پاکستان آنے کی وجہ آپ ہیں، آپ کے علاوہ ہمیں کوئی در دکھائی نہیں دیتا۔" وہ سوچتی ہوئیں ہجوم میں آگے بڑھتی گئیں، تب ہی ایک لمحہ میں اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا جیسے کوئی ہمراہ یا پیچھے چل رہا ہے اس سے قبل کہ وہ پلٹتیں کسی نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا وہ بے طرح چونک گئیں۔

❁……❁……❁

حیرت وخوشی سے اس نے دیکھا۔ نواب صاحب سامنے کھڑے تھے فاطمہ بی بی کی آنکھیں مسرت سے بھر گئیں۔

"چچا جان آپ؟" نواب صاحب نے شفقت سے ہاتھ سر پر رکھا۔

"کیسی ہے میری بچی؟" فاطمہ بی بی نے سر ہلا دیا۔ نواب صاحب نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پوچھا۔

"اکیلی پاکستان پہنچی ہیں آپ؟" فاطمہ بی بی نے سر نفی میں ہلایا۔ کسی اپنے کو ڈھونڈتے ہوئے جس کوفت اور اذیت سے وہ گزر رہی تھیں وہ ناقابل بیان تھا۔ کسی اپنے کو سامنے پا کر آنکھیں چھلک گئی تھیں۔ نواب صاحب نے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ رونے لگیں نواب صاحب نے انہیں اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"آپ بہادر بیٹی ہیں، فاطمہ اور بہادر بیٹیاں روتیں نہیں۔" انہوں نے آنسو پونچھے تو فاطمہ بی بی نے آنسو صاف کیے۔

"چچا جان...... ہم تو امید ہی کھونے لگے کہ کسی اپنے کو ڈھونڈ پائیں گے، روز تلاش میں نکلتے، آپ اور وقار الحق کے متعلق معلومات لیتے رہے پر کیا آپ کے ہمراہ وقار بھی ہیں؟" فاطمہ بی بی نے ایک آس سے پوچھا۔ نواب صاحب نے سر نفی میں ہلایا اور آہستگی سے بولے۔

"ہم بھی ان کی تلاش میں ہیں، روز ان کی بابت دریافت کرتے ہیں مگر فی الحال ابھی تک کوئی امید افزا جواب نہیں ملا، آپ پریشان نہ ہوں وہ خیریت سے ہوں گے۔" نواب صاحب نے تسلی دی تو فاطمہ بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔

❁......❁......❁

"بی بی آیت محبت کوئی آسان مرحلہ نہیں، یہ ایک سفر ہے اور قدم قدم جان لیوا ہے۔ تپتی زمین جہاں پاؤں جھلساتی ہے وہیں محبوب کی بے اعتنائی و بے خبری روح کھینچتی ہے اور جسم سے روح کھینچنے کا عمل عجب تجربہ ہے کہ ایک ایک سانس قیامت بن جاتی ہے۔" جہانگیر نے نظر اٹھائے بنا کہا تو آیت اس کے جھکے سر کو خاموشی سے دیکھتی رہی، جہانگیر جانے کیا سوچ کر مسکرایا اور سر اٹھا کر اسے دیکھا اور یہی وہ لمحہ تھا جب آیت نظریں پھیر گئی تھی۔

"عشق کیا ہے، عجب تماشا ہے، جان جاتی ہے مگر سانس چلتی ہے۔ جان سلگتی ہے مگر دل دھڑکتا ہے۔ کوئی کیا جانے ویرانوں میں کیا بھید چھپے ہیں یا آوارگی کیا معنی رکھتی ہے۔" جہانگیر کا لہجہ دھیما اور بے پروا تھا۔ جیسے وہ ان تمام مراحل سے گزر آیا ہو اور اب اسے محبت سے کوئی واسطہ نہ رہا ہو۔

"کیا یہ سب سہہ کر محبت اپنا وجود کھو دیتی ہے؟" آیت نے عجب نقطہ اٹھایا جہانگیر مسکرا دیا۔

"کیا محبت اور عشق کی سمت بدل سکتی ہے؟ ایک راہ سے دوسری سمت اختیار کر سکتا ہے؟" آیت جانے کیا جاننے کی خواہاں تھی۔ جہانگیر خاموش ہو کر نگاہ پھیر گیا۔ آیت اس کے بولنے کی منتظر رہی پھر اٹھنے کو تھی جب جہانگیر کی آواز کانوں میں پڑی۔

"عشق کی سمت نہیں بدلتی، عشق ایک بار ہوتا ہے، ایک وجود سے اور دوبارہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔" اس کا لہجہ قطعی تھا۔ آیت کی آنکھوں میں بے چینی پھیلنے لگی مگر جہانگیر بے پروا سا اپنے دھیان میں اٹھا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ آیت کی نظریں تاحد نگاہ تعاقب میں رہیں۔

"دوبارہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ روشنی جب سمت بدل سکتی ہے تو عشق سمت کیوں نہیں بدلتا؟ روشنی کا اصول الگ ہے کیا اور عشق کے قانون الگ؟" وہ محض خود سے الجھ کر رہ گئی مگر اس کی سوچوں کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔

❁......❁......❁

"اسد اللہ کی محبت کیسی تھی، ہم سوچتے ہیں تو الجھنے لگتے ہیں، کیا انہیں ہماری یاد کبھی نہ آئی ہوگی؟" جہاں آرا نے دریافت کیا تو نواب صاحب خاموشی سے انہیں دیکھ کر رہ گئے۔ جہاں آرا کی آنکھوں کی ویرانی بڑھنے لگی اور وہ مدھم آواز میں بولی۔

"ہم ان کی زندگی سے خارج ہوئے تو ان کی ہر سوچ پر قابض کیوں نہ ہوئے؟ ایسے بھولنے والے تھے کیا ہم؟" نواب صاحب ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں رکھتے تھے کیونکہ نواب صاحب اپنے دل سے نبرد آزما

ہونے میں مصروف تھے۔سو ان کے سوالات کا جواب کیونکر دیتے؟ ان کے اپنے اندر عجیب افراتفری تھی۔وہ کس توجہ سے انہیں سنتے،ان کا خود کا ذہن بھٹکا ہوا اور بے سمت محو پرواز تھا۔سوچیں منتشر اور غیر واضح تھیں۔دل کے زمانوں کو جہاں آرائی کی گفتگو سے کیا سروکار ہوتا؟

''نواب صاحب آپ نے بھی کی ہوگی ناں کسی سے محبت۔محبت کیوں واسطے بنالیتی ہے اور پھر چاہو بھی تو ڈور توڑنا محال ہوجاتا ہے۔'' جہاں آرائی نے پوچھا اور نواب صاحب کے لبوں پر تالے پڑے رہے۔

انہوں نے محبت تو کی تھی اپنی بیگم سے اور لگا تھا کہ اس محبت کے بعد کوئی بھی دستک ہو در نہیں وا ہوگا مگر وہ حیران رہ گئے جب دوسری بار دل کا کواڑ کھلتا چلا گیا تھا۔تب ان کو احساس ہوا کہ محبت ایسی زورآور کیسے ہوسکتی ہے اور محبت کی آمد ایک سے زیادہ بار کیسے ممکن ہے؟ وہ جو محسوسات رکھتے تھے وہ حیران کن تھیں،ان کا خود کا سمجھنا فی الحال مشکل تھا پھر وہ کسی دوسرے فریق کو کیسے اور کیونکر سمجھاتے؟ اور وہ بھی اس کو جو کسی اور سے وابستہ تھا اور اس کا دل کسی اور کے لیے دھڑکتا تھا؟ وہ جس کو محسوس کرتے تھے وہ کسی اور کے ساتھ مبتلا تھا تو کہانی کیونکر کہتے؟ اور فقط یہی جواز ہوتا تو بات بھی تھی۔یہاں تو عمروں کا فرق بھی تھا۔وہ کم عمر دوشیزہ تھیں اور وہ خود ایک جواں بیٹے کے والد محترم اور سسر ہونے کا شرف رکھتے تھے اگر قسمت یاوری کرتی اور وقار اور فاطمہ کی شادی شدہ زندگی کامیابی سے بسر ہوتی تو آج وہ دادا بھی بن چکے ہوتے خیر۔عمروں کا تضاد بھی محبت نہیں دیکھتی،اندھی ہوتی ہے سو عمریں کیا معنی رکھتی ہیں؟ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئے۔

''نواب صاحب کیا محبت ایک سے زیادہ مواقع فراہم کرتی ہے؟'' جہاں آرائی نے ازلی معصومیت سے دریافت کیا۔نواب صاحب نے سر ہلایا۔

''محبت میں مواقع خود سے فراہم کرنے کی ریت پرانی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں۔سو کیا آپ اسد اللہ کو مزید موقع دینے کے متعلق غور و خوض کررہی ہیں؟'' نواب صاحب اپنے دل کا درد چھپا کر مسکرائے اور جہاں آرائی کو بغور دیکھا۔جہاں آرائی خاموش رہی اور اس کی آنکھیں بولتی رہیں۔نواب صاحب نگاہ چرا گئے۔اسے دیکھنے سے گریزاں ہوئے تب ہی جہاں آرائی کی آواز کانوں میں پڑی۔

''ہم نہیں جانتے کہ ہم اسد اللہ کو کوئی موقع دے سکیں گے،انہوں نے ہمیں بہت تکلیف دی ہے اور اس کا ازالہ ممکن نہیں پھر اسد اللہ ایسے مردوں میں سے نہیں جو محبت کے پیچھے بھاگتے یا اسے زندگی کا اہم جزو قرار دیتے ہیں۔ایسے ناگزیر ہیں کہ اگر کوئی ان سے دس کوس کی دوری پر گیا ہے تو وہ دس ہزار کوس کی دوری پر جانا اپنا فرض سمجھیں گے۔'' جہاں آرائی کی بات قدرے تسلی دینے لگی گویا محترم چاہ کر بھی موقع قبول نہ کرتے،اگر جہاں آرائی ان کو دوسرا موقع دینا بھی چاہتی تو نہیں دے پاتی کہ وہ پاکستان آگئی تھیں اور اسد اللہ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ایک بیتا ہوا کل بن کر اور بیتا کل کہاں لوٹتا ہے؟

وہ چاہ کر بھی گزرے وقت کو واپس نہیں بلاسکتی تھیں اور گزرا کل بھی کون؟ جو خود واپس آنے کو تیار نہ تھا۔جہاں آرا ملول دکھائی دیں۔شاید وہ جانتی تھیں کہ اس دوسرے موقع کو قبول کرنے والا وہاں سرے سے موجود نہ تھا پھر اس کا کیا جواز نکلتا تھا؟ اور اپنے آپ سے الجھ رہی تھیں اور یہ الجھنا کیا معنی رکھتی تھی؟ اور اس سے کیا حاصل تھا۔وہ مکمل طور پر لاحاصل کے متعلق سوچ رہی تھیں۔اسد اللہ غیر حاضر تھے اور محبت کو چاہے اس غیر حاضری سے کوئی فرق نہ پڑے مگر اس غیر حاضری میں کوئی بھی سوچ اپنی جگہ خود آپ دم توڑ دیتی ہے۔نواب صاحب جانے کیوں

اس لمحے خوش دکھائی نہیں دیے۔ جہاں آرا اپنے بالوں کی لٹوں سے الجھنے لگیں۔ بالوں کی لٹ کو انگلی پر لپیٹ کر اپنے ہی خیالوں میں خود سے الجھتے ہوئے وہ کافی دلچسپ لگیں مگر نواب صاحب زیادہ دیر نہ دیکھ سکے اور بولے۔

"الجھنیں بڑھانا چاہتی ہو؟" ان کا مدھم لہجہ جہاں آرا کو چونکا گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ سمجھ نہ سکیں، نواب صاحب نے ان کے ہاتھوں کی سمت اشارہ کیا جس کی انگلی بے وجہ بالوں کی لٹوں سے کھیل رہی تھی۔

"ایسا نہیں کرتے نادان لڑکی الجھنیں اور بڑھ جاتی ہیں۔" نواب صاحب نے جتایا اور اس نے فوراً بالوں کی لٹوں سے کھیلنے کا سلسلہ موقوف کردیا۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر سوچتی ہوئی بولی۔

اور الجھنوں نے تو تب بھی دل میں ڈیرے ڈال دیے تھے جب بالوں کی لٹوں سے کھیلتی بھی نہ تھی۔" اس کا معصوم لہجہ جتاتا ہوا تھا۔ نواب صاحب نے دیکھا اس کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی اور نواب صاحب نے اٹھنے میں عافیت جانی تھی۔

❁……❁……❁

وقارالحق نے کیمپ کا چکر لگانا معمول بنالیا تھا۔ وہ روز آتے اور فاطمہ بی بی کی بابت دریافت کرتے، وہ بھی اس قدر بے قرار تھے اپنی زوجہ سے ملنے کے لیے مگر قسمت یاوری نہیں کررہی تھی۔

"بھیا کئی ٹیمیں تشکیل پاچکی ہیں جو رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ ان کی بدولت کئی لوگوں کے اپنے ان سے مل سکے ہیں۔ آپ ایسی رضا کار ٹیموں سے رابطہ کریں۔" کسی نے ان کو مشکل میں دیکھ کر مشورہ دیا۔ وقارالحق خاموش رہے اور ان کی متلاشی نظریں اِدھر اُدھر بھٹکتی ہوئی کسی کو تلاشتی رہیں۔

"فاطمہ جانے کیوں لگتا ہے کہ آپ کہیں آس پاس ہیں اگرچہ نظریں آپ کو دیکھ نہیں پارہی مگر پھر بھی آپ دور محسوس نہیں ہورہیں، ہم آپ کی موجودگی کو محسوس کررہے ہیں اور یہ بے معنی نہیں ہے۔" وقارالحق بہت بے چینی سے مڑے نقاب میں چہرہ چھپائے ایک دوشیزہ دکھائی دی۔ وہ بے چینی سے آگے بڑھے۔ دوشیزہ نے شاید کسی کو اپنے پیچھے آتے ہوئے محسوس کرلیا سو فوراً پلٹ کر نگاہ کی اور وقارالحق کا سارا تجسس دھرا کا دھرا رہ گیا۔ نہ وہ آنکھیں تھیں نہ وہ چاند چہرہ تھا۔

"معذرت، بہن ہمیں گمان گزرا تھا……" وقارالحق نے فوراً معذرت طلب کی تب دوشیزہ آگے بڑھ گئی اور وقارالحق ایک گہری سانس بھر کر رہ گئے۔

"کہاں ڈھونڈیں آپ کو، کیسے تلاشیں؟ ہم کس قدر بے قرار ہیں، کس درجہ شدت سے آپ کو دیکھنے کے منتظر ہیں اور کسی درجہ اضطرابی سے آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں، آپ اس کا اندازہ بھی نہیں لگاسکتیں کاش ہم نے آپ سے تب کہا ہوتا جب آپ ہمارے ہمراہ تھیں، تب جتایا ہوتا کہ ہم کس درجہ مبتلائے محبت ہیں مگر ہم کہہ نہیں پائے اور حقیقت بے رحم بن گی۔" وقارالحق اپنے اندر پچھتاوا محسوس کررہے تھے۔

❁……❁……❁

ڈاکٹر اکرام الحق ایک نفیس انسان اور بہت کامیاب ڈاکٹر تھے۔ وہ اپنے پیشے میں مہارت رکھتے تھے اور اللہ نے ان کے ہاتھ میں شفا بھی رکھی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جنت بی بی کی حالت بہتر ہونے لگی تھی۔ خاتون نے پیار سے جنت بی بی کے بال سنوارے اور پھر پریشانی پر بوسہ دیا۔

''بخت بھری، میری بچی بہت جلد تو اپنے پیروں پر چلے پھرے گی ایک ماں کا دل کہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا مجھے اور کچھ درکار نہیں بس اپنی بچی کی تندرستی چاہیے۔'' بخت بھری ایسی محبت پر شرمندہ بھی تھیں اور حیران بھی، ایک عورت جو اپنا سب کچھ گنوا کر پاکستان کی سرزمین پہنچی تھیں، جن کے پاس ابھی تک چھت نہ تھی۔ وہ اپنے لیے کچھ نہ مانگ رہی تھیں۔ ان کی دعاؤں کا محور بخت بھری یعنی جنت بی بی تھی، کوئی ایسا مخلص کیونکر ہو سکتا ہے؟ جنت بی بی نے پاکستان کے تصور کی مخالفت کی تھی۔ پاکستان جانے والوں کے خلاف زہر اگلا تھا مگر اب ان کی زبان پر تالے پڑ گئے تھے۔ اکرام اللہ ایک قابل پاکستانی ڈاکٹر تھے۔ وہ بھی بلا معاوضہ ان کا علاج کر رہے تھے۔ وہ کیا تصور لیے بیٹھی تھیں اپنے دل میں سرحد پار رہتے لوگوں کا؟ ان کے اندر کی نفرت اتنی زیادہ تھی کہ کوئی مثبت تصویر ابھرتا ہی نہ تھا اور اب وہ اپنی جگہ جیسے خود سے نگاہ نہ ملا پا رہی تھیں۔ وہ شرمندہ تھیں مگر یہ بات قبول کرنا بھی نہیں چاہتی تھیں۔

''آپ تیزی سے روبہ صحت ہیں محترمہ، یہ بات تسلی بخش ہے۔''

''یہ شفا تو آپ کے ہاتھ میں ہے ڈاکٹر صاحب، آپ نے بخت بھری کو نئی زندگی سے نواز دیا۔ میری بچی کو اپاہج ہونے سے بچالیا۔'' اس سے قبل کہ جنت بی بی کچھ کہتیں ان خاتون نے کہا تو اکرام الحق مسکرا دیے۔

''شفا دینے والی ذات تو اللہ پاک کی ہے بی بی، ہم بندے ایسی کرامات نہیں کر سکتے آپ کو اس ذات پاک کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے آپ کی صاحبزادی کو نئی زندگی دی۔'' اکرام الحق میانہ روی سے بولے اور بخت بھری کو دیکھا۔

''جی محترمہ کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟'' اکرام اللہ نے معمول کا چیک کرتے ہوئے دریافت کیا تو جنت بی بی نے اثبات میں سر ہلایا۔ اکرام الحق ایک سلجھے ہوئے نوجوان تھے، اپنی قابلیت کے باعث بہت نام رکھتے تھے، بیرون ملک سے اپنی تعلیم مکمل کر کے آئے تھے۔ جنت بی بی نے ان کے متعلق ایک بین الاقوامی جریدے میں پڑھا تھا جو کچھ دیگر رسائل کے ہمراہ اس نے وارڈ کی میز پر رکھا ہوا تھا۔ شاید وہ رسائل وقت گزاری کی غرض سے وہاں رکھ دیے گئے تھے کہ مریض ان سے استفادہ کریں، چوبیس گھنٹے جہاں بستر پر لیٹے فقط شب کے دن میں بدلنے کا انتظار کرنا محال لگتا تھا وہاں ایسے رسائل غنیمت تھے، جنت بی بی نے تو ورق ورق کنگھال ڈالا تھا۔ اس نے اکرام الحق کے متعلق پڑھا تھا انہیں اہل کنواروں کی فہرست میں شامل بتایا گیا تھا اور ان کی شخصیت کے متعلق خوب خاکہ کھینچا گیا تھا ان کی شخصیت کو متاثر کن بتایا گیا تھا کئی اہم شخصیات کے ہمراہ ان کا نام جوڑا گیا تھا۔ جنت بی بی بے دھیانی میں انہیں دیکھتی رہی تھیں۔

''اپنی داہنی ٹانگ کو حرکت دیں بخت بھری۔'' اکرام الحق نے انہیں پکارا تو وہ چونک کر دیکھنے لگیں شاید ڈاکٹر اکرام الحق نے انہیں اپنی طرف تکتا محسوس کر لیا تھا تب ہی ان کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی اور جنت بی بی شرمندہ سی ہو کر رہ گئی تھیں۔

''کافی امپرومنٹ دکھائی دے رہی ہے محترمہ، ان شاء اللہ آپ جلد اپنے پیروں پر چلنے لگیں گی۔ آپ کی رپورٹ بھی یہی بتاتی ہیں آپ کی ریڑھ کی ہڈی کی چوٹیں بھی مندمل ہو رہی ہیں۔'' ڈاکٹر اکرام الحق کا لہجہ نرم اور آواز ایک خاص تاثیر رکھتی تھی۔ سننے والا ایک خاص طمانیت محسوس کرتا، وہ سب سے ایسی ہی توجہ سے بات کرتے تھے اور جیسے جنت بی بی ان کی شخصیت میں الجھنا نہیں چاہتی تھیں سو فوراً دھیان پھیرنے کو بولیں۔

"آپ مزید اچھی دوائیں تجویز کریں ڈاکٹر صاحب، مزید بہتر نسخہ لکھ دیں ہم جلد شفایاب ہونا چاہتے ہیں۔"
ان کی آنکھوں میں بیزاری صاف دکھائی دے رہی تھی، ڈاکٹر اکرام الحق نے ان کی سمت بغور دیکھتے سر ہلایا اور نسخہ لکھ کر پرچا زس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"بی بی کے لیے مزید بہترین دوائیں تجویز کردی ہیں۔ان کا خاص خیال رکھیے، آپ کو دوائیں وقت پر لینا ہے بخت بھری۔اس معاملے میں کوتاہی نہیں ہوگی ٹھیک؟" انہوں نے جتاتے ہوئے کہا۔

جنت بی بی کو بخت بھری کے نام سے بلایا جانا پہلی بار اچھا نہیں لگا دل چاہا وہ چیخے اور کہے کہ وہ بخت بھری نہیں جنت بی بی ہیں مگر وہ چاہتے ہوئے بھی چیخ نہ پائیں۔اس زمین نے ان کو ایک نئی پہچان سے روشناس کرایا تھا۔ایک نیا احساس دیا تھا مگر وہ اس کو ماننے کو تیار نہ تھیں۔ان کی آنکھوں میں الجھن اور اکتاہٹ صاف دکھائی دیتی جو کہ ڈاکٹر اکرام الحق کو قابل توجہ لگی۔وہ بغور ایسے دیکھتے جیسے تجسس میں مبتلا ہوئے اس رویے کے محرکات کیا تھے یا اس کے پیچھے کیا وجوہات رہی ہوں گی؟ اس بات کے پیچھے ایسی کوئی خاص بات نہ پوشیدہ تھی مگر وہ چہرہ جیسے متوجہ کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا تھا کہ میری کھوج میں نکلو اور متجسس رہو، وہ آنکھیں خاموشی میں جو گفتگو کرتی تھیں وہ بغور اسے سننے کے خواہاں تھے بخت بھری کو اگرچہ سروکار نہ تھا مگر کوئی نگاہ کھوج میں نکل پڑی تھی اور اپنے اندر بھرپور تجسس بھی رکھتی تھی۔

❁……❁……❁

"چچا جان……ہم انہیں کس طرح تلاش کریں، کیا یہ سفر رائیگاں رہے گا؟" فاطمہ بی بی نے مدہم لہجے میں دریافت کیا تو نواب صاحب نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"بیٹا یہ تلاش ایسی ناممکن نہیں نہ سفر رائیگاں ہے، آپ بہت مثبت سوچ کی مالک لڑکی ہیں۔آپ نے زندگی میں جس طور مشکلات کا سامنا ڈٹ کر کیا ہے اور کبھی ہار نہیں مانی اب بھی ہمت مت ہاریے آپ نے اس ملک کی تحریک میں اپنا حصہ ڈالا ہے، ایک عظیم لیڈر کے ہمراہ ڈٹ کر جدوجہد کی ہے۔آپ کیسے حوصلہ ہار سکتی ہیں؟" نواب صاحب نے کہا تو فاطمہ بی بی یاسیت سے مسکرادیں پھر مدہم لہجے میں بولیں۔

"اجتماعی جنگ لڑنا آسان ہے پر اپنی بقا کی جنگ اصل میں حوصلے توڑ دیتی ہے کیونکہ اس جنگ میں ہر محاذ پر خود لڑنا پڑتا ہے اور آپ ہر جگہ نہ تو موجود ہو سکتے ہیں نہ سینہ سپر رہ سکتے ہیں۔" فاطمہ نے گہری بات کی نواب صاحب جواباً خاموش رہے۔

"چچا جان کیا ہمیں رضا کار ٹیموں کی مدد لینا چاہیے۔" فاطمہ نے راہ ڈھونڈنا چاہی، نواب صاحب نے سر ہلایا۔
"اگرچہ وقار کی خبر نہیں تو پھر ایسی کوئی راہ ڈھونڈنا پڑے گی۔رضا کار ٹیمیں بہت جانفشانی سے مدد کررہی ہیں۔اب تک کئی لوگوں کے اپنوں کو ڈھونڈ لانے میں کامیاب رہی ہیں۔" نواب صاحب نے کہا، فاطمہ بی بی خاموش رہیں۔

❁……❁……❁

عشق جس عمر میں بھی ہو وہ اپنے ہمراہ طوفان لاتا ہے۔نواب صاحب مبتلائے تمنا ہوئے تھے اور ان کی کوئی خطا بھی نہیں تھی۔وہ چاہ کر بھی خود کو روک نہ پائے تھے مگر اب کوئی چارہ نہ تھا۔وہ اس بات سے اگرچہ آگاہ تھے کہ اس سفر میں مات ہوگی۔ایک طرح سے وہ اس کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے مگر اس کے باوجود دل میں ایک ٹیس

سی اٹھتی تھی اور جاں کو فنا کر جاتی تھی جہاں آرا میں ایسا کیا خاص تھا؟ کیا بات تھی۔ جس نے نواب صاحب کو اس طور مبتلا کیا اور کس طور وہ ہار گئے جانے ہجر میں کیا گزری تھی کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ نواب صاحب کا دل درد سے بھر گیا تھا۔

''نواب صاحب ہجر سہنا آسان نہیں، ہم اپنے محبوب کو واپس چاہتے ہیں، ان کے ساتھ جینا چاہتے ہیں، ان کے ہمراہ، ہم قدم ہو کر چلنا چاہتے ہیں۔'' وہ آنسوؤں کے درمیان بولی، نواب صاحب کرب سے چہرہ پھیر گئے۔

''ہم نہیں جی پار ہے، نہیں رہ پار ہے اسداللہ کے بنا ایک بھی پل جینا محال ہے۔ کیا کریں ہم؟''

''اگر وہ آپ کے سامنے آن کھڑے ہوں تو کیا آپ ان کو قبول کرلیں گی؟'' نواب صاحب نے یک دم پوچھا تو وہ ساکت سی ان کو دیکھنے لگیں۔

''ان کے لیے آپ کی انا درمیان نہیں آئے گی یا آپ ہر رسم، ہر دیوار توڑ کر ان کی طرف بڑھ جائیں گی۔ کوئی دیوار آپ کے درمیان حائل نہ ہوگی اور آپ سب فراموش کردیں گی۔ وہ دکھ جو آپ کو ان سے ملا اور وہ کرب جو انہوں نے آپ کی روح کو دیا؟'' نواب صاحب جانے کیا جتانا چاہتے تھے جہاں آرا خاموش رہیں مگر ان کی آنکھوں سے مسلسل اشک رواں تھے۔

⁂

وقار الحق ہمت نہیں ہارنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کیمپ کی طرف آنا اور فاطمہ بی بی کو تلاش کرنے کا سلسلہ منقطع نہ کیا تھا۔ انہیں امید تھی کہ وہ اسی کیمپ میں ہیں اور وہ جلد انہیں ڈھونڈ لیں گے۔

''چچا جان۔'' ننھے شیر دل نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس چلے آئے۔ وقار الحق نے جھک کر شیر دل کی پیشانی پر پیار کیا اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

''ننھے دوست کیسے ہیں آپ، آپ ابھی کیمپ سے گئے نہیں۔''

''ہمارے اثاثوں کی منتقلی کا عمل جاری ہے چچا جان۔ جیسے ہی دستاویزات ہاتھ آئیں، ہم کیمپ سے کوچ کر جائیں گے، آپ سنائیے مزاج گرامی کیسے ہیں؟ خیریت سے ہیں ناں آپ، ہم کچھ دیر قبل والدہ سے آپ کا ذکر کررہے تھے۔'' شیر دل مسکرایا تو وقار الحق نے سر ہلایا۔

''ہم سے ملنے بہاولپور ضرور آیئے گا۔''

''ضرور آئیں گے چچا جان، آپ کو کیسے بھول سکیں گے؟ اور امید کرتے ہیں آپ کو ڈھونڈنا کچھ ایسا مشکل بھی نہ ہوگا، ہمیں لاہور میں اثاثے ملنے کی امید ہے۔ امی جان ذکر کررہی تھیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس عظیم جگہ پر رہائش اختیار کریں گے جہاں ایک تاریخ رقم ہوئی، جہاں پاکستان کی قرارداد منظور ہوئی۔'' ننھا شیر دل پاکستان کے لیے ایک نرم گوشہ رکھتا تھا وقار الحق ان کی سوچ پر مسکرائے۔

''اللہ آپ کو سلامت رکھے، آپ اس ملک کا مستقبل ہیں، آنے والے وقت میں اس ملک کی بھاگ دوڑ آپ کے ہی ہاتھوں میں ہوگی۔'' وقار الحق نے تھپکی دی۔ شیر دل اترا کر مسکرائے۔

''ان شاء اللہ چچا جان، ہم اپنا فرض پوری جانفشانی سے ادا کریں گے۔ اس قوم اور ملک کا نام روشن کریں گے اور اس سرزمین پاک پر آنچ نہ آنے دیں گے۔'' ننھا شیر دل ایک عزم سے مسکرایا۔

''شاباش ننھے شیر دل، آپ اپنے کیمپ میں واپس جایئے ہم ذرا اندراج کرنے والے عملے سے بات

کرلیں۔“ ننھے شیر دل نے سر ہلایا۔

”آپ اپنی شہزادی سے اب تک نہیں ملے چچا جان؟“ شیر دل نے فکر مندی سے دریافت کیا۔ وقار الحق نے نفی میں سر ہلادیا۔

”زندگی کہانیوں میں آسان ہوتی ہے میاں، اختتام جلد ہوتا ہے اور اختتام کی ایک اچھی بات یہ ہوتی ہے کہ سب ہنسی خوشی رہنے لگتے ہیں۔ حقیقت اس سے مختلف ہوتی ہے۔“ وقار الحق مسکرائے پھر اس کی ننھی سمجھ بوجھ کے باعث فوراً بولے۔

”خیر آپ کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آئیں گی آپ واپس اپنے کیمپ میں جائیے۔“

”چچا جان ہمیں کہانیاں سننا اچھا لگتا ہے کیا آپ ہمیں کہانیوں والی کتابیں لا کر دیں گے؟“ وقار الحق نے اس کی فرمائش پر سر ہلایا۔

”آپ کو جادوئی کہانیاں پسند ہیں یا شہزادے شہزادیوں والی۔“ شیر دل مسکرایا۔

”ہم بہادر لوگوں کی کہانیاں پڑھنا چاہتے ہیں، جیسے ٹیپو سلطان، محمد بن قاسم وغیرہ سے متعلق کتابیں۔“ وقار الحق چونکے اور پھر مسکراتے ہوئے سر ہلادیا۔

”بہتر ہم آپ کے لیے آپ کی دلچسپی سے منسلک کتابیں لائیں گے بے فکر رہیے۔“ وقار الحق نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے بال بکھیر دیے ننھا شیر دل مسکرایا۔

”اپنا خیال رکھیے گا چچا جان، دوبارہ جلد ملیں گے۔“ وقار الحق مسکرائے اور آگے بڑھ گئے۔ وقار الحق نے ایک بار پھر اندراج کرنے والوں سے رجوع کیا۔

”دیکھیے محترم ہم جانتے ہیں کہ آپ کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے اور آپ اسے بہت احسن طریقے سے ادا بھی کررہے ہیں لیکن ہم آپ سے ایک مدد چاہتے ہیں انسانیت کے ناطے۔“ وقار الحق نے نرمی سے کہا تو اہلکار مسکرایا۔

”میاں آپ پڑھے لکھے نوجوان ہیں اس کام کی باریکیوں اور ہماری ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں یہاں سرحد پار سے آنے والوں کا تانتا بندھا ہے اندراج کرنا کوئی معمولی ذمہ داری نہیں، مگر ہم آپ کی مدد کرنے کی حامی بھرتے ہیں۔ وعدہ نہیں کرتے مگر ہم کوشش ضرور کریں گے۔ ہمارے پاس جو اندراج ہے اس کو چیک کرکے آپ کو تفصیل مہیا کرنے کی کوشش کریں گے مگر ہمیں دو چار دن کا وقت دیجیے۔“ اندراج کرنے والا اہلکار مسکرایا۔ وقار الحق کو کسی قدر تسلی ہوئی تھی۔

”بہت شکریہ، ہم آپ کے مشکور رہیں گے ہمیں اپنی زوجہ اور ان کے کنبے کی آمد سے متعلق تفصیلات درکار ہیں اگر آپ مہیا کردیں تو مہربانی ہوگی۔“ وقار الحق نے عاجزی سے کہا تو اہلکار مسکرادیا۔

”آپ لکھنؤں کے نواب لگتے ہیں؟“

”میاں کہاں کی نوابی اور کہاں کے نواب تقسیم نے سارے کس بل نکال دیے۔“ وقار الحق مسکرائے۔

”اچھی حس مزاح رکھتے ہیں آپ خیر..... معذرت چاہتے ہیں زیادہ وقت نہ دیں پائیں گے اندراج کا کام بڑا دقیق ہے۔“ اہلکار نے مناسب الفاظ میں وقار الحق کو گفتگو برخاست کرنے اور آگے بڑھ جانے کا اشارہ دیا۔ وقار الحق کے لیے یہ ہی غنیمت تھا کہ وہ مدد پر مائل ہوگئے تھے، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں چاہتے تھے سوآرام

سے فوراً آگے بڑھ گئے ایک ڈھارس بندھی تھی اور امید جاگی تھی، کیمپوں میں جاکر کسی کو ڈھونڈنا آسان عمل نہ تھا۔ تعداد شمار کرتے تھک جاتے۔ ایسی چھوٹی سی منت کرنے سے اگر اندراج کا عملہ مدد کرنے کو تیار تھا تو اس میں کوئی نقصان نہ تھا۔ وقار الحق کو کچھ امید ہوئی تھی۔ فاطمہ بی بی سے ملنا ایسا کچھ ناممکن نہ لگا تھا مگر کیا ضروری تھا کہ وہ پاکستان میں موجود ہوتیں یا ساتھ خیریت سے پاکستان پہنچ چکی ہوتیں؟ یک دم سوچ کر وہ چونکے مگر وہ ناامید ہونا نہیں چاہتے تھے سو اس سوچ کو جھٹک دیا تھا۔

❁……❁……❁

"میاں زمانے کے رنگ دیکھ رہے ہیں، اس تقسیم نے صحیح معنوں میں تقسیم کو ختم کیا ہے۔ دیکھو تو نہ کوئی شاہ باقی بچا نہ گداگر، شاہ و گدا سب ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہے، دیکھو اس ہجرت سے کیسے تمام فرق مٹ گئے۔" تاج بیگم نے کہا تو نواب صاحب نے سر ہلا دیا۔

"بجا فرمایا آپ نے اماں جان، اس کیمپ کی زندگی نے بہت کچھ سکھایا ہے۔ ہجرت کا تجربہ ناقابل فراموش ٹھہرا، ہم جس قدر عاجزی رکھتے تھے وہ دو چند ہو گئی ہے، زندگی کا جو رخ تقسیم کے دوران دیکھا وہ اپنی جگہ ایک کڑا تجربہ ہے۔ اب کہاں کی بادشاہی اور فقیری، سب ایک ہی صف میں ہیں اور ایسا ہونا کوئی معمولی بات نہیں، قدرت کا بڑا اشارہ ہے۔ بندے نہ سمجھے تو اس کی عقل پر منحصر ہے۔" نواب صاحب نے کہا۔

"آپ نے وقار الحق کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی؟" تاج بیگم نے دریافت کیا۔

"ہم نے اپنی سی کوشش کی اماں جان مگر عملہ کوئی بھی تفصیلات دینے سے قاصر ہے اور کیمپ میں موجود لوگوں کی تعداد آپ دیکھ رہی ہیں۔ ممکن کہاں ہے کہ ایک ایک فرد کو مل کر ڈھونڈا جائے اگر ایسا ممکن ہوتا تو ہم کر چکے ہوتے، فاطمہ بیٹی سے ملاقات بھی اچانک ہوئی اگر یہ دکھائی نہ دیتیں تو ہم کبھی جان نہ پاتے کہ آپ سب پاکستان تشریف لے آئے ہیں۔" نواب صاحب نے کہا تو تاج بیگم نے سر ہلا دیا تھا۔

❁……❁……❁

آیت الجھ رہی تھی جہانگیر کی شخصیت کا سحر نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھا اور وہ خود کو یکطرفہ راستے پر چلنے سے روک نہ پا رہی تھیں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ان کی توجہ ملتی؟ یا وہی محسوسات اور لگن وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی جو وہ اپنے دل میں جہانگیر کے لیے محسوس کر رہی تھیں، جہانگیر کا انداز لیا دیا تھا۔ وہ خود سے پاس بیٹھ کر گفتگو کا آغاز نہ کرتے تھے اکثر ان کی نشست کرم دین چاچا کے ساتھ ہوتی اور آیت کو مناسب نہ لگتا کہ وہ اس نشست کا حصہ بنتی اور الگ سے اس کے پاس جا بیٹھنا ایسا کچھ مناسب نہ لگتا بہرحال وہ ایک حد مقرر کیے ہوئے تھی اور جانتی تھی کہ جہانگیر کسی اور سے محبت میں مبتلا ہیں سو ان کے دل میں جگہ پانا آسان نہیں تھا۔ وہ محبت کی انتہا پر تھے اور ایسی محبت بار بار اور ہر بار نہیں ہوتی اور آیت ایسی خوش فہم نہ تھی بہر حال وہ اپنے آپ کو روک رہی تھیں اور جہانگیر سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں مگر چونکہ جہانگیر کرم دین سے ملنے آتے تھے اور ایسے میں ان کو نظر انداز کرنا آسان نہ تھا۔

"آپ خیریت سے ہیں؟" وہ ایک کونے میں بیٹھی تھی جب جہانگیر ان کے پاس آئے تو آیت چونک گئی مگر حیرت کو ظاہر نہ کیا اور نگاہ پھیر لی، اس کے سوال کا جواب سر ہلا کر دیا۔

"آپ خاصی پریشان لگ رہی ہیں؟" جہانگیر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو آیت نے سر نفی میں ہلا دیا۔

جہانگیر نے متواتر دیکھنا مناسب نہ سمجھا نہ قریب رکنا مناسب جانا سو پلٹ کر آگے بڑھ گئے، آیت کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی پھر نگاہ موڑ کر اس سمت دیکھا جہاں جہانگیر جاتے دکھائی دیے۔ آیت گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"یہ بندہ ایسا نہیں کہ عقل اسے رد کرے یا انحراف کرے کیا ممکن ہے کہ جسے چاہا جائے وہ قسمت کی لکیروں میں بھی آن بسے؟" وہ بڑبڑائی مگر جواب میں فقط سکوت سنائی دیا۔

"میں نے اپنی زندگی میں ایسی کوئی خواہش نہیں کی، ایسا کوئی ملا نہیں کہ ہاتھ اٹھا کر اس کے لیے کوئی دعا مانگتی یا کوئی آرزو دل میں گھر کرتی مگر اب اچانک ایسا کوئی آن ملا کہ جسے نظر انداز کرنا تک ناممکن ہے۔ کون ہوگی جو اسے رد کر گئی ہوگی؟ وہ کتنا وجیہہ ہے کس قدر پرکشش شخصیت کا مالک ہے کہ نظر دیکھے تو جھپکنا بھول جائے پھر کوئی اسے رد کیسے کرسکتا؟ کیا اس کا دل کسی اور کے لیے وقف ہوگا یا وہ کسی اور سے وفاداری نبھانے کو اسے رد کر گئی ہوگی؟ یہ محبت کے پیمانے ایسے دقیق کیوں ہیں؟ عقل حیراں کیوں رہ جاتی ہے اور سمجھنے کی کوشش میں ذہن الجھتا کیوں جاتا ہے؟" آیت اپنے طور پر الجھ رہی تھی۔ قیاس آرائیاں کر رہی تھی۔ جانے اسے کیوں یقین تھا کہ ایسا ہی رہا تھا وہ ایک ذہین دوشیزہ تھی عقل اور دانائی میں کم نہ تھی سوا اپنے غلط ہونے کا گمان نہ تھا۔

اگر وہ جہانگیر سے پوچھ سکتی تو ضرور پوچھنا چاہتی کہ وہ کون تھی جس کے لیے اس سفر کا آغاز ہوا۔ کیا وہی متحرک تھی؟ اس کی زندگی میں تبدیلی لانے کا باعث وہی تھی تو پھر وہ اس کی زندگی کو خالی کیوں کر گئی؟ یہ سوالات معمولی نہ تھے اور جوابات آنا ضروری نہ تھا جہانگیر شاید اپنی نجی زندگی سے متعلق بات کرنا ضروری خیال نہ کرتا اور اسے کوئی حق بھی نہ تھا کہ وہ پوچھتی یا جواب مانگتی اگر کوئی معجزہ ہوتا جہانگیر اس کا ہاتھ تھامنے کی خواہش کرتے بھی تو وہ ان سے اس متعلق پوچھنا مناسب خیال نہ کرتی ایسا کچھ بہت عجیب لگتا سو وہ فقط سوچ کر رہ گئی تی۔

❁ ❁ ❁

"محبت سمجھ میں آنے والی بات نہیں شاید کیونکہ محبت دماغی خلل کا کام نہیں۔" جہاں آرا نے مدھم لہجے میں کہا۔

"سمجھ بوجھ جرم محبت کی نفی کرتی دکھائی دیتی ہے، سوچ انحراف کرتی ہے اور دل تو خیر پہلے سے بے اختیار ہوتا ہے۔" جہاں آرا شاید پاکستان آکر پچھتا رہی تھیں۔

"کیا آپ واپس لوٹ جانا چاہتی ہیں؟" نواب صاحب نے پوچھا مگر وہ خاموش رہیں، نواب صاحب ان کے تاثرات سمجھ نہ پائے کہ وہ کیا سوچ رہی ہیں یا کیا چاہتی ہیں۔ جہاں آرا کا چہرہ کسی تاثر کو ظاہر نہیں کر رہا تھا وہ گہری سوچ میں گم تھیں اور پھر جانے کیا سوچ کر انہوں نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"ہم نہیں جانتے یہ مناسب ہوگا کہ نہیں اور پھر سب ممکن بھی نہیں۔" وہ الجھ رہی تھیں نواب صاحب نے کچھ دریافت نہیں کیا وہ خاموش رہے جہاں آرا بھی خاموشی میں اپنی سوچوں سے الجھتیں رہیں تب ہی نواب صاحب بولے۔

"آپ کو جو مناسب لگے کریں، زندگی میں وہ کرنا چاہیے جس سے دل اطمینان میں رہے اور زندگی سکون سے گزر جائے، جو فیصلے الجھن میں مبتلا رکھیں وہ ٹھیک نہیں ہوتے۔" نواب صاحب نے اپنے طور پر مناسب مشورے سے نوازا جہاں آرا نہ متفق دکھائی دیں نہ انہوں نے مخالفت کی مگر ان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"پلٹنا آسان نہیں ہوتا نواب صاحب آپ یکطرفہ معاملات کے متعلق جان رہے ہیں سو کوئی حتمی فیصلہ صادر نہیں ہوتا۔" وہ مدھم لہجے میں بولیں، نواب صاحب خاموش رہے۔

"آپ بھی کیا سوچتے ہوں گے آپ کے ناک میں دم کیے رکھتی ہوں مگر کیا کروں کوئی اور ہے نہیں جو سنے یا جس سے کہوں۔ یہاں آ کر فقط آپ سے رابطہ ہوا اور آپ ہی مخلص دوست لگتے ہیں۔" جہاں آرا نے کہا تو نواب صاحب نے سر ہلا دیا وہ اس بات سے آگاہ تھے وہ فقط ہمدم، دوست تھے اور اس سے سوا کچھ بھی نہیں۔

"نواب صاحب میں خوش فہم نہیں، میں جانتی ہوں جو راہ میں چھوڑ آئی ہوں اس پر پلٹ کر واپس آنے کو کوئی بازگشت نہیں، نہ کوئی آہٹ ہے، نہ کوئی شور کان لگا کر بھی سنوں گی تو کسی کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دے گی۔ سو کیا خوش فہمیاں پالوں؟ اور کس بات کی تسلی خود کو دوں کوئی جھوٹا دلاسہ دل کو دینا بھی مناسب نہ ہوگا۔" جہاں آرا نے مثبت راہ اختیار کی۔ نواب صاحب نے سر ہلایا۔

"آپ سمجھدار ہیں، ہر بات کی باریکی کو سمجھتی ہیں۔" وہ ہنس دیں اور ہنستی چلی گئیں حتیٰ کہ آنکھوں میں نمی آن ٹھہری۔

"کیا خوب کہی، بہت دانا ہیں ہم، کیسی دانائی والے کام کیے۔" وہ انگلیوں کی پوروں سے نمی پونچھتے ہوئے بولیں۔

"عشق کوئی دانائی کا سودا نہیں۔" وہ مسکرائی، نواب صاحب نے کوئی خلاصہ نہ کیا۔

"اگر ہماری جگہ آپ ہوتے تو کیا کرتے؟" عجب سوال تھا نواب صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔

"آپ محبت پہ بات کرنا ضرور خیال نہیں کرتے۔" وہ مسکرائی۔

"ہم محبت کو گناہ نہیں سمجھتے۔" نواب صاحب نے جتایا۔

"آپ کو اپنی بیگم سے بہت محبت تھی ناں؟" وہ متجسس سی بولیں۔

"ہاں ہمیں ان سے بہت محبت تھی۔" نواب صاحب نے اقرار کیا۔

"تھی؟ اور محبت بھی کوئی زمانہ ہے کیا جو گزر جائے تو خواب بن جاتا ہے۔" وہ جانے کیوں بحث کرنے لگیں۔ نواب صاحب اپنے پکڑے جانے پر چونکے اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولے۔

"نہیں ایسا نہیں محبت ہے...... خواب ہے اور نہ ہی کبھی خواب بنتی ہے۔ محبت ہمیشہ رہتی ہے چاہے کوئی رکے یا چلا جائے اس کے حصے کی محبت ہمیشہ دل میں باقی رہتی ہے۔" نواب صاحب نے وضاحت دی۔

"اوہ...... ہمیں لگا آپ بیگم صاحبہ کے علاوہ بھی کسی سے محبت میں مبتلا ہوئے۔" وہ مسکرائی تو نواب صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔

"سو گویا آپ مانتے ہیں کہ محبت دوبارہ نہیں ہوتی اور ایک ہی فرد کے نام وقف رہتی ہے؟" وہ جیسے گھیر رہی تھی اگرچہ یہ دانستہ نہ تھا مگر نواب صاحب کنی کتراتے دکھائی دیے۔

"جہاں آرا آپ کو سمجھداری سے کام لینا ہے، آپ تنہا ہیں یہاں، خوب صورت ہیں، کمسن ہیں کوئی غلط فیصلہ آپ کو مشکل میں ڈال سکتا ہے۔" نواب صاحب نے سمجھایا۔

"آپ موضوع بدل رہے ہیں؟" جہاں آرا انہیں موضوع سے ہٹتا دیکھ کر مسکرا کر بولیں۔

"نا سمجھی کی باتیں نہ کیجیے ہم جو کہہ رہے ہیں اس پر دھیان دیجیے۔" نواب صاحب نے سمجھایا۔

"کیا کریں......" وہ ان کو دیکھتی ہوئی بولی۔ نواب صاحب گہری سانس لے کر رہ گئے۔

"آپ کے منگیتر آپ کو پاکستان نہیں آنے دینا چاہتے تھے کیونکہ وہ واقف تھے کہ یہ کٹھن ہوگا، اپنے طور پر

انہوں نے جو راہ اپنائی وہ مناسب نہ تھی مگر وہ غلط نہیں تھے آپ کو ان کی سننا چاہیے تھی۔" نواب صاحب نرم لہجے میں بولے۔

"کیا کرتے ہم ان کی باندی بن کر رہ جاتے، ان کو ہمارا خیال ہوتا تو ہمارے ہمراہ پاکستان آتے ناں۔ یہ کہاں کی ہمدردی تھی جو وہ زبردستی کر رہے تھے؟" جہاں آرا نے کہا پھر خاموشی سادھ گئیں۔

"وہ مرد ہیں جہاں آرا...... مرد زمانے کی اونچ نیچ خوب سمجھتے ہیں۔ ایک مرد سہارا دے سکتا ہے، دنیا کے سرد گرم سے بچا سکتا ہے اور عورت کو معاشرے میں معتبر کر سکتا ہے، اسے عزت دیتا ہے اور معاشرے سے عزت کرواتا ہے۔ آپ سمجھ رہی ہیں ناں ہماری بات؟ ایک مرد کی پناہ سے نکل کر عورت کے لیے کوئی محفوظ ٹھکانا ہے نا کوئی مقام، چاہے آپ اسے ہماری سوچ سمجھیں مگر درست یہی ہے۔" جہاں آرا نے الجھن سے نواب صاحب کو دیکھا۔

"ہم نے جو کیا...... کیا غلط ہے؟ اب ہم کیا کریں، کیا پاکستان چھوڑ کر واپس جائیں اور کیا وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے؟" جہاں آرا متفکر دکھائی دیں، نواب صاحب خاموش رہے اور تب ہی جہاں آرا کی نگاہ سامنے اٹھی اور ساکت رہ گئی پھر یک دم اٹھی اور بھاگتی ہوئی اس سمت دوڑی۔ نواب صاحب نے جہاں آرا کے بے قراری سے بھاگتے دیکھا تو حیران ہوئے مگر وہ کسی کے بازوؤں میں جا سمائی اس پر حیرت دوچند ہوئی۔ نواب صاحب کو جاننے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ اسد اللہ کے سوا کوئی اور نہیں۔

جہاں آرا کے بے قرار دل کو سکون آ گیا تھا وہ جو اسد اللہ سے بدظن تھیں اسے سامنے پا کر ہر شکوہ شکایت بھول گئی تھی، محبت پل بھر میں فراموش کر سکتی تھی پل میں سب بھول سکتی تھی؟

کوئی کرامات تھی یا کوئی معجزہ؟

کوئی کرم تھا یا عنایت؟

محبت کا ایک جیتا جاگتا لمحہ سامنے کھڑا تھا، محبت حیرت تھی اور نواب صاحب ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔ آن کی آن میں کیا ہو گیا تھا، محبت جاگ رہی تھی، سانس لے رہی تھی اور کہیں سب دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ پلٹے اور واپسی کا سفر کرنے لگے واپسی کا سفر مشکل تھا مگر از حد ضرور بھی تھا۔

❁......❁......❁

اکرام الحق جنت بی بی کو اپنے پیروں پر کھڑے ہوتا دیکھ کر مسکرائے۔ جنت بی بی خود بھی حیران تھیں۔

"خوشی کی بات ہے آپ اپنے پیروں پر کھڑی ہیں آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھائیے۔ میں ضرور آپ کے فزیو تھراپسٹ کو داد دینا چاہوں گا جس کے باعث آپ اپنے پیروں پر کھڑی ہیں۔" اکرام الحق نے کہا تو جنت بی بی نے قدم اٹھایا مگر وجود لڑکھڑایا ڈاکٹر اکرام الحق نے فوراً سہارا دیا جنت بی بی نے چونکتے ہوئے اپنے معالج کو دیکھا مگر جیسے یہ ان کے لیے معمول کی بات تھی۔ اکرام الحق کے سہارے کے باعث وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر آگے بڑھنے لگیں۔

"شاباش دیکھا آپ کر سکتی ہیں یہ کوئی ناممکن بات نہیں تھی۔" وہ ان کے چلنے کے اقدام پر داد دے رہے تھے جنت بی بی مسکرائیں ان کے چہرے پر ایک عجیب کیفیت دکھائی دی۔ آنکھوں میں زندگی کی چمک دکھائی دی۔ اکرام الحق نے ان کے چہرے پر یہ کیفیت اور چمک پہلی بار دیکھی تھی۔ وہ بغور دیکھتے رہے۔

''یہ ناقابل یقین ہے کہ ہم دوبارہ اپنے پیروں پر چل رہے ہیں۔'' جنت بی بی دل سے مسکرائیں، شاید طویل عرصے بعد وہ مسکرائی تھیں۔ یہ آنے والی تبدیلیاں ایسی طاقت ور تھیں کہ ان کے اندر کے مردہ اثرات کو شکست دے دی تھی یا ان کے منفی اثرات کو کم کردیا تھا۔ یہ کیا ہورہا تھا؟ کیا یہاں آنا کے اندر یہ تبدیلی لارہا تھا۔ لوگوں کے مثبت روپے اس منفی احساس کو شکست دے رہے تھے یا وہ اس ضد کو چھوڑ بیٹھی تھیں، وقارالحق کو بھول گئی تھیں؟ سب فراموش کردیا تھا، انہوں نے ایک لمحے میں لب بھینچے چہرے پر ایک سختی در آئی وہ نادانستہ جن تبدیلیوں کو قبول کررہی تھیں دانستہ ان کا احساس کرنا بھی نہیں چاہتی تھیں۔ اکرام الحق ان کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو بغور دیکھ رہے تھے جنت بی بی کا ہاتھ ابھی تک ان کے ہاتھ میں تھا۔ جنت بی بی نے جانے کیوں ان کے ہاتھوں کو آہستہ سے چھوڑا اور قریب رکھی کرسی پر براجمان ہوگئیں۔ ان کے بنتے بگڑتے تاثرات ان کو عجیب الجھی ہوئی شخصیت بنارہے تھے جس کا اندازہ ان کو شاید خود بھی نہیں تھا۔

❁ ❁ ❁

آیت تنہا بیٹھیں سر اٹھائے تاروں سے بھرے آسمان کو دیکھ رہی تھیں جب جہانگیر وہاں آئے۔

''آپ اس پہر اس طرح اکیلے بیٹھی ہیں۔ یہ مناسب نہیں سب اپنے اپنے کیمپوں میں چلے گئے ہیں اور آپ یہاں بیٹھی ہیں؟'' جہانگیر کا انداز خیال کرتا ہوا اور تحفظ دیتا ہوا تھا آیت چونک کر اسے دیکھنے لگی مگر جواباً کچھ نہ کہا۔

''ایسا کیا خاص ہے جسے آپ ایسی مبہوت ہوکر دیکھنے پر مجبور ہوگئیں؟'' جہانگیر نے دریافت کیا آیت نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور دوبارہ آسمان پر نظریں جمادیں۔

''آپ بھی دیکھ لیجیے ایسا کیا خاص ہے جسے دیکھا جارہا ہے۔'' آیت نے اکتاہٹ سے کہا تو جہانگیر نے اسے بغور دیکھا پھر نگاہ آسمان کی سمت کی، تاروں کی چمک توجہ اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ جہانگیر نے آیت کی طرف دیکھا۔

''آپ کو ستاروں کو دیکھنا پسند ہے کیا؟'' آیت نے کوئی جواب نہ دیا۔

''آپ بات کرنا مناسب خیال کریں گی؟'' جہانگیر نے اسے گفتگو پر مائل کرنا چاہا۔

''فطرت سے کون منہ پھیر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بہت خوب صورت بنایا ہے، اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے۔'' آیت نے کہا تو جہانگیر نے ایک نگاہ سرسری اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر ہلایا اور نگاہ تاروں بھرے آسمان پر جمادی۔

''دلکشی تو ہے..... مگر اس دلکشی کو زیادہ دیکھنا مناسب نہیں، رات گہری ہورہی ہے آپ کو اپنے کیمپ میں جانا چاہیے۔'' جہانگیر نے کہا تب آیت خاموشی سے اپنے کیمپ کی طرف بڑھ گئیں تھی۔

❁ ❁ ❁

دلم در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر بادا
تنم از بیدلی بیچارہ شد بیچارہ تر بادا

(میرا دل عاشقی میں آوارہ ہوگیا ہے خدا کرے اور ہوتا چلا جائے، میرا بدن بے بسی و اداسی سے کمزور ہوگیا ہے اور کمزور ہوتا چلا جائے)

کوئی بہت سوز سے گارہا تھا اس کی تان رات کی تاریکی میں بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

زحال مسکین، مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں، ندارم جاں نا لیہوں کاہے بگائے چھتیاں

(اس غریب کے حال سے تغافل مت برت، آنکھیں نہ پھیر باتیں بنا کر میری جاں اب جدائی کی تاب نہیں مجھے اپنے سینے سے کیوں نہیں لگا لیتے؟)

آواز میں بے حد سوز تھا کوئی بہت سُر میں اور دل سے گارہا تھا۔ آیت باہر آئی، آواز جیسے تیزی سے اپنی طرف کھینچ رہی تھی، آیت کے قدم نہ رکے تاریکی کے باوجود وہ اس کی طرف بڑھتی گئی۔

شبان ہجراں دراز چوں زلف، بر یز وصلت چوں عمر کوتاہ
(سکھی پیا کو جو میں نا دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں)

ایک جادو تھا آواز میں جیسے کوئی اپنی کیفیات کو زبان دے رہا ہوں اور لفظ سننے والے کو جکڑتے جارہے ہوں۔

(جدائی کی راتیں زلف کی مانند دراز اور وصال کے دن عمر کی مانند مختصر اے دوست محبوب کو دیکھے بنا یہ اندھیری راتیں کیونکر کاٹوں؟)

آیت جیسے بے اختیار اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

یکا یک از دل دو چشم جادو، بصد فریبہ بر دتسکین کسے پڑی ہے جو سنا دے پیارے ہی کو ہماری بتیاں۔

(پلک جھپکنے میں وہ دو جادو بھری آنکھیں میرے دل کا سکون لے اڑیں اب کسے پڑی ہے کہ جا کر محبوب کو ہمارے دل کا حال سنائیے)

چوں شمع سوزاں، چوں زرہ حیراں ہمیشہ گریاں بہ عشق آں مہ
نا نیند نیناں نا انگ چیناں نا آپ آویں نا بھیجیں پتیاں

(میں عشق میں جلتی ہوئی شمع اور ذرہ حیراں کی طرح ہمیشہ فریاد کر رہا ہوں، نہ آنکھوں میں نیند نہ تن کو چین، نہ تو وہ خود آتے ہیں نہ کوئی پیغام بھیجتے ہیں)

آیت جیسے آواز کے رخ پر بہتی چلی جارہی تھی جب کسی نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا اور وہ چونک کر دیکھنے لگی تھی جیسے یک دم کسی نے نیند سے جگا دیا ہو۔

بہ حق وصال دلبر کہ داد مار فریب خسرو
سپیت من کے ورائے راکھو، جو پاؤں پیاس کھتیاں

(خسرو تو جانتا ہے کسی کے ملنے کی امید میں بیٹھا ہے؟ جس کی یاد نے تجھ کو ہر چیز سے بے گانہ بنا دیا ہے۔ میرا من اس کی یادوں میں مست رہتا ہے کہ کوئی ہار کار راز داں ملے تو اسے کہوں کہ میرے محبوب تک میری عرض پہنچا دینا)

''کہاں جارہی تھیں آپ؟'' جہانگیر نے سخت لہجے میں کہا، آیت کچھ نہ بولی۔ بس چپ چاپ دیکھتی رہی اور حروف آہنگ بن کر فضا میں پھیلتے رہے تھے۔

چوں شمع سوزاں، چوں ذرہ حیراں ہمیشہ
گریاں بہ عشق آں مہ

تانیند نیناں، نہ انگ چیناں
نہ آپ آویں نا سمجھیں بتیاں
آیت کی آنکھوں میں کیا تھا ساکت نظر کیا کہہ رہی تھیں؟
''آیت آپ ہوش میں ہیں، کہاں جارہی تھیں آپ۔'' جہانگیر نے قدرے ڈپٹ کر پوچھا آیت کچھ نہ بولی بس نگاہ پھیری اور اس کے ہمراہ چل دی، وہ جیسے اپنی بے خودی کے اقدام پر شرمندہ ہوئیں۔ نگاہ ملانے سے گریزاں رہیں اور چپ چاپ چلتی رہی، جہانگیر نے ایک نگاہ ان کو دیکھا اور شاید وہ ان کی کیفیت سمجھ گئے تھے۔
''آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ ہم اس طرف جارہے ہیں؟'' آیت نے بنا اس کی سمت دیکھے دریافت کیا۔
''ہم مردوں کی بیٹھک میں بیٹھے تھے جب ہماری نگاہ آپ پر پڑی یہ کوئی مناسب طریقہ نہیں، یہ جگہ ویرانہ ہے اور ویرانے کوئی بھی مصیبت کھڑی کرسکتے ہیں آپ کسی پر اعتبار نہیں کرسکتی۔ ایسی کوئی ناسمجھ نہیں ہیں آپ۔'' جہانگیر غلط نہیں کہہ رہا تھا وہ سمجھ رہی تھی اس لیے اس نے اپنی غلطی مان لی تھی سو بحث میں نہیں الجھی اور چپ چاپ قدم اٹھاتی رہی تھی۔

۞......۞......۞

جنت بی بی نے آج بنا کسی سہارے کے قدم اٹھائے تھے اور وہ بہت خوش دکھائی دی تھیں، ایک اپاہج تجربے کے بعد اپنے پیروں پر چلانا جیسے انوکھا تجربہ تھا۔ جنت بی بی کو جیسے اب قدر ہوئی تھی۔
''جانے زندگی اور کیا دکھائے گی، بہت کچھ دیکھ لیا اب اور کیا باقی ہے؟ حادثات نے زمانے کے رنگ پھیکے کردیے اور روشنی جیسے مانند پڑ گئی ہے۔'' وہ آہستگی سے بڑبڑائیں اکرام الحق جو وارڈ میں داخل ہورہے تھے ان کے کانوں میں جنت بی بی کی آواز پڑی مگر انہوں نے کوئی تاثر دینا ضروری خیال نہیں کیا، جنت بی بی پلٹی اور ان کی موجودگی پر چونکیں۔
''کیسا محسوس کررہی ہیں اب آپ؟'' ڈاکٹر اکرام الحق نے ان کی فائل دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔ جنت بی بی نے سر ہلایا، اکرام الحق نے اپنا تجربہ فائل پر لکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔
''مثبت سوچ بہت کارآمد ہوتی ہے بخت بھری بی بی۔'' بنا کسی تمہید کے کہا گیا جملہ جنت بی بی کو تلملا گیا۔
''ہم بخت بھری نہیں ہیں، ہمارا نام جنت بی بی ہے۔'' عجب اترا کر وہ گویا ہوئیں، ڈاکٹر اکرام الحق نے انہیں بغور دیکھا اور خاموشی اختیار کرگئے، جنت بی بی اپنے لب و لہجے پر خود آپ شرمندہ ہوئیں، تب ہی آہستگی سے بولیں۔
''جو خاتون ہمیں اسپتال لائیں ان کا بہت بڑا احسان ہے ہم پر، اگر وہ ہمیں لاشوں کے بوجھ تلے سے نہیں نکالتیں تو ہم آج ایک زندہ لاش بن گئے ہوتے۔ وہ اپنی بیٹی کو ڈھونڈتے ہوئے اس ڈبے میں آئی تھیں، ان کی بیٹی کا نام بخت بھری تھا سو جذباتی طور پر ایسی ٹوٹی پھوٹی اور بکھری ہوئی تھیں کہ جب انہوں نے ہمیں بخت بھری کہہ کر بلایا تو کچھ کہہ نہ پائے اور وہ ہم میں اپنی صاحبزادی کا چہرہ دیکھنے لگیں۔'' جنت بی بی نے وضاحت دی۔ ڈاکٹر اکرام الحق نے خاموشی سے انہیں دیکھا جنت بی بی کے چہرے پر کرب دکھائی دے رہا تھا۔
''ہم اپنے تجربات سے سیکھتے ہیں جنت بی بی لیکن ایک مشورہ ہے اگر ان خاتون کو آپ کو بخت بھری کہہ کر بلانے سے سکون ملتا ہے تو ان کو اس گمان میں جینے دیجیے، ان کے لیے ان کی صاحبزادی کا خیال جینے کی راہ ہے۔ نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا آپ کی شخصیت وہی رہے گی جو ہے۔'' اکرام الحق نے نصیحت کی تو جنت بی بی

نے سر ہلایا۔

"ویسے بخت بھری کا مطلب نصیب والی ہے۔" ڈاکٹر اکرام الحق نے جتایا۔

"جانتے ہیں ہم۔" جنت بی بی نے تنی گردن کے ساتھ کہا۔ اکرام الحق نے ان کی تمکنت اور غرور پر انہیں بغور دیکھا۔

"امراء کی زندگی اور لکیر سے نیچے جینے والے لوگوں کی زندگی میں کس بات کا فرق ہے؟ دونوں کی زندگی اور موت پر خود کا اختیار نہیں۔ جب ایسے بے بس ہیں تو پھر غرور کس بات کا؟" اکرام الحق نے صاف جتایا تو جنت بی بی شرمندہ ہوگئیں۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں ہمارا ایسا کوئی مطلب نہ تھا نہ ہم نے ایسا کچھ کہا۔" مگر ڈاکٹر اکرام الحق بے تاثر انداز میں سر ہلا کر چلے گئے جانے کیوں جنت بی بی اپنا تاثر بگڑنے پر سراسیمہ سی کھڑی رہ گئی تھیں۔

❁......❁......❁
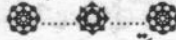
فاطمہ بی بی ایک آس سے چار سو نظر دوڑا رہی تھی جب یک دم شناسا سا چہرہ دکھائی دیا مگر وہ اس لمحے کسی اور سے ملنا نہیں چاہتی تھیں۔ وہ وقار الحق کو ڈھونڈنے کے لیے حد درجہ بے قرار تھیں سو آگے بڑھ گئیں مگر اسی کی آواز پر رکنا پڑا۔

"بی بی صاحب۔" یہ فقط ایک شخص کہہ کر پکارتا تھا، مناسب نہ تھا کہ وہ آواز سن کر بھی نہ رکتیں اور آگے بڑھ جاتیں۔ سو وہ رک گئیں اور جہانگیر قریب آرکا۔

"آداب بی بی صاحب...... اچانک آپ پر نگاہ پڑی یقین نہیں ہو رہا ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں...... ہمارا مطلب ہے، ہم آپ کو سامنے پاکر بہت خوش ہوئے ہیں۔" جہانگیر مناسب الفاظ ڈھونڈنے میں جیسے ناکام رہا۔ فاطمہ ناظم الدین مروت سے مسکرائیں۔

"ہم سمجھ سکتے ہیں۔ آپ خیریت سے پاکستان پہنچ گئے؟"

"جی...... بی بی صاحب، ہم کرم دین چاچا اور ان کے کنبے کے ہمراہ آئے ہیں۔"

"اچھا آپ کے ہمراہ آیت بھی پاکستان آئی ہیں؟" فاطمہ یک دم مسکرائیں، غالباً آیت سے ان کا گہرا واسطہ تھا جہانگیر سمجھ گیا تھا۔

"آیت ہماری بہترین دوست ہیں، بچپن ہم نے ساتھ کھیلتے گزارا تھا۔ ہمیں ان سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔" فاطمہ بی بی نے کہا تو جہانگیر نے سر ہلایا۔

"ہمیں خوشی ہوئی آپ اور آپ کا کنبہ بخیریت پاکستان پہنچ گیا۔"

"امید ہے، ہمارا کنبہ خیریت سے ہوگا۔" فاطمہ بی بی، وقار الحق کے متعلق سوچتی ہوئی بولیں۔

"سب خیریت ہے بی بی صاحب؟" جہانگیر نے چونکتے ہوئے پوچھا تو فاطمہ نے سر ہلا دیا۔

"ہم دادی جان اور کچھ پرانی وفادار ملازماؤں کے ہمراہ پاکستان پہنچ گئے ہیں مگر فی الحال وقار الحق کی خبر نہیں، ہم دراصل انہی کی تلاش میں ہیں۔" فاطمہ بی بی نے مطلع کیا۔

"اوہ...... افسوس ہوا جان کر...... آپ پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ وہ خیریت سے ہوں گے اور آپ جلد ان سے ملیں گی۔" جہانگیر نے یقین دلایا۔ فاطمہ بی بی نے سر ہلایا اور آگے بڑھ گئیں جیسے اس سے زیادہ مروت کا

مظاہرہ وہ نہیں کرسکتی تھیں۔ جہانگیر کھڑے دیکھتے رہے پھر پلٹے تو چونکے آیت کرم دین عین سامنے کھڑی انہیں دیکھ رہی تھیں۔

جہانگیر اس بات کی پروا کیے بنا آگے بڑھ گیا۔ آیت نے جہانگیر کو جاتے ہوئے بغور دیکھا۔ نگاہ کیا ڈھونڈ رہی تھی، کس بات کا تجسس تھا نظر میں، کیا جان لینے کی خواہش تھی اور کیا ڈھونڈ لینے کی خواہاں تھی نظر؟ کوئی بھید ملا تھا یا نہیں مگر اس بے پروا سے بندے کو ایسی بے اعتنائی سے گزرنا اچھا نہیں لگا تھا مگر اس کے ساتھ فاطمہ بی بی کیا تعلق تھا کہ وہ وضاحت چاہتی؟ اس لیے چپ چاپ کیمپ واپس لوٹ آئیں۔

❁......❁......❁

عشق مسلسل عشق تغافل
عشق سوچ، عشق سو بھید
عشق راہ، عشق گلی
عشق کوچہ، عشق منزل
عشق فنا، عشق بقا
عشق سماعت، عشق کہانی
عشق شور، عشق جنگل میں ناچتا مور
عشق ہر بھید
عشق سوچ
عشق فنا، عشق بقا
عشق سماعت، عشق کہانی
عشق الجھا سا اک دھاگہ
عشق سلجھا سا اک قصہ
عشق آدھی ذات کا پورا حصہ
عشق تیر، عشق کمان
عشق یقین، عشق گمان
عشق پر، عشق تتر بتر
عشق فسانہ، عشق ہر ذکر
عشق زمانہ، عشق وقت
عشق نہ دیکھے تخت، نہ تختہ
عشق روانی، عشق لاثانی
عشق مکمل، ادھوری ہر کہانی
عشق سوال، عشق جواب
عشق وضاحت، عشق ہر جواز

وقارالحق نے اندراج کرنے والے اہلکار کو ایک آس سے دیکھا وہ اہلکار مسکرایا اور دوبارہ سے اندراج والے رجسٹر ڈپر جھک گیا۔

"دہلی سے آنے والی ٹرین سے تاج بیگم کے ہمراہ چند خواتین پاکستان پہنچی ہیں یہ امرا کا خاندان ہے شاید اس میں آپ کی زوجہ بھی شامل ہوں؟" وقارالحق کی آنکھیں یکدم چمکیں۔

"جی تاج بیگم یہ ہماری دادی ساس ہیں ان کے ہمراہ آنے والے لوگوں کی تفصیلات درج ہیں کیا؟" نواب زادہ وقارالحق نے ایک آس سے دریافت کیا۔

"محترم تاج بیگم کے ہمراہ چار پانچ خواتین تشریف لائی ہیں مگر یہاں ان کا اندراج نام کے ہمراہ نہیں ہے۔"

"ہماری بیگم فاطمہ ناظم الدین ایک اہم شخصیت ہیں، انہوں نے پاکستان کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا ہے۔وہ اہم سیاسی شخصیت رہی ہیں مسلم لیگ کی اہم کارکن رہی ہیں۔" وقارالحق نے جوش سے آگاہ کیا۔

وقارالحق ایک لمحے میں اپنی بیگم کو ڈھونڈ لینے کے خواہاں تھے مگر اندراج کرنے والا اہلکار پرسکون انداز میں مسکرا دیا۔

"نوابزادہ وقارالحق، ہم آپ کی بے چینی سمجھ سکتے ہیں مگر ہمارے پاس الگ سے کوئی تفصیلات درج نہیں ہیں فقط تعداد درج ہے۔امید ہے اس سے مدد مل جائے گی۔ دراصل ہم نے کنبے کے سربراہان کے ہمراہ کنبوں کی تفصیلات درج نہیں کیں۔امید ہے آپ سمجھ سکتے ہیں۔" اہلکار نے سہولت سے کہا تو وقارالحق نے سر ہلایا۔

"بہرحال یہ تفصیلات بھی بہت بڑی ہیں۔" نواب زادہ مشکور دکھائی دیے۔

"وقار صاحب میں یہ لڑکا آپ کے ہمراہ بھجوائے دیتا ہوں۔آپ کو ان تک چھوڑ آئے گا۔امید ہے آپ کی بیگم بخیر وعافیت پاکستان پہنچ گئی ہوں گی اور آپ ان سے روبرو ملیں گے۔" اہلکار نے مسکراتے ہوئے کہا اور اندراج والا رجسٹر بند کردیا۔

"بہت شکریہ ہم آپ کے مشکور ہیں۔" نواب زادہ وقارالحق نے کہا اور پلٹ گئے تھے۔

❁……❁……❁

نواب صاحب خاموش تھے اور خاموشی ان کو کھل رہی تھی آنکھوں نے شام میں جو منظر دیکھا وہ روح کھینچنے والا تھا۔ جہاں آرا اُپنے منگیتر کے ہمراہ دکھائی دی تھیں۔ بہت خوش تھیں وہ اگرچہ ان کی خوشی پر بہت خوش تھے مگر اندر کہیں کوئی شے کاٹ رہی تھی۔اس دوشیزہ کی آنکھیں کیسی چمکتی ہوئی تھیں۔ چمک کیسی خیرہ کردینے والی تھی اور قہقہے کیسے مترنم تھے، آواز میں کیا نغمگی اور زندگی کی تمام رعنائی بولتی تھی۔نواب صاحب گہری سانس بھر کر رہ گئے۔اس کے قہقہے زندگی سے بھرپور تھے اور اس کی آنکھیں زندگی گزارنے کے تمام ڈھنگ سکھاتی تھیں اس کی ہنسی دنیا کا چلتا نظام پل بھر میں روک سکتی تھی۔

"اسداللہ آپ کو پتا ہے نواب صاحب کیسے اچھے رفیق ثابت ہوئے؟ اپنے دل کا تمام درد میں ان سے کہتی تھی، ان کو خوب زچ کرتی اور یہ آرام سے میری تمام کتھا سنتے تھے کبھی کبھی ان پر ترس بھی آتا مگر پھر سوچتی ان سے نہ کہوں گی تو دل میں ایک غبار بھرتا رہے گا پھر اس کا کیا ہوگا؟ دل کا احوال کہنے کو کوئی دوست تو ہونا چاہیے تھا جو سنتا اور تسلی دیتا اور نواب صاحب سے بہتر کوئی دوست نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ بہت حوصلے اور تسلی سے تمام بات سنتے اور جہاں میں غلط ہوتی یہ بتادیتے مجھے ان سے مل کر تمہاری اہمیت کا پتا چلا۔ اگر میں پاکستان نہ آتی اور ان سے نہ

ملاقات ہوتی تو شاید یہ جان پانا دشوار ہوتا کہ تم میری زندگی میں کس قدر ضروری ہو۔" جہاں آرائے نے کہا تو اسد اللہ نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"شکریہ محترم، آپ نے ہماری زندگی کو ہم سے قریب کیا اور ان کو جتانے میں کامیاب رہے کہ ہم ان کے لیے ضروری ہیں۔ ایسا وکیل بھی مشکل سے ہاتھ لگتا ہے ورنہ پیٹھ میں چھرا گھونپنے والے بہت ملتے ہیں مگر غیر موجودگی میں طرف داری کرنے والا اور ساتھ دینے والا کوئی کوئی ہوتا ہے سو کہنا پڑے گا کہ آپ نے غائبانہ مدد کی اس توسط سے آپ ہمارے دوست ہوئے۔" اسد اللہ نے ہاتھ آگے بڑھایا اور مجبوراً نواب صاحب کو ہاتھ آگے بڑھانا پڑا۔ وہ ان کے ہمراہ بیٹھا رہا اور باتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نواب صاحب خاموشی سے سنتے رہے۔

"ہم آپ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں جہاں آرا۔" اسد اللہ نے خواہش کا اظہار کیا۔

"کیا آپ ہمارے جیسے نالائق سے نکاح کرنا چاہیں گی؟" اسد اللہ دل کی تمام صداقت سے پوچھ رہا اور جہاں آرا کے چہرے پر حیا کی لالی پھیل گئی تھی۔ اسد اللہ غالباً دنیا کا خوش نصیب انسان تھا جو ایسی رعنائی سے بھری لڑکی سے اس کا ہاتھ مانگ رہا تھا اور وہ زندگی سے بھری لڑکی اس کا ہاتھ تھامنے کو جیسے بے قراری سے منتظر تھی۔ نواب صاحب نے چلتے ہوئے ایک لمحے کو آنکھیں میچیں۔

"چچا صاحب کیا کرتے ہو، سڑک کے بیچ آگئے ہو مرنے کا ارادہ ہے کیا؟" کسی من چلے نے گاڑی روک کر کھڑکی سے گردن نکالی اور باآواز بلند انہیں پکارا تو نواب صاحب نے فوراً کنارے ہو گئے۔ دل کیسا رسوا کرنے کو تیار بیٹھا تھا انہوں نے گہری سانس خارج کی۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت
درد سے بھر نہ آئے کیوں

وہ جیسے اپنی حالت زار پر مسکرائے کہاں مبتلا محبت ہو گئے میاں۔ وہ خود پر ہنسے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگت وخشت درد سے بھر نے آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں؟
واں وہ غرور نمر وناز ہاں یہ حجاب پاس وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں بزم میں وہ بلائے کیوں؟
جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں؟
غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں؟
روئے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیوں؟

"چالیس پینتالیس کے بعد کا عشق کیا ہے؟ میاں سر بازار کھڑے ہونا اور اپنے سر میں خود آپ خاک ڈالنا۔" وہ مسکرائے۔

"سو ہم نے اپنے ہاتھوں سر میں خاک ڈال لی، اب زمانے سے کیا شکوہ کریں؟" وہ مسکرائے اور واپسی کے لیے قدم اٹھائے تھے۔

یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

''ہم چاہتے ہیں جلد یہ اثاثوں کی منتقلی ہو اور ہم جلد یہاں سے رواز نہ ہوں نہ تو ہم امرأ ہیں اور نہ ہی نواب، ایسی تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ ہمیں تو بس کہیں بھی زمین کا چھوٹا سا ٹکڑا نواز دیں ہم خوشی خوشی رہ لیں گے۔'' آیت مسکرائی تو جہانگیر نے انہیں بغور دیکھا۔

''مزاج کے اندر جھکاؤ اور عاجزی ہونا اچھی بات ہے مگر خود کو ایسا بے وقعت ظاہر کرنا مناسب نہیں۔'' جہانگیر نے مدہم لہجے میں کہا تو آیت مسکرادی۔

''درست تو کہا ہم کوئی ایسے اشرافیہ یا امرأ کے خاندان سے نہیں، حقیقت پسند ہونا بھی کوئی عجب نہیں، ویسے سوچتی ہوں اگر ہم کسی اشرافیہ امرأ کے گھر جنم لیتے تو کیا مختلف ہوتا؟ کوئی اشرافیہ کے خاندان سے نکل کر آتا اور ہم سے عشق میں مبتلا ہو جاتا۔'' لہجے میں خاص طنز تھا۔ جہانگیر دانستہ خاموش رہے اور آیت جیسے چڑانے کو مسکرائیں۔

''کیا بدل جاتا ہے، محبت اندھی ہوتی ہے یا عشق کی نگاہ کمزور ہوتی ہے۔'' کہہ کر وہ ہنس دی۔

''ایسا نہیں، بنا کوئی دیکھے عشق ہوتا ہے۔ محبت بنجر زمین پر آتی اور قیام کرتی ہے۔'' وہ مسکرائی اور جہانگیر ان کو دیکھتے رہ گئے۔ فوری وضاحت دینا کوئی مناسب عمل نہ لگا سو وہ خاموشی سے اٹھے اور باہر نکل گئے، آیت کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

معمول کا چیک اپ کے بعد ڈاکٹر اکرام الحق جانے کو پلٹنے لگے تو جنت بی بی فوراً بولیں۔

''ڈاکٹر اکرام الحق......'' وہ حیرت سے چونکے اور پلٹ کر دیکھا۔ جنت بی بی نے روک تو لیا مگر کوئی مناسب الفاظ فوری طور پر نہ ملے تو خاموش ہو کر سر جھکا گئیں۔

''کچھ کہنا چاہتی ہیں آپ؟'' اکرام الحق نے دریافت کیا تو جنت بی بی نے سر ہلایا اور آہستگی سے بولی۔

''انسانی رویوں کو فوری طور پر کوئی نام دینا یا ان پر تجزیہ کرنا مناسب نہیں، کوئی بھی صورت حال اس کی گفتگو کی غماز ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی کسی برے وقت سے گزرا ہو بہر حال ہم کوئی تاثر برا ڈالنا نہیں چاہتے تھے آپ کو کچھ برا لگا ہو تو ہم معذرت کرتے ہیں۔'' جنت بی بی نے کہہ کر گردن موڑ لی، شاید ان کے لیے معذرت کے الفاظ کہنا دشوار ترین عمل تھا مگر ان کے چہرے پر نرمی سی دکھائی دی تھی جو اس بات کی غماز تھی کہ وہ جو کہہ رہی تھیں دل سے کہہ رہی تھیں اور اس کے پیچھے کوئی بناوٹ شامل نہیں تھی۔ اکرام الحق نے سر ہلایا۔

''ٹھیک ہے، آپ شرمندہ نہ ہوں۔''

''ہمیں مکمل ٹھیک ہونے اور یہاں سے رخصت ہونے میں کتنے دن لگیں گے ڈاکٹر۔'' جنت بی بی نے اپنی صحت کے متعلق دریافت کیا تو اکرام الحق چند ثانیے خاموش رہے پھر شانے اچکا دیے۔

''یہ آپ کے مثبت رویے پر منحصر ہے جنت بی بی..... آپ زندگی کو کس عینک سے دیکھتی ہیں یا آپ کو زندگی کی کتنی اہمیت ہے۔'' ڈاکٹر اکرام الحق نے جتایا۔

''کیا آپ کو ہمارا رویہ زندگی کی طرف دیانتدار یا مثبت نہیں لگتا؟'' وہ چونکیں تو اکرام الحق مسکرائے۔

"ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔" انہوں نے در پردہ جتایا۔ جنت بی بی نے سر ہلا دیا کیونکہ ان کے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا۔

"ہم سمجھتے ہیں لیکن ہم کسی کو کم تر یا برتر نہیں جانتے، کسی طبقاتی فرق کے ہم سخت خلاف ہیں۔ بہر حال......" انہوں نے بے فکری سے شانے اچکائے اور ڈاکٹر اکرام الحق ان کو دیکھ کر مسکرادیے۔

"آپ کو اس بات کی فکر کیوں ستارہی ہے کہ کوئی آپ کے بارے میں کیا سوچتا ہے، کیا کسی کی رائے اتنی اہم ہوتی ہے؟"

"شاید نہیں۔" جنت بی بی نے فوری جواب دیا اور اکرام مسکرادیے۔

"ٹھیک ہے۔" ان کی مسکراہٹ نے جیسے جنت بی بی کو الجھن میں مبتلا کردیا مگر وہ فوری طور پر کچھ نہیں بولیں۔

"دنیا کے رویوں کی فکر کرنا حماقت ہے اور اس سے بڑی حماقت ان رویوں کو تبدیل کرنا ہے اور اس سے بھی بڑی حماقت ان رویوں کے متعلق سوچنا اور جلنا کڑھنا ہے۔" ڈاکٹر اکرام الحق نے جیسے ان کے دل کو پڑھا جنت بی بی نے مزید کچھ کہے بنا سر ہلایا تو اکرام الحق باہر نکل گئے تھے۔

❁....❁....❁

تو بھی نا آشنائے دردِ دل
کاش ہوتا مبتلائے دردِ دل
دردِ دل میرے لیے گر ہے تو ہو
میں نہیں ہرگز پرائے دردِ دل
مجھ سے شاید رہ نہ جائے کچھ کمی
آپ ہی دے لیں سزائے دردِ دل
کچھ تغافل کچھ توجہ کچھ غرور
دیکھنا شانِ عطائے دردِ دل

آیت مسلسل سوچوں میں گم تھی کہ جہانگیر کی زندگی میں تبدیلی کا محرک کیا تھا۔ وہ جان گئی تھی مگر اس نے جہانگیر سے اس بابت کوئی بات نہیں کی تھی۔

"محبت کیا فقط خوب صورتی سے ہوتی ہے؟" وہ قریب سے گزر رہا تھا جب وہ بلا ارادہ بڑبڑائی جہانگیر نے رک کر اسے دیکھا۔

"آپ نے ہم سے کچھ کہا؟" جہانگیر نے دریافت کیا آیت نے خاموشی سے اس کی سمت دیکھا۔

"محبت فقط ظاہری خوب صورتی سے نہیں ہوتی اگر آپ سوچتی ہیں کہ محبت ظاہری خوب صورتی سے ہوتی ہے تو آپ غلط ہیں۔" جہانگیر نے جتایا، آیت نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔

"محبت آنکھوں کے رستے دل میں اتر جانے کا نام ہے، اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ محبت خوب صورتی سے ہوتی ہے؟" آیت نے جتایا اور وہ مسکرادیا۔

"اور نگاہ کی خوب صورتی کیا کوئی معنی نہیں رکھتی؟" جہانگیر نے عجب سوال کیا۔

"نگاہ کو بھی وہی شے خوب صورت لگے گی ناں جو درحقیقت خوب صورت ہے؟" آیت نے باور کرایا، جہانگیر

اکتا کر گہری سانس خارج کر کے رہ گیا۔
"آپ سمجھنا نہیں چاہ رہیں۔" وہ تھکے لہجے میں بولا۔
"عشق اور حسن کا پرانا رشتہ ہے، حسن عشق کے بنا کسی کام کا نہیں اور عشق کے بنا حسن ادھورا ہے۔" آیت نے وضاحت دی۔
وہ جو جتانا چاہ رہی تھی وہ جہانگیر سوچ بھی نہ پا رہا تھا اگر وہ سمجھ جاتا کہ وہ کس بابت بات کر رہی ہے تو شاید وہ درست سمت میں گفتگو کا رخ موڑ دیتا۔ آیت مسکرائی اور جہانگیر اس مسکراہٹ کے معنی نہ سمجھ پایا اور آیت کے لب آہستگی سے ہلے۔

جس تن لگیا عشق کمال
ناچے بے سر تے بے تال
دردمنداں نوں کوئی نہ چھیڑے
آپے اپنا دکھ سہیڑے
جمنا جیوناں مول بکیڑے
اپنا بوجھے آپ خیال
جس تن لگیا عشق کمال
ناچے بے سر تے بے تال
جس تے دیس عشق دا کیتا
دھر درباروں فتویٰ لیتا
جدوں حضوروں پیالہ پیتا
کجھ نہ رہا سوال جواب
جس تن لگیا عشق کمال
ناچے بے سر تے بے تال
جس دے اندر وسیا یار
اٹھیا یار و یار پکار
اینو بیٹھا کھیڈے حال
جس تن لگیا عشق کمال
ناچے بے سر تے بے تال

"عشق عشق ہے اور حسن حسن۔ حسن آتش کے بنا ادھورا ہے اور آتش تب ہی دہکتا ہے جب عشق ہمراہ ہو۔ دوری میں راکھ باقی رہتی ہے بس حسن بڑا حوالہ ہے اور عشق گھٹنے نہ ٹیک دے ایسا ممکن نہیں۔" آیت نے وضاحت دی اور پلٹ کر آگے بڑھ گئی، جہانگیر اسے دیکھتا رہ گیا گفتگو کس بات اور کس ضمن میں تھی وہ سمجھ نہ پائے مگر آیت کا انداز کچھ خاص حوالہ رکھتا تھا کیا تھا یہ؟

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
اب جو ہیں خاک انتہا ہے ہم
وقار الحق ایک جوش کے ساتھ آگے بڑھے قدم جیسے منزل کی سمت اٹھ رہے تھے، یقین ہمراہ تھا کہ وہ آج اپنے محبوب کے روبرو ہونے اور تمام دوریاں ختم ہونے کو ہیں۔
عشق کیسا جاں گسل تھا وقار الحق نے فاطمہ بی بی سے محبت کے بعد جانا تھا۔ فاطمہ بی بی نے انہیں زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق آگاہی دی تھی، نئے رنگ متعارف کرائے تھے اور یہ تجربات ایک انوکھا تجربہ تھے زندگی کا ایک بڑا حصہ بنجر رہ جاتا اگر فاطمہ زندگی میں نہ آتی۔

میری شریک حیات...... میری ہمسفر
میری دم ساز، میری ہم راز، میری ہم قدم
یہ جو دوری ہے، مجبوری ہے
تغافل ہے، عذر ہے
سخت قاتل ہے، زہر ہے، زہر ہے
یہ جو تیرا ہنر ہے، میرا صبر ہے
ایک کرب ہے، جبر ہے
تغافلوتوں کی کہانی ہے ست جاں لیوا
راحتوں کے خیال اگرچہ خواب نہیں
مگر کرنے کو جو صبر ہے سو ہے
مہربان ہو تو گھڑیاں لمحے تھم جائیں
فاصلے جو بھی اضافی ہیں وہ سمٹ جائیں
دوریاں ایسے مٹیں کہ سانس رک جائے
نبض ٹٹولو تو حرارت سے ہاتھ جل جائیں
مگر اب اک صبر
کچھ صبر، بس اور کچھ
بس میری جان
بس میری جان
اب فنا نہ ہو

وقار الحق کے قدم رک گئے تھے، سانس تھم گئی تھی، وقت جیسے تھم گیا تھا، دل کی دھڑکنوں کو دھڑکنا بھول گیا تھا۔
اف...... بس میری جان...... بس میری جان۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

سباس گل

بھیگی آنکھوں والی اک پاگل سی لڑکی
کہو تم بھی بھلا کیسے اسے بھلا جاتے
ان چشم حیراں میں ستارہ سا چمکتا میری خاطر
دل کی شاخ پہ محبت کا کوئی پھول ہی کھلا جاتے

"اگر سچی محبت ہے
تو اک دن لوٹ آئے گی
محبت لوٹ آئے گی
وہ سارے دلربا منظر
وہ ساری پیار کی باتیں
وہ سپنوں سے بھری راتیں

خبر سن کر اس کے اندر بے چینی در آئی تھی۔

"وہ کیوں آیا ہے؟ اب کیا باقی بچا ہے۔ سارے رشتے ناطے تو وہ خود توڑ کر گیا تھا پھر اب یہ واپسی کس لیے، کس کے لیے لوٹ کے آیا ہے وہ؟" سحابیہ نے بے چینی و بے قراری سے کمرے میں ٹہلتے ہوئے سوچا۔

اب آپ کہہ رہی ہیں کہ وہ میرے لیے لوٹ کے آیا ہے۔ آپ مجھے اس شخص کا ہاتھ تھامنے کے لیے کہہ رہی ہیں جو خود میرا ہاتھ جھٹک کر چلا گیا تھا۔ کیا ہو گیا ہے امی آپ کو؟ کیا میں اتنی ہی بوجھ ہوں آپ اور ابو پر کہ جس نے آپ کی بیٹی کو ٹھکرایا تھا آج آپ اسی کو اپنا داماد بنانا چاہتی ہیں؟"

"بیبہ بیٹا، وہ سنبھل گیا ہے۔" راضیہ اسے اصل بات نہیں بتانا چاہتی تھیں۔

"مگر میں نہیں سنبھلی۔"

"وہ تمہیں سنبھال لے گا۔"

"جو خود نظروں سے گر چکا ہو وہ کیا کسی کو سنبھالے گا۔"

"بیبہ...... وہ پیار کرتا ہے تم سے۔" راضیہ نے اسے سمجھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"پہلے میں بھی یہی سمجھتی تھی مگر اب مجھے اس کی کسی بات پر یقین نہیں، اس سے کہیں کہ وہ واپس لوٹ جائے۔ اس کے لیے یہاں اب کچھ باقی نہیں رہا۔ میرا دل اس کی محبت سے خالی ہو گیا ہے۔" وہ سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں بولی۔ سدیم حیدر جو دروازے کے پاس کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا بے چین ہو کر کمرے میں داخل ہوا اور اسے دیکھتے ہوئے بے کلی سے پوچھا۔

"بیبہ...... اگر تمہارے دل میں میرے لیے جگہ نہیں ہے تو تمہارے کئی اچھے رشتے آ چکے ہیں پھر تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"میرے لیے سبق حاصل کرنے کو ایک مرد کی بے وفائی ہی کافی تھی پھر بھلا میں اس بے اعتبار مخلوق کو دوبارہ کیوں پرکھتی اور میری زندگی اتنی بے مول اور ارزاں نہیں ہے مسٹر سدیم حیدر کے تم جیسے بے وفا، خود غرض، جھوٹے اور مفاد پرست مرد اس سے کھیلتے رہیں۔"

"بیہ، تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو میں وہی سدیم ہوں تمہارا سدیم جو تین سال پہلے تھا۔" وہ تڑپ کر بولا۔

"مگر میں تین سال پہلے والی سحابیہ نہیں ہوں مسٹر سدیم حیدر...... وہ سحابیہ تو کب کی مرگئی تھی۔"

"نہیں میری بیہ کبھی نہیں مر سکتی۔" سدیم نے اس کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے کہا۔

"میں اب آپ کی نہیں ہوں اور پلیز مجھ سے اس قسم کی گفتگو دوبارہ مت کیجئے گا۔"

"او کے...... تم اس وقت غصے میں ہو، تمہاری ناراضی بجا ہے میں تم سے بعد میں بات کروں گا اور ہاں...... تم پہلے سے زیادہ پیاری ہوگئی ہو۔" سدیم نے اس کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے رخ پھیرنے پر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

اظفر بیگ اور راشدہ بیگم کے تین بچے تھے، دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔ بیٹا رحمٰن بیگ، ان سے چھوٹی صائمہ اور ان سے چھوٹی عاصمہ بیگ۔ ان تینوں کی شادیاں اظفر بیگ اور راشدہ بیگم کے رشتے داروں میں ہوئی تھیں۔ رحمٰن بیگ اور راضیہ بیگم کے تین بچے تھے بیٹا عثمان بیگ، دوسرے نمبر پر سعدیہ اور تیسرے نمبر پر صحابیہ تھی...... "رحمٰن ولا" کے بالکل برابر میں صائمہ اور ان کے شوہر حیدر سلطان کا خوب صورت آشیانہ تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ سدیم حیدر، جس نے ایم بی اے کیا تھا اور اس سے چھوٹا ندیم حیدر جو کالج میں پڑھ رہا تھا۔ عاصمہ اور امجد بیگ کی دو بیٹیاں نازیہ اور ماریہ تھیں اور ایک بیٹا اسجد تھا جو فرسٹ ایئر میں پڑھ رہا تھا۔ نازیہ کی شادی عثمان بیگ سے ہوئی تھی اور ان کا تین سال کا ایک بیٹا تھا حسان جسے سب پیار سے "سنی" کہتے تھے۔ ماریہ اور ندیم ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے ماریہ بی اے میں تھی اور سحابیہ بھی اس کے ساتھ پڑھ رہی تھی۔ سدیم شروع سے ہی سحابیہ کو پسند کرتا تھا اور سحابیہ سے اپنی محبت اور پسندیدگی کا اظہار بھی ڈھکے چھپے لفظوں میں کرتا رہتا تھا جس سے سحابیہ کا دل بھی اس شوخ و وجیہہ لڑکے کی محبت سے بھر گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سدیم کے خواب سج گئے تھے۔ وہ بہت خوش تھی سدیم حیدر جیسے خوب صورت، وجیہہ، تعلیم یافتہ محبت کرنے والے انسان کا پیار پا کر وہ دونوں اکثر اپنے اپنے کمروں کی بالکونی میں "ہیلو ہائے" کرتے تھے۔ دونوں کے کمرے اوپر تھے اور برابر برابر تھے۔ سحابیہ کو مصوری کا شوق تھا وہ فارغ وقت میں رنگ، برش اور کینوس لے کر بالکونی میں موجود ہوتی تھی اور سدیم اس کی خوشبو پا کر فوراً اپنی بالکونی میں آن کھڑا ہوتا تھا جس کے بیچ صرف لان کی دیوار تھی۔

"تم پھر آ گئے؟" وہ کینوس اور برش لے کر بالکونی میں موجود تھی کہ سدیم کو آتے دیکھ کر بولی۔

"میں گیا ہی کب تھا جاناں۔" وہ پیار سے اسے کبھی کبھی جاناں کہا کرتا تھا جو سحابیہ کو بہت خوشی بخشتا تھا اس نے اسے شوخی سے دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"تو جاؤ ناں۔"

"میں چلا گیا تو تم کام کیسے کرو گی؟"

"سکون سے کروں گی۔"

"کر سکو گی میرے بغیر سکون سے تم کوئی کام۔" وہ بڑے مان سے پوچھتا تھا۔

"ہاں......" دل تو اس کا "نہیں" کہہ رہا تھا مگر اس کو ستانے کے لیے جھوٹ بولا تھا۔

"اچھا تو میرے بغیر تم شادی کر لینا۔" وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔

"کیا......؟" وہ چیخ اٹھی تھی۔

"ہاں......"

"بکواس نہیں کرو...... اچھا میں مر جاؤں گی مگر تمہارے سوا کسی اور کو اپنی زندگی میں نہیں آنے دوں گی۔"

"اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے۔" وہ روح تک سرشار اور نہال ہوتے ہوئے بولا۔

"تمہارے اندازے سے بھی کہیں زیادہ۔" وہ نظریں جھکا کر آہستگی سے بولی تو سدیم کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

"اوہو پھر تو مجھے مجبوراً تم سے ہی شادی کرنا پڑے گی ورنہ تمہارا خون میری گردن پر ہوگا۔" وہ اسے تنگ کرنے کے لیے شرارت سے بولا تھا۔

"اگر تم نے میرے دل کا خون کیا تو میں تمہارا خون کردوں گی، مجھے محبت کے خواب دکھا کر راستہ بدلا تو......" وہ بولتے ہوئے چپ ہوئی اور ہاتھ میں پکڑا برش اس کے سینے کا نشانہ لے کر مارا تھا۔

"شکر ہے برش تھا تمہارے ہاتھ میں اگر برچھی ہوتی تو تم نے تو مجھے سچ مچ شہید کردینا تھا۔" وہ ہنس کر بولا تھا۔

"جاؤ میں تم سے نہیں بولتی...... تم بہت سنگدل ہو۔" وہ اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے نم لہجے میں بولی اور کینوس وہیں چھوڑ کر کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہ اسے آوازیں دیتا رہ گیا تھا جب وہ نہ آئی تو خود "رحمٰن ولا" چلا آیا۔ اس کی ناراضی تو وہ پل بھر کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ یہ بات وہ بھی اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ لاؤنج میں تھی کہ وہ اندر داخل ہوا وہ اسے دیکھ کر رخ پھیر گئی۔ وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"میری جان پر بنی ہے اور تم یہاں مزے سے بیٹھی ہو۔"

"تو اور کیا کروں؟" اس نے تنک کر پوچھا تھا۔

"میرے دل کی آواز سنو۔" وہ محبت میں ڈوبے لہجے میں بولا تھا۔

"انتہائی بےسری ہے تمہارے دل کی آواز۔"

"تم ناراضی ختم کرو ابھی سُر میں آجائے گی۔"

"ہونہہ۔"

"پلیز سوری بیہ۔ ریئلی ویری سوری جاناں۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولا تو اسے اس پر پیار آنے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے پہلے مجھے پیزا کھلاؤ۔"

"ندیدی کہیں کی...... جیب خالی ہے میری۔"

"تو تم یہاں کیا کررہے ہو بھاگو یہاں سے۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"تمہیں ساتھ لے کر ہی بھاگوں گا۔" وہ بھی کھڑا ہوگیا اور شرارت سے بولا تھا۔

"سدیم کے بچے۔" اس نے اس کے سینے پر مکہ مارنا چاہا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل پر رکھ لیا اور وہ سٹپٹا گئی تھی۔

"بیہ، جس دن تمہارے دل سے میری محبت ختم ہوگئی یا تم نے مجھے چھوڑ دیا اس دن میرا یہ دل دھڑکنا چھوڑ دے گا۔ سدیم ختم ہوجائے گا۔" وہ جذباتی ہوا سحابیہ کا ہاتھ ہی نہیں دل بھی کانپ اٹھا تھا۔

"میں تو جیسے تمہارے بغیر جی لوں گی ناں بڑے آئے مجنوں کہیں کے۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے ہنسی تو وہ بھی ہنس دیا تھا۔

"ہیلو، ہیلو...... اوہو بھئی یہاں تو لیلیٰ اور مجنوں کا بسیرا ہے، کیا حال ہے اکیسویں صدی کے عاشقوں کا؟" سحابیہ کی بیسٹ فرینڈز اور ماموں کی بیٹی ثانیہ اچانک آگئی تھی۔

"ہم پر تو اللہ کا کرم ہے آپ سنایئے آپ پر بھی

کسی کی نظر کرم ہوئی یا ابھی تک ہم جیسوں کو دیکھ دیکھ کر ہی دل جلا رہی ہیں۔" سدیم نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو سحابیہ کو ہنسی آ گئی اور ثانیہ اندر سے جل کر رہ گئی مگر حسب عادت چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"ہم دل جلے نہیں ہیں سدیم بھائی مگر ہمیں محبت کے یہ انداز پسند نہیں ہیں ورنہ ہم ایک اشارہ کر دیں تو آپ جیسے ہزاروں سر کے بل دوڑے چلے آئیں گے۔" ثانیہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"یہ خوش فہمی آپ دور کریں مجھ جیسے ہزاروں تو کیا ایک بھی آپ کے پیچھے نہیں آئے گا کیونکہ میرا نام سدیم حیدر ہے اور سدیم حیدر کی دوڑ صرف سحابیہ رحمٰن تک ہے۔ اس سے آگے اور اس کے سوا کسی اور کو میں کبھی دیکھنا نہیں چاہوں گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو ثانیہ حسد کی آگ میں جل گئی اور سحابیہ نے رشک و محبت سے مسکراتے ہوئے سدیم کو دیکھا تھا۔

"اللہ آپ دونوں کی محبت سدا سلامت رکھے۔" ثانیہ نے زبان سے دعا دی تھی مگر دل تو اس کا یہ چاہ رہا تھا کہ ان دونوں کے بیچ نفرتیں بو دے۔

"آمین۔" سدیم نے با آواز کہا اور پھر سحابیہ کی طرف دیکھا تھا۔

"او کے بیہ، میں چلتا ہوں پھر ملیں گے۔" وہ چلا گیا تو سحابیہ نے ثانیہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"آؤ ثانیہ اوپر چلیں میں کینوس بالکونی میں رکھ کر آئی تھی۔"

"سدیم بھائی کی پینٹنگ بنانے کے لیے؟"

"سدیم کی صورت تو میرے دل کے کینوس پر سجی ہے اسے میرے ہاتھ اور برش شاید اتنا عمدہ پینٹ نہیں کر سکیں اسی لیے میں نے اب تک سدیم کی کوئی پورٹریٹ نہیں بنائی۔" وہ بتا رہی تھی اور لاؤنج کے باہر کھڑا سدیم سن رہا تھا وہ اس کا برش دینا بھول گیا تھا اسی لیے واپس پلٹا تھا اور سحابیہ کی بات سن کر خوش ہی ہو گیا تھا اور بچوں کی طرح دوڑتا ہوا اپنے گھر آیا اور آتے ہی اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں۔

"خیر ہے آج ماں پر بڑا پیار آ رہا ہے؟" صائمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"پیار تو بیہ پر آ رہا ہے۔" اس کی زبان پھسل گئی۔ فوراً ہی ہونٹ دبائے تھے۔

"کیا بیہ پر ہوں تو یہ بات ہے اس کا اندازہ تو مجھے شروع دن سے تھا بیٹا جانی۔" صائمہ نے اس کا کان پکڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو آپ نے ابھی تک کچھ کیا کیوں نہیں مما جانی؟" وہ بڑے دلارے سے بولا تھا۔

"مثلاً کیا کرتی میں؟"

"میری یعنی اپنے اس خوبرو وجیہہ و لائق اور شاندار بیٹے کی منگنی، نکاح، شادی وغیرہ کچھ تو کریں ناں مما جانی۔" وہ شریر لہجے میں بولا تھا۔

"اگر نہ کروں تو۔" وہ بیٹے کی کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہنس کر بولی تھیں۔

"تو کی گنجائش نہیں ہے آپ میری مما جانی ہی نہیں میری دوست بھی ہیں آپ جانتی ہیں ناں مما کے میں بیہ سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔"

"ہاں لیکن میں نے تو تمہارے لیے بیہ سے بھی اچھی لڑکی ڈھونڈی ہے۔" صائمہ نے دوست ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مذاق سے کہا۔

"امپاسبل، بیہ سے اچھی لڑکی کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔" وہ بے یقینی سے بولا تو انہیں اس کی دیوانگی پر پیار آیا تھا۔

"میرا مجنوں بیٹا۔" صائمہ نے اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

"مما کچھ کریں ناں۔" وہ منت بھرے انداز میں

بولا تھا۔

"منگنی کردیں تمہاری؟"

"صرف منگنی۔" وہ مسکین صورت بنا کر بولا تو انہیں ہنسی آ گئی تھی۔

"پاگل، بیہ کوئی غیر تھوڑی ہے منگنی تو رسم ہی ہے ایک...... ورنہ زبان سے کہنا ہی کافی ہے ابھی منگنی کردیتے ہیں چند ماہ بعد شادی کردیں گے۔"

"پھر مما جانی آپ آج ہی پاپا سے بات کریں۔" وہ خوش ہو کر بولا تھا۔

"وہ تو پہلے ہی بیہ کو اپنی بہو بنانا چاہ رہے ہیں۔"

"میری بیہ ہے ہی اتنی اچھی کہ کوئی اس کے لیے انکار نہیں کرسکتا۔" وہ بڑے فخر سے بولا تو صائمہ ہنسنے لگی تھیں۔

"مما جانی، یہ ناانصافی ہے میرے ہوتے ہوئے صرف ایک منگنی نہیں۔" ندیم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے فلمی انداز میں کہا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" سدیم نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"وہی جو تمہیں ہوا ہے۔"

"اچھا......! کس سے ہوا ہے؟" سدیم نے اس کے شانوں کے گرد بازو حمائل کر کے شوخ لہجے میں پوچھا تھا۔

"وہ ہے ناں اپنی ماریہ۔"

"اچھا......! تو تم بھی گئے کام سے نالائقوں محبت ہی کرو گے یا کچھ اور بھی کرو گے زندگی میں۔" صائمہ نے ان دونوں کے کان پکڑ لیے تھے۔

"مما جانی، محبت سے اچھا کام بھی دنیا میں کوئی ہوگا پلیز ہمارے کان تو چھوڑیں ناں ورنہ کن ٹٹوں کے ساتھ سحابیہ اور ماریہ منگنی ہرگز نہیں کریں گی۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا تو انہوں نے ہنستے ہوئے دونوں سے کان چھوڑ دیئے تھے۔

اور ٹھیک تین دن بعد سحابیہ، سدیم اور ندیم، ماریہ کی منگنی کی تقریب "رحمٰن ولا" میں بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ سب بہت خوش تھے سوائے ثانیہ کے وہ حسد کی آگ میں اندر ہی اندر جل رہی تھی۔ ثانیہ، سحابیہ کی دوست ہونے کے باوجود اس سے حسد کرتی تھی۔ وہ سدیم کو پسند کرتی تھی مگر سدیم شروع سے ہی سحابیہ کو پسند کرتا تھا وہ سحابیہ سے تین سال بڑا تھا اور دونوں میں بچپن سے ہی دوستی تھی اور یہ دوستی محبت کے پاکیزہ جذبے میں ڈھل کر عالم شباب کو پہنچ چکی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ ثانیہ ان کی محبت کی شدت سے واقف تھی اسی لیے ان کی منگنی پر اسے آگ لگ گئی تھی۔

"کیسی ہو منگیتر؟" سدیم منگنی کے بعد موقع ملتے ہی سحابیہ کے پاس چلا آیا تھا۔

"اب تم میرے سامنے مت آیا کرو۔" وہ شرماتے ہوئے بولی تھی۔

"کیوں؟" وہ اس کے حیا سے سرخ ہوئے چہرے کو والہانہ پن سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے شرم آتی ہے۔"

"چلو اسی بہانے تمہیں مجھ سے شرم تو آئی۔"

"سدیم، بہت برے ہو تم۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا چاہو تو انگوٹھی اتار دو۔" وہ شرارت سے بولا تھا۔

"انگوٹھی اتار دینے سے کون سا تم دل سے اتر جاؤ گے۔"

"او جیو بیہ جان...... تمہاری اس ایک جملے نے میرے اندر انرجی بھر دی ہے۔ ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ کاش منگنی کی جگہ نکاح ہوجاتا تو کچھ تو آسانی

ہوتی۔" وہ خوشی اور بے خودی کے عالم میں اس کے سیاہ ریشمی بالوں کو چھیڑتے ہوئے بولا تو وہ سٹپٹا کر اس سے دور ہوگئی تھی۔

"زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھے۔"

"تو تم سمیٹ لو ناں اپنی پیار بھری بانہوں میں۔"

"اف سدیم، پورے رومینٹک ہیرو لگ رہے ہو۔"

وہ شرماتے ہوئے بولی تو وہ ہنس پڑا تھا۔

"ہیرو تو میں تمہارا ہوں اور رومینس بھی اپنی ہیروئن سے کررہا ہوں۔"

تجھے پیار کرتے کرتے میری عمر بیت جائے
مجھے موت بھی جو آئے تیرے بازوؤں میں آئے

"اللہ نہ کرے...... مجھ سے مرنے کی باتیں مت کیا کرو۔" وہ سدیم کے گنگنانے پر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر تڑپ کر بولی تو اس کا ہاتھ تھام کر وہ اپنے ہونٹوں سے لگا گیا تھا۔

"سوری اب نہیں کروں گا۔"

"توبہ ہے۔" وہ بری طرح شرما کر وہاں سے بھاگ گئی تھی اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا۔

سحابیہ، ثانیہ اور ماریہ کے بی اے کے امتحانات شروع ہوگئے تھے۔ سدیم کو ملازمت کے لیے انٹرویو کال آئی تھی۔ وہ اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ ایک ہفتے بعد وہ خوشی خوشی واپس لوٹا تھا۔ نہ صرف جاب اسے مل گئی تھی بلکہ اسے ایک سال کے لیے لندن بھیجا جارہا تھا اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں اسے بیوی کو ساتھ لے جانے کی اجازت اور سہولت بمعہ ویزا کے فراہم کرنا بھی کمپنی کی ذمے داری تھی۔ سدیم، سحابیہ سے شادی کرکے اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا اور اسے یہ خوش خبری سنانا چاہتا تھا۔ سحابیہ کے پیپرز دو دن پہلے ختم ہوگئے تھے اور اب وہ فارغ تھی۔ سدیم نے اپنے کمرے کی بالکونی سے سحابیہ کے کمرے کے دروازے پر کنکر مارے تو وہ دروازہ کھول کر بالکونی میں چلی آئی تھی۔

"آتے ہی پتھر برسانا شروع کردیے جناب نے۔"

"جس گھر میں بیری ہو اس گھر میں پتھر تو آیا ہی کرتے ہیں جاناں۔" سدیم نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی تھی۔

"بہت خوش نظر آرہے ہو...... لگتا ہے جاب مل گئی ہے؟"

"ہاں جاب بھی مل گئی ہے اور وہ بھی......"

"وہ کون؟"

"یہ سرپرائز ہے...... میں نیچے آرہا ہوں مجھ سے آکر ملو پھر بتاؤں گا۔"

"اچھا مجھے بھی تم سے ایک ضروری بات کرنا ہے۔"

"چلو پھر دونوں ملتے ہیں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے کی طرف بڑھ گیا سحابیہ بھی جلدی سے نیچے آئی تو ثانیہ اور اس کے امی ابو یعنی اجمل ماموں اور شمہ مامی ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی وقت انہیں دیکھ کر سحابیہ کا منہ بن گیا تھا۔

"افوہ، انہیں بھی ابھی آنا تھا اب چائے مجھے بنانی پڑے گی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

"السلام علیکم۔" اس نے مسکراتے ہوئے انہیں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام جیتی رہو کیسی ہو بیٹی؟" ماموں نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں ماموں آپ سب کیسے ہیں؟"

"ہم تمہارے سامنے ہیں ایک دم فٹ۔" ماموں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بیہ بیٹا جاؤ سب کے لیے اچھی سی چائے بنا کر لاؤ اور فریزر سے شامی کباب بھی نکال کر تل لینا۔"

راضیہ نے اسے دیکھتے ہوئے ہدایت دی تھی۔

"جی امی، ابھی لائی۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔" ثانیہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔" سحابیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس دیئے تھے۔

"بہت دوستی ہے ان میں اللہ نظر بد سے بچائے۔" شمہ مامی نے کہا تھا۔

"آمین۔" راضیہ نے دل سے کہا تھا۔

سعدیہ اجمل ماموں کے اکلوتے بیٹے ارسل سے بیاہی ہوئی تھیں۔ ارسل ایک بینک میں برانچ منیجر کی پوسٹ پر فائز تھا اور ڈیڑھ لاکھ روپے ماہانہ تنخواہ تھی ان کے گھر میں خوش حالی اور خوشی کا راج تھا۔ ارسل کا ٹرانسفر کراچی کی برانچ میں ہوگیا تھا۔ آج کل وہ سعدیہ اور دونوں بیٹوں بلال اور جمال کے ساتھ وہیں مقیم تھے۔

"ثانیہ، ایک کام تو کرو باہر لان میں سدیم موجود ہوں گے ان سے کہو کے میں شام کو ملوں گی اس وقت ماموں و فیملی آئے ہیں۔" سحابیہ نے چولہے پر چائے کا پانی رکھتے ہوئے کہا تو ثانیہ بولی تھی۔

"تو انہیں اندر بلا لو وہ کوئی غیر تھوڑی ہیں۔"

"بیوقوف...... انہوں نے مجھ سے کوئی ضروری بات کرنا ہے کوئی سرپراز دینا ہے۔ رات ہی موصوف اسلام آباد سے لوٹے ہیں ملنے پر اصرار تھا پتا نہیں کیا بات ہے کیا سرپرائز ہے۔" وہ فریزر سے کباب نکالتے ہوئے بتا رہی تھی۔

"اچھا تو یہ بات ہے میں ان سے کہہ دیتی ہوں۔" ثانیہ چند ثانیے سوچنے کے بعد باہر لان میں آ گئی تھی۔ وہاں سدیم واقعی لان میں ٹہل رہا تھا۔

"ہیلو سدیم بھائی۔" ثانیہ نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ارے تم۔" وہ سحابیہ کی جگہ اسے دیکھ کر خاصا بدمزا ہوا تھا مسکرا بھی نہ سکا اور ثانیہ کو اس کے چہرے کے تاثرات میں ناگواری صاف محسوس ہوئی تھی۔

"آپ جس کے منتظر ہیں وہ اب کبھی نہیں آئے گی۔" ثانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"سدیم بھائی، بیہ نے کہا ہے پہلے آپ بتائیں آپ نے بیہ سے کیا کہنا تھا؟"

"یہ تو میں بیہ کو ہی بتاؤں گا۔"

"مگر وہ تو......" وہ بڑی چالاکی سے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے بھرائی آواز میں بولی تھی۔

"اسے کچھ نہیں ہوا اندر میرے امی ابو بھی موجود ہیں۔ بیہ نے مجھے بطور خاص بلایا تھا تاکہ میرے ذریعے آپ تک یہ منحوس خبر پہنچ سکے۔" وہ روتے ہوئے بولی سدیم اس کے آنسوؤں اور باتوں سے الجھن میں مبتلا ہوگیا تھا۔

"ثانیہ پلیز پہلیاں مت بوجھواؤ...... بتاؤ کیا کہا ہے بیہ نے اس کی ہر بات سننے کا حوصلہ ہے مجھ میں۔" وہ نرمی سے بولا مگر دل ڈر رہا تھا۔

"تو سنیے سدیم بھائی ہمت اور حوصلہ سے سنیے وہ......"

"اوہو اب کہہ بھی چکو ایسا کیا کہہ دیا ہے بیہ نے کہ تم یوں رو رہی ہو؟"

"وہ آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

"واٹ......؟" سدیم کے سر پر تو جیسے بم پھٹ پڑا تھا اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"جی سدیم بھائی، وہ کسی اور کو پسند کرنے لگی ہے میں نے اسے بہت سمجھایا ہے مگر وہ اس کے پیار میں

اندھی ہوچکی ہے۔ اس نے آپ کی محبت کا اور گھر والوں کی عزت کا بھی خیال نہیں کیا اور...... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بیہ کبھی ایسا بھی کرسکتی ہے اور وہ بھی آپ کے ساتھ...... جس نے اسے ٹوٹ کر چاہا...... پتا نہیں اسے کیا ہوگیا ہے...... میں اس کی بیسٹ فرینڈ تھی...... اس نے مجھ سے بھی یہ بات چھپائی۔ بیہ نے تو میرا مان، میرا اعتبار ہی توڑ دیا سدیم بھائی...... میرا دوستی اور محبت پر سے یقین اٹھ گیا ہے وہ ایسی تو نہیں تھی۔ پتا نہیں کیسے اس امیر زادے کی باتوں میں آگئی۔" وہ روتے ہوئے بتارہی تھی اور سدیم کو اپنی محبت کی دھجیاں بکھرتی ہوئی محسوس ہورہی تھیں۔ اسے اپنے وجود کے پرخچے ہوتے ہوئے محسوس ہورہے تھے۔ اس کی محبت اس کی بیہ، اس کی جاناں اس کے ساتھ بے وفائی کرسکتی ہے یہ تو کبھی اس نے سوچا بھی نہیں تھا مگر ثانیہ کا یوں بلک بلک کر رونا اسے اس کی باتوں پر یقین کرنے کے لیے اکسارہا تھا۔

"ثانیہ، تم مذاق کررہی ہوناں؟" سدیم نے خود کو یقین دلانا چاہا تھا۔

"مذاق تو اس نے کیا ہے ہمارے ساتھ۔" وہ روتے ہوئے چیخ کر بولی وہ زور وشور سے ڈراما کررہی تھی۔

"پہلے میں بھی یہی سمجھی تھی میں نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا تھا مگر جب بیہ نے مجھے اس شخص سے ملوایا تو مجھے یقین کرنا پڑا۔ کوئی مل اونر ہے، نہ وہ آپ جتنا ہینڈسم ہے نہ ہی حیدر انکل سے بڑا بزنس مین ہے پھر بیہ اس کی باتوں میں آگئی۔ میں نے اسے قسمیں دیں آپ کی قسم دی مگر وہ تو جیسے پتھر بن گئی ہے اس پر میری کسی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہورہا۔ ضرور اس پر کسی نے جادو کرایا ہے۔"

"اب وہ...... مجھ سے کیا چاہتی ہے؟" سدیم نے ٹوٹے لہجے میں پوچھا تھا۔

"اس نے آپ کے لیے پیغام دیا ہے کہ اگر آپ واقعی اس سے محبت کرتے ہیں تو اسے اس کی خوشی کے لیے آزاد کردیں، منگنی ختم کردیں اور سارا الزام اپنے سر لے لیں تاکہ وہ اس شخص سے شادی کرسکے۔"

"منگنی ختم کردوں یعنی...... اپنی زندگی ختم کردوں۔" سدیم تڑپ کر بولا تھا۔

"ٹھیک ہے اس کی خوشی اگر اس میں ہے تو یونہی سہی میں اس کے رستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گا۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا اور گیٹ سے باہر نکل گیا تھا۔ ثانیہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی اور چپکے سے کچن میں آگئی تھی جہاں سحابیہ چائے کے ساتھ کباب، مٹھائی، چپس اور بسکٹ ٹرالی میں سجا چکی تھی۔ اسے جو یوں دھواں دھار روتے دیکھا تو وہ گھبرا گئی تھی۔

"کیا ہوا ثانیہ تم رو کیوں رہی ہو؟"

"وہ سدیم......"

"کیا ہوا اسے؟" سحابیہ نے دل تھام کر پوچھا تھا۔

"پتا نہیں کیا ہوگیا ہے اسے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ یوں بھی کرسکتا ہے۔" وہ ہچکیاں لے لے کر روتے ہوئے بول رہی تھی۔

"کیا کیا ہے سدیم نے؟" سحابیہ نے پریشان ہوکر پوچھا تھا۔

"تم چائے اندر دے آؤ اور امی ابو سے میری یہاں رات رکنے کی اجازت لے لو پھر میں بعد میں تمہیں بتاؤں گی۔ تمہیں میری ضرورت محسوس ہوگی اور میں دوست ہونے کے ناطے تمہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ جاؤ تم چائے دے کر آؤ میں منہ ہاتھ دھولوں۔"

"ٹھیک ہے۔" سحابیہ پریشان سی ٹرالی لے کر ڈرائنگ روم میں چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

سدیم گھر آتے ہی سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور دروازہ اندر سے لاک کر کے اپنا ضبط کھو بیٹھا اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

"یہ کیا، کیا ہیہ تم نے میرے ساتھ۔ تم تو ایسی نہ تھیں۔" وہ روتے ہوئے بولا تھا۔ دو گھنٹے بعد وہ اپنے کمرے سے باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں منگنی کی انگوٹھی اور منگنی پر دیے گئے تحائف بھی موجود تھے۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا "رحمٰن ولا" کے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ جہاں رحمٰن بیگ، راضیہ اور نازیہ موجود تھیں۔

"السلام علیکم۔" سدیم نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام آؤ سدیم بیٹا بیٹھو۔" رحمٰن بیگ نے مسکراتے ہوئے پیار سے کہا۔

سحابیہ اس کی آواز سن کر ڈرائنگ روم کے دروازے پر آ کر رک گئی اور اسے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔ اس کے دل پر چوٹ سی پڑی تھی۔

"نہیں ماموں جان...... اس گھر سے میرا دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔" وہ بھیگے لہجے میں بولا باوجود کوشش کے وہ اپنے لہجے کی نمی ان سے چھپا نہ سکا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو بیٹا اور یہ تم کیا روئے ہو؟" رحمٰن بیگ نے حیرانگی سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو سحابیہ بھی بے کل ہوگئی تھی۔

"آپ لوگ مجھے معاف کر دیجیے گا میں بہت مجبور ہوں اس فعل کے لیے میں ہیہ سے اپنی منگنی ختم کر رہا ہوں۔" وہ ان کے سوال کو نظر انداز کرتا ہوا بولا تھا۔

"کیا......؟" رحمٰن بیگ حیرت سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سحابیہ نے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا۔

"سدیم تم ہوش میں تو ہو، جانتے ہو کیا کہہ رہے

ہو؟'' نازیہ نے غصہ سے کہا تھا۔

''کاش...... میں ہوش میں نہ ہوتا اور نہ جانتا ہوتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیا کررہا ہوں۔ ماموں جان...... میں آپ کی بیٹی کے قابل نہیں ہوں آپ مجھے معاف کردیجیے گا اور پلیز میرے اس فعل کی سزا میری مماجانی یعنی اپنی بہن کو مت دیجیے گا۔ گھر میں کسی کو نہیں معلوم کہ میں یہاں کس ارادے سے آیا ہوں۔'' وہ دکھ سے بول رہا تھا۔

''مگر تم ایسا کیوں کررہے ہو، کس کے کہنے پر کررہے ہو؟'' رحمٰن بیگ نے تیز لہجے میں پوچھا تو اس کی نظریں بے اختیار سحابیہ کی جانب اٹھیں وہ صدمے سے سفید لٹھا ہورہی تھی۔

''یہ میں آپ کو نہیں بتاسکتا۔'' سدیم نے آہستگی سے کہا اور اپنی آنکھیں ہاتھوں سے رگڑتا تیزی سے واپس پلٹ گیا اور سب حیرت زدہ سے کھڑے رہ گئے تھے۔

''بیہ، تم نے سن لیا سب کچھ۔'' نازیہ کی اس پر نظر پڑی تو فوراً پوچھا تھا۔

''بھابی، یہ سدیم ہی تھا ناں۔'' وہ رونے کو ہوئی تھیں۔

''نازیہ بیٹی تم بیہ کو سنبھالو جانے یہ آناً فاناً کیسا طوفان آگیا ہے۔'' رحمٰن بیگ نے ان سے کہا تو وہ سحابیہ کو لے کر اس کے کمرے میں آگئیں تھی۔

سحابیہ کا رو رو کر برا حال تھا۔

''تو یہ سرپرائز دینا چاہتا تھا وہ مجھے۔'' وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

''بیہ پلیز خود کو سنبھالو میری جان۔'' نازیہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹا کر بھیگے لہجے میں کہا تو وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

''میری جان تو وہ نکال کرلے گیا بھابی۔ اس نے میرے ساتھ اپنی بیہ کے ساتھ ایسا کیوں کیا بھابی؟''

''اللہ جانے پر اس کی حالت سے تو لگتا تھا جیسے کسی نے اسے اس اقدام کے لیے زبردستی مجبور کیا ہے۔'' نازیہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

''بیہ، پانی پی لو۔'' ثانیہ نے اسے پانی کا گلاس تھمایا تھا۔ اسے آج رات یہاں ٹھہرنے کی اجازت مل گئی تھی سو وہ سدیم اور سحابیہ کے بیچ موجود تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ دونوں آپس میں مل سکیں۔

❁......❁......❁

سدیم نے گھر آتے ہی اسلام آباد کی سیٹ کنفرم کرائی اور اپنا سامان پیک کرنے لگا اس نے سحابیہ کی تصویریں بھی اپنے سامان میں رکھ لی تھیں اور اپنا سوٹ کیس لے کر نیچے آگیا۔ ملازم اس کا سامان گاڑی میں رکھنے کے لیے لے جارہا تھا تب صائمہ اور حیدر سلطان کی نظر اس پر پڑی تھی۔

''سدیم بیٹا...... تم کہیں جارہے ہو کیا؟'' صائمہ نے پوچھا تھا۔

''جی مما میں اسلام آباد واپس جارہا ہوں اور وہاں سے چند روز بعد لندن چلا جاؤں گا۔''

''مگر رات تو تم آئے تھے اور اتنی جلدی بنا شادی کیے جارہے ہو؟''

''مما، پاپا آپ دونوں مجھے معاف کردیجیے گا میں بیہ سے شادی نہیں کرسکتا۔''

''کیا......؟'' وہ دونوں چونکے تھے۔

''ہاں آج میں نے یہ منگنی ختم کردی ہے انگوٹھی اور گفٹس واپس کر آیا ہوں انہیں بس مجھ سے ایسا کرنے کی وجہ مت پوچھیے گا میں نے ماموں ممانی سے بھی معافی مانگ لی ہے آپ بھی مجھے معاف کردیجیے گا۔'' وہ بولتے ہوئے رو پڑا اور ان کے گلے سے لگ گیا تھا۔

''سدیم میرے بچے، میری جان، کیا ہوا ہے مجھے بتاؤ..... تم نے ایسا کیوں کیا؟''

''میں نہیں بتا سکتا مما، آپ کو میری قسم آج کے بعد مجھ سے منگنی ختم کرنے کا سبب مت پوچھئے گا۔''

''مگر سدیم بیٹا تم تو بیہ کے لیے راضی تھے۔'' حیدر سلطان نے کہا تھا۔

''بیہ کے لیے تو میں اب بھی راضی ہوں۔'' وہ دل میں بولا ان سے اجازت لینے لگا تھا۔

''کیا بیہ سے تمہارا جھگڑا ہوا ہے؟'' صائمہ نے پوچھا تھا۔

''نہیں مما جانی ایسا کچھ نہیں ہوا۔''

''تو تم کیسے رہو گے اس کے بغیر، مت جاؤ بیٹا میرے ساتھ مل کر اپنا بزنس سنبھالو۔'' حیدر سلطان نے نرمی سے کہا تھا۔

''پاپا، میں بزنس تو سنبھال لوں گا مگر خود کو نہیں سنبھال سکوں گا۔ اس لیے پلیز مجھے جانے دیں۔'' وہ عاجزی سے بولا تھا۔

''ہم تو تمہاری شادی کی تیاری کر رہے تھے اور تم.....'' ندیم بھی وہیں موجود تھا ان کی باتیں سن کر بولتے ہوئے رو دیا تھا۔

''کم آن یار، میں کوئی ہمیشہ کے لیے تھوڑی جا رہا ہوں تم اپنا اور مما پاپا کا خیال رکھنا۔'' سدیم نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

''اور تمہارا خیال کون رکھے گا؟''

''تم میری فکر نہ کرو اور مجھے ہنستے مسکراتے الوداع کہو۔'' سدیم نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور ان تینوں نے آنسوؤں میں اسے رخصت کیا تھا۔

❁.....❁.....❁

''بیہ، تھوڑا سا تو کھا لو تم نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔'' ثانیہ اس کے کمرے میں کھانے کی ٹرے لیے موجود تھی۔

''غم ہی اتنا کھا لیا ہے کہ کچھ اور کھانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ زخم کھایا ہے دل پر روح پر اور تم مجھے کھانا کھلانے چلی ہو۔ ثانیہ اب تو بتا دو کہ سدیم نے تم سے کیا کہا تھا؟'' وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''تمہیں سن کر دکھ ہوگا۔''

''دکھ..... اس سے بڑا دکھ بھی اب کوئی ہوگا ثانیہ، وہ منگنی توڑ گیا ہے، مجھ سے اپنا تعلق ختم کر گیا ہے اور کیا ہوتا ہے دکھ بولو؟''

''تم ٹھیک کہتی ہو بیہ، سدیم کو اسلام آباد میں کوئی دولت مند اور خوب صورت لڑکی مل گئی ہے جہاں وہ جاب کے لیے گیا تھا وہیں وہ لڑکی اسے ملی ہے بقول سدیم کے..... میں پہلی نظر میں ہی اس کا ہو گیا تھا اور ہم نے صدیوں کے فاصلے اور مرحلے لمحوں میں طے کر لیے ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے تم بیہ سے کہو کہ مجھے بھول جائے کیونکہ اب میری زندگی میں بیہ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے..... وہ لڑکی بیہ سے زیادہ حسین، ذہین اور دلنشین ہونے کے ساتھ ساتھ دولت مند بھی ہے۔ مجھے ترقی کی منازل طے کرنے میں بہت مدد دے گی۔'' ثانیہ نے سوچے سمجھے ڈائیلاگ اس کے سامنے بول دیئے۔ سحابیہ کا دل کرچی کرچی ہو گیا، بدن آگ میں سلگ رہا تھا۔ وہ ایک دم بستر سے اتر کر بالکونی کی جانب بھاگی، ثانیہ اس کے پیچھے لپکی کہ کہیں وہ بالکونی سے کود ہی نہ جائے ایسا بہرحال وہ نہیں چاہتی تھی۔

''سدیم.....'' سحابیہ نے اس کے کمرے کی بالکونی اور کھڑکیوں کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے اسے پکارا، آج اس کی بالکونی ویرانی پڑی تھی۔ کمرے کی کھڑکیوں پر دبیز پردے پڑے تھے اور وہاں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

سحابیہ بے قراری سے اس کے کمرے کی کھڑکیوں کو بالکونی کے دروازے کو دیکھ رہی تھی کہ شاید وہ ابھی ادھر سے نکل آئے مگر جب وہ کچھ دیر تک باہر نہ نکلا تو وہ نڈھال ہوگئی تھی۔

''سدیم...... سدیم...... سدیم۔'' وہ زور زور سے چیخ چیخ کر اسے پکار رہی تھی اس کی آواز نیچے لان میں ٹہلتے ندیم کے کانوں تک بھی پہنچ رہی تھی اور وہ اندر دوڑا تھا۔

''بیہ سنبھالو خود کو۔'' ثانیہ کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا تھا۔

''وہ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتا۔ میرا سدیم ایسا نہیں ہے سدیم...... سدیم۔'' وہ اسے پکارتے پکارتے بے ہوش ہوکر فرش پر گرگئی تھی۔

''بیہ۔'' ثانیہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ دوڑتی ہوئی نیچے گئی اور شور مچا کر سب کو اکٹھا کرلیا۔ عثمان بیگ اور رحمٰن بیگ فوراً اوپر آئے تھے۔ عثمان اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کر نیچے لے آئے تھے۔

''بیہ، بیہ میری بچی آنکھیں کھولو۔'' راضیہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیے پکار رہی تھیں۔

''بھائی، بھابی کیا ہوا بیہ کو؟'' صائمہ پریشان سی اندر داخل ہوئیں ندیم نے انہیں سحابیہ کا سدیم کو آوازیں دینے کا حال سنایا تھا۔ حیدر سلطان اور ندیم بھی صائمہ کے پیچھے آئے تھے۔

''اپنے بیٹے سے پوچھو جاکر جس نے میری معصوم بیٹی کو اتنا بڑا صدمہ دے کر اس حال کو پہنچا دیا ہے۔'' راضیہ نے روتے ہوئے صائمہ کو دیکھ کر کہا تو وہ تڑپ کر بولیں۔

''بھابی، میرا سدیم یہ منگنی توڑ کر خوش نہیں ہے وہ تو روتا ہوا ہم سے معافی مانگ کر اسلام آباد چلا گیا ہے پتا نہیں یہ سب کیا ہوگیا ہے ہمارے بچوں کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔''

''سدیم کی آنکھوں اور باتوں سے تو ہمیں بھی شک ہے کہ اسے ایسا کرنے پر کسی نے مجبور کیا تھا وہ رویا تھا یہاں آنے سے پہلے جاتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں اور لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ آخر کون ہے وہ بدبخت جس نے ہمارے بچوں کی خوشیوں کو آگ لگادی ہے؟'' رحمٰن بیگ نے پریشانی سے کہا تو ثانیہ نے بوکھلا کر نظریں چرائی تھیں۔

''یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے آپ بیہ بیٹی کو فوراً ہسپتال پہنچائیں۔'' حیدر سلطان نے کہا تھا۔

''میں گاڑی نکالتا ہوں۔'' عثمان تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ سحابیہ کو جلد ہی اسپتال لے جایا گیا تھا۔

''یا اللہ! اپنا کرم کرنا، اپنے حبیب کے صدقے ہماری سحابیہ کو تندرست کردینا، ہمارے سدیم کو اپنی حفظ وامان میں رکھنا، ان بچوں کے درمیان جو بھی بدگمانی پیدا ہوئی ہے اسے دور کردے اور انہیں ایک دوسرے سے ملادے مالک۔'' راشدہ بیگم دعا مانگ رہی تھیں۔ آنکھوں سے آنسو بھی رواں تھے۔

''ہونہہ...... یہ اب کبھی نہیں ملنے والے، سدیم اگر میرا نہیں ہوسکتا تو پھر سحابیہ کا بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں ساری زندگی ایک دوسرے کے لیے تڑپیں اور روئیں گے مگر مل نہیں سکیں گے۔ سدیم نے اسلام آباد جانے میں جلدی کرکے میرا کام خود بخود آسان کردیا ہے نہ وہ یہاں ہوگا نہ اصل حقیقت کسی کے سامنے آئے گی ویل ڈن ثانیہ اجمل ویل ڈن۔'' ثانیہ نے راشدہ بیگم کی دعا یہ فریاد سن کر دل میں کہا اور مسکرادی تھی۔

۞......۞......۞

سحابیہ کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ ڈاکٹر کی زبان سے یہ سن کر ان سب کے دل دہل گئے تھے اور

انہیں یہ بھی یقین ہوگیا تھا کہ سحابیہ کا بھی اس سارے معاملے یعنی منگنی ٹوٹنے کے عمل میں کوئی دخل نہیں تھا وہ بھی بے قصور تھی اور سدیم کی حالت سے بھی سب آگاہ تھے۔

"سدیم تو سحابیہ کو بہت ٹوٹ کر چاہتا تھا پھر اس نے منگنی کیوں توڑی؟" راضیہ روتے ہوئے پوچھ رہی تھیں یہ سوال تو سب کے ذہن میں ہلچل مچا رہا تھا مگر اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

"پتا نہیں بھابی کون دشمن ہمارے بچوں کے پیچھے لگا ہے۔ سدیم رات ہی اسلام آباد سے گھر لوٹا تھا اور بہت خوش تھا کہہ رہا تھا مما جانی مجھے جاب بھی مل گئی ہے اور کمپنی مجھے ایک سال کے لیے لندن بھیج رہی ہے فیملی کو ساتھ لے کر جانے کی سہولت بھی ہے آپ کل ہی ماموں ممانی سے میری اور بیہ کی شادی کی تاریخ لے لیں۔ میں اپنی بیہ کو اپنے ساتھ لندن لے کر جاؤں گا میں اس کے بغیر ایک سال تک تنہا نہیں رہ سکتا۔ ماموں سے کہیے گا کہ مجھے صرف بیہ چاہیے۔ جہیز کے نام پر کچھ نہیں چاہیے بس اپنی دعاؤں کے ساتھ بیہ کو اور مجھے لندن بھیج دیں۔" صائمہ بھرائی آواز میں بتا رہی تھیں۔

"سدیم نے تو صبح ناشتے کی میز پر بھی کہا تھا کہ پاپا آج آپ نے جلدی گھر آنا ہے اور مما جانی کے ساتھ ماموں جان کے گھر جانا ہے اور پندرہ دن کے اندر اندر بیہ کو اپنے بیٹے کی دلہن بنا کر رخصت کرانا ہے۔" حیدر سلطان نے پرنم لہجے میں بتایا تھا۔

"مجھے اور ندیم کو بازار بھیج دیا کہ شام کے لیے شاپنگ کر کے آئیں ہم مٹھائی، پھل، پھول گجرے اور چوڑیاں خرید کر لائے تو وہ اپنے کمرے میں بند تھا۔ ہم سمجھے شاید سو رہا ہے، ہمیں کیا خبر تھی کہ وہ رو رہا ہے، حیدر بھی آفس سے جلدی گھر آ گئے اور اپنے کمرے سے اپنے سامان سمیت باہر نکلا تو اجڑا اجڑا لگ رہا تھا۔ ہمیں ساری بات بتا کر منگنی توڑنے کا سبب پوچھنے سے منع کر دیا اس نے اپنی قسم دے کر اور روتا ہوا چلا گیا۔ ہم تو اسے روک بھی نہ سکے اللہ جانے اس سارے واقعے کے پیچھے کیا بھید ہے۔ سدیم اور سحابیہ کے درمیان تو کبھی ایسا جھگڑا بھی نہیں ہوا کہ وہ دونوں زیادہ دیر تک ایک دوسرے سے ناراض رہ سکیں۔ سدیم تو پل بھر میں بیہ کو منا لیتا تھا پھر یہ سب کیوں اور کیسے ہوا؟" صائمہ روتے ہوئے بتا رہی تھیں اور راضیہ ان کے شانے سے لگ کر سسک رہی تھیں۔

"حوصلہ رکھو اور دعا کرو بیہ کے لیے۔" حیدر سلطان نے صائمہ کو تسلی دی۔ سحابیہ آئی سی یو میں تھی۔ فجر کی اذان کے ساتھ سحابیہ نے آنکھیں کھولیں تو سب نے بے اختیار سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ سحابیہ نے آنکھیں تو کھول دی تھیں مگر ان آنکھوں میں موت کی سی ویرانی تھی۔ اس کے سارے خواب ٹوٹ گئے تھے۔ وہ گم صم سی خالی خالی آنکھوں سے سب کو دیکھ رہی تھی جو اس کے لیے رو رہے تھے، اسے پیار کر رہے تھے۔ صبر ہمت اور حوصلے کی تلقین کر رہے تھے۔ دو دن ہسپتال میں رہنے کے بعد اسے ڈاکٹر نے دواؤں اور ہدایات کے ساتھ گھر جانے کی اجازت دے دی۔ بیگ خاندان میں جس نے بھی یہ خبر سنی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ ثانیہ کو تو راشدہ بیگم اور نازیہ نے سختی سے منع کر دیا تھا کے گھر کی یہ بات گھر سے باہر نہیں نکلنی چاہیے جبکہ ثانیہ کا دل تو چاہ رہا تھا کہ سدیم اور سحابیہ کی منگنی ٹوٹنے کی خبر وہ پورے خاندان کو دے دے مگر وہ بس اپنے گھر والوں کو ہی بتا سکتی تھی اجمل ماموں اور شمہ مامی بھی اس خبر سے بہت دکھی ہوئے تھے اور سحابیہ کی عیادت کے لیے بھی گھر آئے تھے۔ سعدیہ اور ارسل بھی کراچی سے تین دن کے لیے لاہور آئے تھے

اور سحابیہ کی دلجوئی کی کوشش کرنے کے علاوہ وہ اس سے منگنی ٹوٹنے کا سبب معلوم کرنے کی کوشش بھی کرتے رہے مگر یہ معمہ کسی سے حل نہ ہوسکا کے سدیم نے سحابیہ سے شدید محبت کے باوجود منگنی کیوں توڑ دی اور وہ منگنی توڑ کر خود کیوں چلا گیا تھا؟

دن گزرتے رہے تھے۔ سحابیہ کی شوخیاں، شرارتیں، ہنسی مذاق سب سدیم کے ساتھ ہی رخصت ہوگئے تھے۔ آج اس کا بی اے کا رزلٹ آیا تھا۔ سحابیہ نے اپنے کالج میں ٹاپ کیا تھا سب ہی اس کی کامیابی پر بہت خوش تھے گھر میں اس کی کامیابی کی خوشی میں ایک چھوٹی سی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا تا کہ سحابیہ کا دل بہل سکے مگر اسے تو سدیم کی یادوں نے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا وہ بظاہر سب کی خاطر مسکرا رہی تھی مگر اس کا دل رو رہا تھا۔

''بیہ، جب تم بی اے کرلوگی تو میں تمہیں بیاہ کر اپنے گھر لے آؤں گا۔'' سدیم کی شوخ لہجے میں کہی ہوئی بات کی بازگشت اس کی سماعت میں ہوئی تو اس کا دل تڑپ کر رہ گیا تھا۔

''کہاں چلے گئے ہو سدیم تم، دیکھو میں نے بی اے کرلیا ہے کیا مجھے بیاہ کر نہیں لے جاؤ گے؟'' وہ سدیم کی تصویر دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھی اور پھر اپنی بے بسی پر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

''رونے سے دل کا بوجھ تو ہلکا ہوسکتا ہے لیکن معاملات زندگی حل نہیں ہوسکتے ساری زندگی رونے سے بہتر ہے کہ کچھ کام کیا جائے تا کہ دنیا والوں کو تو بتایا اور دکھایا جاسکے کہ ہم غم سہ کر بھی ہر کام میں آگے ہیں۔ آنسو صرف اپنے سامنے بہانا ہی بہتر ہے۔'' سحابیہ کو یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی اور وہ دوسروں کی ہمدردانہ اور رحم بھری نظروں سے بھی خود کو بچانا چاہتی تھی لہٰذا اس نے اپنا دکھ اپنی ذات، اپنے دل اور اپنے کمرے تک محدود کرنے کا فیصلہ کرلیا اور پہلے جیسی سحابیہ بننے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تا کہ پڑھائی میں خود کو مصروف کر سکے اور سدیم کو بھلا سکے مگر وہ کب بھولتا تھا وہ جب بھی بالکونی میں آتی اسے سدیم کے کمرے کی کھڑکیوں پر پڑے پردے اور اس کے وجود سے خالی بالکونی تڑپانے لگتی اور وہ جو سدیم کی پینٹنگ اس خیال سے نہیں بناتی تھی کہ وہ اس کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے گی اب اس کی یہ حالت تھی کہ وہ جب بھی ہاتھ میں برش اور رنگ پکڑتی کینوس پر خود بخود اس کی انگلیاں سدیم کی صورت تصویر بنانے لگتی تھیں۔

''بیہ، یہ لو گرم گرم کافی پیو۔'' وہ بالکونی میں ایزل رکھے کینوس پر سدیم کی نئی تصویر بنا رہی تھی جب نازیہ بھابی اس کے لیے کافی لے کر آئی تھیں۔

''شکریہ بھابی۔'' اس نے برش رکھ کر کافی کا کپ ان کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

''بیہ، یہ کیا دیوانگی ہے میری جان؟ سدیم جب یہاں تھا تو تم اس کی پینٹنگ نہیں بناتی تھیں لیکن جب سے وہ گیا ہے تم اسی کی صورت پینٹ کیے جا رہی ہو کیوں بیہ؟'' نازیہ نے کینوس پر سدیم کے خدوخال کا خاکہ دیکھ کر پوچھا تھا۔

''بھابی، میں جب بھی ہاتھوں میں رنگ اور برش لے کر کھڑی ہوتی ہوں تو کینوس پر خود بخود سدیم کے خدوخال ابھرنے لگتے ہیں اور میری انگلیاں میرا برش اس کے چہرے میں رنگ بھرنے لگتا ہے۔'' وہ گہرا سانس لے کر بولی تھی۔

''بیہ وہ تمہاری زندگی کے سارے رنگ اڑا کر چلا گیا ہے اور تم ہو کہ اس بے وفا کی یادوں میں کھوئی ہوئی ہو اب تک تو بھول جانا چاہیے تھا اس بے وفا کو۔''

''بھابی، اسے بے وفا مت کہیں میرا دل نہیں

مانتا کہ وہ میرے ساتھ بے وفائی کرسکتا ہے، جس دن میرے دل کو اس کی بے وفائی کا یقین آ گیا شاید اس دن میں اسے بھلا دوں گی، اس کی ساری تصویریں جلا دوں گی، مگر مجھے نہیں لگتا کہ میں اسے بھلا سکوں گی کیونکہ یادوں کے کچھ جگنو کھلی کھڑکیوں سے بھی فرار نہیں ہوتے۔'' وہ سنجیدہ اور افسردہ لہجے میں بولی تو بھابی اس کو دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

❀……❀……❀

''ثانیہ نے بھی سحابیہ کے ساتھ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا۔ سحابیہ کا مضمون انگلش تھا اور ثانیہ نے ایم اے اردو میں داخلہ لیا تھا۔ زیادہ محنت سے تو اس کی جان جاتی تھی۔ ایم اے میں داخلہ بھی اس نے سحابیہ کی دیکھا دیکھی لیا تھا اور وقت گزاری کا مشغلہ بھی تو چاہیے تھا اور اس نے یونیورسٹی آتے ہی دو تین لڑکوں سے دوستی بھی کرلی تھی۔ سحابیہ کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کیا کرتی ہے کس سے ملتی ہے اسے صرف اپنی پڑھائی سے دلچسپی تھی۔ اس نے کئی بار ثانیہ کو لڑکوں کے ساتھ گھومتے دیکھا تھا اور دوست اور کزن ہونے کے ناطے صرف ایک بار اسے سمجھانے کے لیے کہا تھا۔

''ثانیہ، تمہیں اپنی پڑھائی پر توجہ دینی چاہیے لڑکوں پر نہیں ماموں مامی کو تمہاری لڑکوں سے دوستی کی خبر ہوئی تو انہیں بہت دکھ ہوگا۔ اپنی اور اپنے گھر والوں کی عزت اس ذرا سی وقت گزاری کے لیے برباد نہ کر بیٹھنا آگے تم خود سمجھ دار ہو۔''

''وہ تو میں ہوں۔'' ثانیہ نے جواباً اترا کر کہا تھا اور بات آئی گئی ہوگئی تھی۔ پھر ان دونوں نے ایم اے بھی کرلیا تھا۔ ثانیہ کی دو مضامین میں سپلی آئی تھی جو اس نے بعد میں پیپر دے کر کلیئر کیے تھے۔ اس دوران ''حیدر لاج'' میں سدیم کے خط اور فون آتے رہتے تھے۔ وہ ''رحمٰن ولا'' اور ''امجد ولا'' والوں کے لیے ہر خط میں سلام لکھتا۔ عید پر سب کے لیے اس نے تحائف بھی بھجوائے تھے اور سحابیہ کے لیے بھی اس نے گفٹس اپنی مما جانی کو بھیجے تھے جو انہوں نے سحابیہ کو دیے تو وہ انہیں دیکھ کر اشک بار ہوگئی تھی۔ سدیم اپنی بہتر کارکردگی کی وجہ سے لندن میں دو سال سے تھا ایک سال کا مزید وقت اسے اعزازی طور پر دیا گیا تھا جو اس نے بخوشی قبول کرلیا تھا۔

سحابیہ کی جدائی اس کے لیے بھی اتنی ہی جاں گسل تھی جتنی سحابیہ کے لیے تھی۔ وہ اسے بھلانے کی کوشش نہیں کرتا تھا بلکہ اس کی تصویروں سے باتیں کرکے اسے ہر روز یاد کرتا تھا اور اپنے دن بھر کے معمولات کا احوال سنایا کرتا تھا۔ لندن کے اس لگژری فلیٹ میں اس کے پاس سب کچھ تھا سوائے دلی سکون اور روحانی راحت کے۔ سحابیہ کے ساتھ گزرے ماہ و سال یاد کرکے وہ اکثر رو پڑتا تھا۔ اس کی تصویر کو سینے سے لگا کر سوتا تھا۔ اس کی خوشیوں کی دعائیں مانگا کرتا تھا۔ ادھر یہی کیفیت سحابیہ کی تھی وہ جب بھی دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتی اشک رب کے حضور فریاد کرتے۔ سدیم کی صحت و سلامتی کی واپسی کی دعائیں دل سے نکلا کرتی تھیں۔

ثانیہ نے سدیم کا لندن کا ایڈریس ندیم سے یہ کہہ کر لے لیا تھا کہ ابو نے سدیم بھائی کو عید کارڈ پوسٹ کرنا ہے۔ ندیم نے اسے پتا دے دیا تھا اور وہ ہر عید، نئے سال اور ویلنٹائن ڈے پر سدیم کو کارڈ اور محبت بھرے خط ارسال کرتی تھی۔ سدیم نے اس کے کسی خط یا کارڈ کا جواب نہیں دیا تھا۔ بالآخر ثانیہ نے ایک بار پھر سدیم کو محبت بھرا خط لکھا تھا۔ سدیم نے اس کا خط پڑھنے کے بعد دراز میں ڈال دیا تھا۔ اس کے دل میں ثانیہ کے پیار بھرے لفظوں نے نہ کوئی ہلچل مچائی تھی نہ ہی اس کے لیے کوئی نرم لطیف جذبہ پیدا کیا تھا۔ وہ تو

اپنے سارے نزل، کومل اور لطیف جذبے سحابیہ کے نام کر چکا تھا اور جس طرح سحابیہ کو سدیم کی بے وفائی کا یقین نہیں تھا اس طرح سدیم بھی سحابیہ کو بے وفا ماننے سے انکاری تھا۔

''کاش...... میں نے آنے میں جلدی نہ کی ہوتی میں خود بیہ سے بات کر کے اسے سمجھا سکتا تھا۔ میں کیوں جذباتی ہو کر سب کچھ ختم کر کے چلا آیا تھا۔ بیہ بے قصور ہے میرا دل گواہی دیتا ہے، وہ میرے سوا کسی اور کو اپنے دل میں نہیں بسا سکتی۔ وہ تو مجھے سب سے زیادہ پیار کرتی تھی، اس کی محبت تو میری محبت سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے ہر پل پیار کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا پھر یہ اچانک کیا ہوا تھا۔ کہیں کچھ غلط ضرور تھا بیہ ایسی نہیں تھی، وہ ایک ہفتے میں اپنے دل کا مکین، اپنی محبت نہیں بدل سکتی۔ میری جاناں ایسی نہیں تھی اگر وہ کسی اور کو چاہنے لگی تھی تو اس نے اب تک شادی کیوں نہیں کی اس شخص سے۔ ہاں بیہ تم نے شادی کیوں نہیں کی اب تک میری خاطر ناں۔'' سدیم خود کلامی کرتے ہوئے سحابیہ کی تصویر اٹھا کر اس سے پوچھنے لگا تھا۔ ہلکے گلابی آرگینزا کے کامدار لباس میں سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی اور لبوں پہ مسکان سجائے وہ گلابی مائل سفید رنگ والی سیاہ ریشمی زلفوں میں مخروطی انگلیاں پھیرتی ہوئی اس کو اپنی محبت کا یقین دلاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ سدیم نے بے اختیار اس کی من موہنی مسکان کو چوم لیا تھا۔

''آئی لو یو بیہ، تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا میں ثانیہ کو دوٹوک جواب دے کر یہ خطوط کا سلسلہ بند کر دوں گا ابھی اور اسی وقت۔ ثانیہ تمہاری دوست ہو کر مجھ سے ایسی باتیں کر رہی ہے یہ دوستی والا کام تو نہیں کر رہی وہ۔'' سدیم نے سحابیہ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا اور دروازہ کھول کر ثانیہ کا خط نکالا اس میں ثانیہ کا ذاتی موبائل نمبر درج تھا سدیم نے اس کا موبائل نمبر ملایا تو تیسری بیل پر ثانیہ نے کال ریسیو کر لی تھی۔

''ہیلو۔''

''ہیلو ثانیہ؟''

''جی آپ کون؟''

''میں سدیم بات کر رہا ہوں۔''

''سدیم آپ......! ہائے اللہ مجھے یقین نہیں آ رہا آپ نے مجھے کال کی ہے۔'' وہ خوشی سے چیخ اٹھی تھی۔

''تمہارا محبت نامہ مجھے موصول ہو گیا ہے۔''

''تو آپ کو میری محبت قبول ہے ناں؟'' اس نے بڑے یقین سے پوچھا تھا۔

''نہیں میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ تم خوامخواہ اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔ میرا دل صرف سحابیہ کو قبول کرے گا، اس کی محبت میرے دل میں روز اول کی طرح موجود ہے اور سحابیہ کی جگہ کوئی ثانیہ کبھی نہیں لے سکتی اس لیے پلیز آئندہ مجھے کسی قسم کا خط یا کارڈ مت بھیجنا میں صرف سحابیہ کا ہوں اور وہ بھی صرف میری ہے۔'' سدیم نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

ثانیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ احساس توہین اور رد کیے جانے کی ذلت کا احساس اسے آگ بگولہ کر گیا تھا مگر بڑے ضبط سے بولی تھی۔

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟''

''اس نے اس شخص سے شادی نہیں کی جو بقول تمہارے اس کی محبت بن چکا تھا اور نہ ہی کسی اور سے شادی پر وہ آمادہ ہے وجہ جانتی ہو تم؟''

''جی بہت اچھی طرح سے خاصی شرمناک وجہ ہے سدیم صاحب مجھے تو سحابیہ کو اپنی دوست کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، اس نے پہلے آپ سے بے وفائی کی پھر جس لڑکے کو پھنسایا اسے دھوکا دیا اس کے

بعد یونیورسٹی میں کئی لڑکوں کے ساتھ اس کے افیئر چل رہے ہیں وہ تو ہر روز تازہ روٹی کھانے کی عادی ہوچکی ہے۔آپ جیسوں کوتو وہ باسی روٹی جتنی اہمیت بھی نہیں دیتی۔" ثانیہ نے اپنی توہین کا بدلہ اس طرح لیا کہ سحابیہ کے کردار پر تہمت لگائی تو سدیم کا خون کھولنے لگا تھا۔

"شٹ اپ...... خبردار اگر اب ایک لفظ بھی تم نے سحابیہ کے خلاف بولا تو، یہ ساری برائیاں اور خرابیاں تم میں تو ہوسکتی ہیں لیکن میری سحابیہ میں نہیں ہوسکتیں۔ بچپن سے ساتھ ساتھ ہیں ہم۔ سحابیہ سورج کی پہلی کرن کی طرح انمول اور شبنم کی طرح اس کا کردار شفاف اور پاکیزہ ہے۔ میں نے بہت بڑی حماقت کی جو تمہاری بات سن کر فوراً منگنی ختم کرکے یہاں چلا آیا۔ سحابیہ کی بدقسمتی ہے کہ تم جیسی لڑکی اس کی دوست کہلاتی ہے۔" وہ غصیلے اور سخت لہجے میں بولا تھا۔

"آپ میری توہین کررہے ہیں۔" وہ غصے سے بولی تھی۔

"توہین تو آپ میری بیوی کی کررہی ہیں محترمہ برائے مہربانی آئندہ مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کیجیے گا اللہ حافظ۔" سدیم نے اپنی بات مکمل کرکے فون بند کردیا اور ثانیہ احساس ذلت سے جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔ بالآخر اس کے سازشی دماغ نے ایک راہ سوجھائی اور سحابیہ سے ملنے "رحمٰن ولا" چلی آئی۔ سحابیہ بالکونی میں کھڑی ایزل پر لگے کینوس پر سدیم کی صورت بنارہی تھی۔

"تم اس بے وفا کی تصویروں میں رنگ بھرتی رہو، اس کی پورٹریٹ بناتی رہو، ادھر لندن میں اس نے اپنی زندگی میں رنگ بھر لیے ہیں، اپنی زندگی بنالی ہے، اس نے ایک کروڑ پتی گوری سے شادی کرلی ہے۔" ثانیہ نے اس کے پاس آتے ہی سوچی سمجھی مکالمہ بازی شروع کردی تھی۔

"کیا......؟" سحابیہ کے ہاتھ سے برش چھوٹ کر نیچے جاگرا تھا۔

"ہاں۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"خود سدیم نے فون کرکے بتایا ہے وہ تو دو سال سے شادی کیے بیٹھا ہے، اس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ مجھے اس نے اس لیے فون کیا تھا تاکہ اس کا یہ پیغام میں تم تک پہنچادوں کہ تم بھی اب شادی کرلو وہ لوٹ کر نہیں آئے گا، سدیم کا کہنا ہے کہ سحابیہ سے کہو کے ماموں ممانی کی پسند سے شادی کرلے میں شادی کرچکا ہوں میرے انتظار میں نہ رہے۔"

"یہ سب سدیم نے کہا ہے؟" سحابیہ کو اب بھی یقین نہیں آرہا تھا اس نے بے یقینی سے ثانیہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو ثانیہ نے اپنا موبائل اس کے سامنے کردیا تھا۔

"یقین نہیں آرہا تو لو یہ میرا موبائل چیک کرلو اس کا نمبر ہے ناں یہ۔"

"ہاں...... نمبر تو سدیم کا ہی ہے۔" وہ مرے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"میں تو فون سنتے ہی دوڑی چلی آئی ہوں اور سدیم کو بھی میں نے کھری کھری سنائی ہیں۔ تمہارے لیے رشتوں کی کمی ہے کیا وہ سمجھتا ہے کہ تم اس کے انتظار میں اب تک کنواری بیٹھی ہو۔ میری مانو تو فوراً شادی کرلو تاکہ اس کی یہ خوش فہمی اور اس کا یہ غرور خاک میں مل جائے۔" ثانیہ نے اپنی طرف سے بڑے پتے کی بات کہی تھی۔

"تمہارے بھی تو کئی پرپوزل آئے تھے تم نے انکار کیوں کردیا، کیا کوئی یونیورسٹی فیلو پسند ہے؟" سحابیہ نے بات کا رخ اس کی جانب موڑ دیا تھا۔

"نہیں بھئی۔" وہ خاصی بدمزہ ہوئی اور بات بدل جانے پر بیزاری سے بولی تھی۔

"پھر ماموں مامی کو تنگ کیوں کررہی ہو شادی کیوں نہیں کرلیتیں؟"

"اچھابابا کرلوں گی تم سے ضرور امی نے کہا ہوگا کہ تم مجھے سمجھاؤ۔"

"ہاں مجھے مامی نے ہی تمہیں سمجھانے کا کہا تھا ایک بہت اچھا رشتہ ہے ان کی نظر میں، زاہد نام ہے لڑکا، کسٹم کے محکمے میں ہے شاید...... دیکھو ثانیہ اگر ماموں مامی مطمئن ہیں تو تم ان کی بات مان لو شادی کرلو۔" سحابیہ نے سنجیدگی سے سمجھایا تھا۔

"ٹھیک ہے تم میری طرف سے امی کو ہاں کہہ دو اب خوش۔" ثانیہ نے فوراً اس کی بات مان لی وجہ سدیم کا صاف اور واضح انکار اور اس کی توہین تھا۔ لہٰذا اب تو اسے کہیں اور ہی شادی کرنا تھی تو کیوں نہ سب کی بات مان کر ان کو خوش بھی کرتی اور سعادت مند بھی کہلاتی۔ وہ بہت چالاک تھی اپنے بھلے کی ہر بات اسے فوراً سوجھتی تھی۔

"ہاں خوش...... میں ابھی مامی کو فون کرکے یہ خوش خبری سناتی ہوں۔" سحابیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے اپنا موبائل اس کے ہاتھ سے لے کر کہا تھا۔

"فون بعد میں کرلینا پہلے یہ بتاؤ تم شادی کررہی ہو کہ نہیں۔"

"میں اپنا بی ایڈ مکمل کرلوں تو شادی بھی کرلوں گی۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"او کے دیر مت کرنا اچھے رشتے روز روز نہیں ملتے میں اب چلتی ہوں۔"

"چائے نہیں پیو گی؟" سحابیہ نے پوچھا۔

"فی الحال تو غصہ پی رہی ہوں چائے پھر سہی اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" سحابیہ نے جواباً کہا اور اس کے جانے کے بعد نیچے آ کر شمہ مامی کو فون کرکے ثانیہ کی ہاں کے متعلق بتانے لگی تھی۔

❁ ❁ ❁

"اگر سچی محبت ہے
تو اک دن لوٹ آئے گی
محبت لوٹ آئے گی"

سحابیہ کو اپنی محبت پر یقین تھا اس لیے اس نے ثانیہ کی بات سنی ان سنی کردی تھی۔ ندیم کی تعلیم بھی مکمل ہوگئی تھی اور اسے بہت اچھی جاب مل گئی تھی۔ ماریہ نے بھی ایم اے کرلیا تھا اب دونوں گھرانے شادی کے لیے تیاریاں شروع کررہے تھے۔ ندیم نے سدیم کو خط بھی لکھ دیا تھا اور ای میل کے ذریعے بھی بتادیا تھا کہ جب تک وہ شادی نہیں کرے گا تب تک وہ بھی اپنے سر پر سہرا نہیں سجائے گا۔ اس کا خط اور ای میل پڑھ کر سدیم شش و پنج میں پڑ گیا۔ وہ بھی اپنوں سے دور رہ کر تھک گیا تھا واپس آنا چاہتا تھا مگر اس میں سحابیہ کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔

"کہیں ثانیہ ہی تو ہم دونوں کے بیچ دوریاں پیدا کرنے کا سبب نہ بنی ہو۔ اونو...... میں نے اس پہلو پر پہلے کیوں نہیں سوچا، ثانیہ اگر مجھ سے محبت کرتی تھی تو وہ سحابیہ کو راستے سے ہٹانے کے لیے بھی کوئی چال چل سکتی ہے اور اگر ایسا ہوا تو میں بیبہ کا سامنا کیسے کر پاؤں گا؟" سدیم نے پریشانی سے سوچا اور تھک کر بستر پر گر گیا۔

ثانیہ کی شادی کی تیاریاں تقریباً مکمل تھیں کیونکہ وہ اجمل ماموں اور شمہ مامی کی ایک ہی بیٹی تھی لہٰذا اس کے ہاں کرنے کی دیر تھی لڑکے والوں کو ہاں کردی گئی اور ارسل جو کافی عرصے سے اپنا ٹرانسفر لاہور برانچ میں کرانا چاہ رہے تھے ان کی یہ کوشش بر آئی ان کا ٹرانسفر

ان کی منشاء کے مطابق لاہور ہوگیا اور وہ سعدیہ اور بلال، طلال کو لے کر واپس لاہور لوٹ آئے تھے۔

سعدیہ کو سحابیہ کی بہن ہونے کی وجہ سے سحابیہ اور سدیم کی محبت کا بھی علم تھا اور جدائی کا دکھ بھی بہت تھا۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ان دونوں کو پھر سے ایک کردیں۔ سسرال یعنی ”اجمل ہاؤس“ میں سیٹ ہونے کے بعد وہ ارسل اور شمہ مامی کی اجازت سے بچوں کو ساتھ لے کر میکے ”رحمن ولا“ رہنے کے لیے آ گئی تھیں۔ ان کے آنے کا اصل مقصد سحابیہ اور سدیم کی جدائی کے محرک کا پتا لگانا تھا اور وہ یہ معمہ حل کر کے ہی یہاں سے جانا چاہتی تھیں۔ لہٰذا موقع ملتے ہی انہوں نے سب سے پہلے سحابیہ سے سوال کیا۔

”بیہ، تین سال ہونے کو ہیں آخر ایسی کیا بات ہوئی تھی تمہارے اور سدیم کے بیچ کے سدیم نے منگنی توڑ دی اور شہر تو کیا ملک ہی چھوڑ کر چلا گیا؟“

”پتا نہیں اپیا...... وہ تو بہت خوش تھا۔ مجھے کوئی سرپرائز دینا چاہتا تھا شاید منگنی توڑنے کا سرپرائز اسے اسلام آباد میں کوئی اور مل گئی تھی ناں۔“

”تم سے سدیم نے ایسا کچھ کہا تھا کیا؟“

”نہیں...... خود تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن وہ مجھ سے بات کرنے گھر آیا تھا مگر ماموں مامی اور ثانیہ آ گئے تھے اس لیے میں اس سے مل نہیں سکی تھی اور کچن میں چائے وغیرہ کا انتظام کرنے چلی گئی۔ میں نے ثانیہ کو سدیم کے پاس یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ اس سے کہو میں شام کو ملوں گی۔ جواب میں وہ روتی ہوئی کچن میں آئی اور دو گھنٹے بعد سدیم منگنی کی انگوٹھی اور دیگر تحائف واپس کر گیا تھا۔ اپیا...... مجھے اب تک یقین نہیں آیا کہ سدیم حیدر میرے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔ اپنی بیہ کے ساتھ جس کے بغیر اسے اپنی زندگی بے معنی اور بے رنگ لگتی تھی۔ جس کی لمحے بھر کی ناراضی سے اس کی جان پر بن آتی تھی۔ وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔“ وہ آزردہ لہجے میں بولی۔

”یقین تو ہم سب کو بھی نہیں آیا اب تک اور ثانیہ کا اس معاملے میں موجود ہونا میرے شک کو یقین میں بدل رہا ہے اس جدائی میں یقیناً ثانیہ کا ہاتھ ہوگا اس نے تم دونوں کے بیچ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کی ہوں گی۔“ سعدیہ جو ثانیہ کی بھابی تھیں اس کی طبیعت کو اچھی طرح سے جانتی تھیں اسی لیے انہیں اس پر شک تھا کیونکہ وہ اس کی آنکھوں میں سدیم کے لیے پسندیدگی کے رنگ دیکھ چکی تھیں اور وہ ثانیہ کی حاسدانہ طبیعت سے بھی واقف تھیں۔

”مگر اپیا...... ثانیہ ایسا کیوں کرے گی وہ تو دوست ہے میری؟“ سحابیہ نے حیرت سے کہا۔

”وہ تمہاری دوست نہیں ہے چندا...... صرف تم اس کی دوست ہو اور وہ ایسا اس لیے کرے گی کہ سدیم سے محبت کرتی تھی وہ...... تمہیں یاد ہے وہ ہمیشہ سے ہر اچھی چیز خود حاصل کرنا چاہتی تھی۔ تمہارے کئی کھلونے اس نے اسی حسد میں توڑ دیے تھے اور میری شادی کے موقع پر اسے تمہاری فراک اور چوڑی دار پاجامہ اتنا بھایا تھا کہ اس نے اس خیال سے کہ تم لباس میں اور حسین لگو گی، اس سے زیادہ خوب صورت دکھائی دو گی اس نے استری سے تمہاری فراک جلا دی تھی۔ میں نے دیکھا تھا اسے یہ حرکت کرتے ہوئے مگر اس وقت خاموش رہنا ہی بہتر تھا ورنہ شادی میں بدمزگی پیدا ہوجاتی اور کسی کو پتا بھی نہیں چلا تھا کہ تمہارے فراک کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے اور تمہیں روتے دیکھ کر ثانیہ بہت خوش ہوئی تھی مجھے اس کا خوش ہونا بھی یاد ہے تب سے میں نے اس پر کڑی نظر رکھنا شروع کردی تھی۔ کاش...... ارسل کا ٹرانسفر نہ ہوا ہوتا تو میں یہاں ہوتی تو تین سال پہلے ہی تمہارے اور سدیم

کے درمیان پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا سراغ لگا لیتی۔ خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا تم مجھے ساری بات تفصیل سے بتاؤ۔" سعدیہ نے نرمی اور سنجیدگی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا تو سحابیہ نے انہیں سب کچھ بتادیا تھا۔

"دیکھا میں نہ کہتی تھی یہ سب کیا دھرا ثانیہ کا ہے حیرت تو مجھے سدیم پر ہے کہ اس نے ثانیہ کے کہے پر اعتبار کرلیا اور آن کی آن میں سب کچھ ختم کرکے یہاں سے چلا گیا۔" سعدیہ نے ساری بات سن کر افسوس سے کہا۔

"مگر ثانیہ رو کیوں رہی تھی؟" سحابیہ نے دکھ سے پوچھا اس کا ثانیہ پر سے دوستی کا اعتبار بھی پارہ پارہ ہوگیا تھا۔ ثانیہ سے اس کو ایسی توقع ہی کب تھی۔

"اداکاری کرنے میں تو وہ ماہر ہے بھول گئیں تم اسکول، کالج میں وہ بڑے ڈرامے کیا کرتی تھی اور ایک بار اسے پہلا انعام بھی ملا تھا بہترین اداکاری پر اور اس رول میں وہ روئی ہی تھی۔" سعدیہ نے اسے یاددلایا۔

"میں نے کبھی اس کی آنکھوں میں سدیم کی محبت نہیں دیکھی تھی۔" وہ دکھ سے بولی۔

"تم نے نہیں دیکھی تھی میں نے تو دیکھی تھی ناں، جب تم اور سدیم ایک ساتھ ہوتے تھے تو تمہیں ایک دوسرے کے سوا کوئی تیسرا دکھائی ہی کب دیتا تھا مگر دوسرے تمہیں دیکھ رہے ہوتے تھے، میں نے بارہا ثانیہ کو تم دونوں کے محبت بھرے ساتھ پر کڑھتے دیکھا تھا مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس حد تک جاسکتی ہے اور سدیم کو تم سے بات کیے بغیر نہیں جانا چاہیے تھا وہ تو تمہیں اپنے ساتھ بیاہ کر لندن لے جانے کا سرپرائز دینے آیا تھا پھوپو نے مجھے بتایا تھا۔ اس کی ذراسی بیوقوفی اور جلد بازی نے تم دونوں کو دور کردیا۔" سعدیہ سنجیدگی سے بولی۔

"ہیلو بیہ اینڈ بھابی۔" ثانیہ مسکراتی ہوئی وہاں چلی آئی۔ سحابیہ نے بہت غصے اور نفرت سے اسے دیکھا اور خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"یہ بیہ کو کیا ہوا ہے؟" ثانیہ نے سعدیہ کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"بیہ کو آج معلوم ہوگیا ہے کہ وہ دوست نما دشمن کون ہے جو اس کے اور سدیم کے بیچ جدائی کا سبب بنا ہے۔" سعدیہ نے بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"آ...... اچھا، کک...... کون ہے وہ؟" ثانیہ کا رنگ فق ہوا تھا اس نے بوکھلا کر پوچھا اور اس کی ہکلاہٹ اور بوکھلاہٹ نے سعدیہ کو یقین دلا دیا کہ فساد کی جڑ ثانیہ ہی ہے۔

"تم نہیں جانتیں، تم تو بیہ کی بیسٹ فرینڈ ہو۔" سعدیہ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"بیہ کی بیسٹ فرینڈ تو ماریہ بھی ہے۔" وہ نظریں چرا کر بولی۔

"جو بھی ہے کل ہم سب کے سامنے ہوگی بیہ اور سدیم کے دور ہونے کی وجہ اب زیادہ دن چھپی نہیں رہ سکے گی۔ خیر تم بتاؤ کیا کچھ خرید لائیں بازار گئی تھی ناں شاپنگ کے لیے۔" سعدیہ نے مسکراتے ہوئے بات بدلی اور وہ بے دھیانی میں انہیں اپنی شاپنگ دکھاتی رہی اور سعدیہ اس کی حرکات وسکنات نوٹ کرتی رہیں۔ اس کے گھر جانے کے بعد انہوں نے اسٹڈی میں آ کر سدیم کو لندن فون کیا اور وہی سوال اس سے بھی کیا جو کچھ دیر پہلے سحابیہ سے کیا تھا اور ان کی توقع کے عین مطابق سدیم نے بھی ثانیہ کے حوالے سے کی گئی ساری بات انہیں سچ سچ بتادی سعدیہ نے یہ سن کر اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

"بیوقوف لڑکے...... اتنی شدید محبت میں اتنی بے

اعتباری کا مظاہرہ کیا تم نے۔ سنو بے خبر لڑکے ثانیہ ہی تم دونوں کے بیچ دوری کا سبب بنی ہے، اس نے جو جھوٹ تم سے بولا تھا وہی بیہ سے بولا تھا۔ بیہ تو تمہارے سوا کسی اور کو سوچنا بھی نہیں چاہتی ہے اور تم اس سے بات کیے بغیر، حقیقت جانے بغیر منگنی توڑ کر چلے گئے۔" سعدیہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اونو اپیا......! مجھے کچھ عرصے سے ثانیہ پر شک ہونا شروع ہوگیا تھا۔ آپ مجھے تفصیل سے بتائیں پلیز۔" سدیم نے بے قرار ہو کر کہا۔

"تفصیل سے تمہیں خط میں لکھ رہی ہوں اب بھی اگر تم واپس نہ لوٹے تو یاد رکھو ساری زندگی روتے اور پچھتاتے رہو گے۔ ثانیہ کی تو چند روز میں شادی ہونے والی ہے تم دونوں اس کے کیے کی سزا کیوں بھگتو۔ بیہ کی محبت کم نہیں ہوئی وہ اب بھی تمہاری منتظر ہے۔" سعدیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں بھی تو اس کے لیے روتا، تڑپتا ہوں آپ پلیز جلدی سے مجھے خط لکھیں اب مجھ سے مزید انتظار نہیں ہوگا" سدیم نے بے قراری سے کہا۔

"اوکے اللہ حافظ۔" سعدیہ نے کہہ کر فون بند کردیا اور وہیں بیٹھ کر ساری صورت حال اسے خط میں لکھ دی اور صبح ارجنٹ میل سروس سے وہ خط لندن روانہ کردیا تھا۔

❁......❁......❁

سحابیہ نے بی ایڈ کے پیپر دے دیے تھے۔ ثانیہ کی شادی دھوم دھام سے ہوگئی تھی۔ سحابیہ نے مجبوراً اس کی شادی میں شرکت کی تھی۔ جب سے اسے یہ پتا چلا تھا کہ ثانیہ نے اس سے جھوٹ بولا تھا وہ سدیم کے لیے فکر مند ہوگئی تھی۔ ادھر جونہی سدیم کو سعدیہ کا خط موصول ہوا اسے پڑھنے کے بعد سدیم کی حالت غیر ہوگئی تھی۔ وہ بے اختیار رو پڑا تھا۔ کتنا بڑا جھوٹ بولا تھا، کتنا بڑا دھوکہ دیا تھا اور وہ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔

"یا اللہ...... یہ ہمارے ساتھ کیا ہوگیا۔ یہ میں نے کیا حماقت کردی، میں نے کیوں نہیں بیہ سے بات کی، کیوں میں ثانیہ جیسی سازشی لڑکی کے کہے میں آ گیا اور اپنی و بیہ کی زندگی کو دکھوں سے بھر لیا۔ میں کیسے سامنا کروں گا بیہ کا، کیسے مناپاؤں گا اپنی جاناں کو...... تین سال...... اف میرے خدایا، یہ تین سال کس کرب اور عذاب میں گزارے ہیں ہم دونوں نے...... یا اللہ اب مجھے اور بیہ کو ملا دے مالک، اب ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے دینا، ہم نے بہت عذاب جھیلا ہے اب اور نہیں مالک۔ بیہ کا نروس بریک ڈاؤن ہوگیا تھا میرے اس اقدام سے اور مجھے کسی نے بتایا تک نہیں تھا۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کر پاتا، اوہ بیہ میری جان، میری زندگی مجھے معاف کردو میں نے تمہیں بہت دکھ دیا ہے بہت رلایا ہے۔ میں آ رہا ہوں جاناں تمہارے سارے دکھ، سارے آنسو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لیے۔" وہ روتے ہوئے کبھی رب سے، کبھی خود سے اور کبھی سحابیہ سے ہمکلام ہوتا اور سحابیہ کی تصویر کو دل سے لگائے اس کے پاس پہنچنے کے لیے بے تاب ہوگیا تھا۔

وہ جس دن وطن واپس لوٹا اس دن پندرواں روزہ تھا۔ سعدیہ کے سوا کسی کو اس کی آمد کی خبر نہیں تھی البتہ سعدیہ نے اصل حقیقت سب کو بتادی تھی اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ سدیم کسی بھی دن واپس لوٹ آئے گا سب ہی کو جہاں ثانیہ کی حرکت پر دکھ تھا وہاں سدیم کی واپسی کا سن کر خوشی بھی بہت ہوئی تھی۔ حیدر سلطان اور صائمہ نے تو پھر سے سدیم کے لیے سحابیہ کا رشتہ مانگ لیا تھا اور عید کے دوسرے دن ان کی شادی کا پروگرام بنایا تھا کیونکہ سعدیہ کا کہنا تھا کہ اس بار سدیم

عید ہم سب کے ساتھ کرے گا۔ندیم اور ماریہ کی شادی بکرا عید کے بعد ہونا قرار پائی تھی۔ سحابیہ کو سدیم کی آمد اور اپنی اور اس کی شادی طے ہونے کی خبر سے جان بوجھ کر بے خبر رکھا گیا تھا۔ سب اسے سرپرائز دینا چاہتے تھے۔

ثانیہ اپنے شوہر زاہد کے ساتھ ہنی مون منا کر ہنسی خوشی واپس آ گئی تھی اور چند دن میکے رہنے کے لیے آئی تھی۔ اجمل ماموں اور شمہ مامی نے اس کی اس حرکت پر خوب کلاس لی تھی جس نے انہیں سب کے سامنے شرمندہ کردیا تھا۔ سدیم کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ثانیہ کو شوٹ کردے وہ ایئر پورٹ سے سیدھا "اجمل ہاؤس" آیا تھا۔ ثانیہ نے اسے اپنے سامنے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

"آ......! آپ یہاں؟"

"کیوں حیران ہو رہی ہو ناں، تم کیا سمجھی تھی کہ تمہارے بچھائے ہوئے جال میں ہم دونوں ہمیشہ پھنسے رہیں گے۔ کتنی خودغرض، شاطر، مکار اور سازشی عورت ہو تم...... مجھ سے محبت کا دعویٰ تھا ناں تمہیں۔ جانتی بھی ہو کہ محبت کیا ہے؟ محبت قربانی مانگتی ہے، ایثار چاہتی ہے، وہ کچھ نہیں کرتی جو تم نے میرے ساتھ کیا۔" سدیم اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے تیز اور سخت لہجے میں بولا شمہ مامی بھی اس کی آواز سن کر لاؤنج میں آ گئی تھیں۔

"سدیم بیٹا اسے معاف کردو یہ شرمندہ ہے اپنے کیے پر۔" شمہ مامی نے اس سے کہا۔

"اسے شرمندہ ہونا بھی چاہیے ممانی جان، دوستی کے نام پر دھبہ ہے یہ، اس نے بیہ کا اعتبار اور اس کا دل توڑا ہے۔ ہم اسے کبھی معاف نہیں کریں گے جس طرح ہم نے تین سال تک ہجر کا عذاب جھیلا ہے ناں اسی طرح یہ بھی سکون سے نہیں رہ سکے گی۔"

"نہ بیٹا اسے بددعا مت دو معاف کردو چندا اسے۔" شمہ مامی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ممانی جان...... میں اسے بددعا نہیں دوں گا مگر اس وقت تک میں اسے معاف نہیں کروں گا جب تک یہ سچے دل سے توبہ نہیں کرلیتی، اللہ سے معافی نہیں مانگ لیتی۔" سدیم نے نرمی سے کہا۔

"سدیم بھائی، مجھے معاف کردیں پلیز۔" ثانیہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا وہ اپنے کیے پر واقعی شرمندہ تھی۔

"تم اگر مجھے دل سے اپنا بھائی اور بیہ کو اپنی دوست سمجھتیں تو ہمارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتیں جو تم نے کیا۔ ہمارے دل میں کھوٹ نہیں تھا اس لیے ہم نے تمہیں بھی کھرا اور سچا سمجھا، اپنی طرح پرخلوص سمجھتے رہے مگر تم تو اندر سے حاسد، شاطر، مکار اور سازشی نکلیں، خودغرض اور بے حس نکلیں۔ تین سال تک میں اور بیہ جس دکھ اور کرب سے گزرے ہیں ناں ان کا ذائقہ میں تمہیں تین منٹ میں چکھا سکتا ہوں، تمہارے کیے کا بدلہ تین منٹ میں لے سکتا ہوں جانتی ہو کیسے؟" سدیم نے اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے غصہ سے کہا تو اس نے سوالیہ نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہارے تمام کارڈز اور محبت بھرے خطوط جو تم نے میرے نام لکھے تھے وہ سب میرے پاس محفوظ ہیں، میں اگر چاہوں تو ابھی تمہارے شوہر کو دکھا سکتا ہوں اور انہیں دیکھنے اور پڑھنے کے بعد زاہد صاحب تمہیں کھڑے کھڑے طلاق دے دیں گے مگر میں ایسا کروں گا نہیں کیونکہ میں تمہاری طرح کم ظرف اور خودغرض نہیں ہوں...... ہاں وہ تمام کارڈز اور خطوط میرے پاس اس وقت تک محفوظ رہیں گے جب تک

تم سدھر نہیں جاتی، چاہے اس کے لیے ساری عمر درکار ہو۔" سدیم نے تیز لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ ثانیہ خوف، ندامت اور بے بسی سے رونے لگی۔

"اب روتی کیوں ہو، معافی مانگو جا کر بیہ سے وہ معاف کردے گی تو سدیم خود ہی معاف کردے گا۔ تم نے ہمیں سب کی نظروں میں شرمسار کردیا ثانیہ، یہ تربیت تو نہیں کی تھی ہم نے تمہاری وہ تو سدیم نیک لڑکا ہے اگر ذرا سا بھی منتقم مزاج ہوتا تو تمہارے کارنامے تمہارے شوہر کے سامنے رکھ دیتا۔ اللہ اسے خوش رکھے۔" شمہ مامی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا وہ خاموشی سے آنسو بہاتی رہی تھی۔

❁......❁......❁

"سحابیہ۔" وہ لان میں پھول چن رہی تھی کہ سدیم کی آواز پر چونک کر پلٹی۔ سیاہ پینٹ کوٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس وہ سدیم حیدر ہی تھا، اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ مضبوط جسامت اور مردانہ وجاہت کا عکس تھا۔ لبوں پر مسکان آنکھوں میں پیار کے دیپ جلائے اس کو تک رہا تھا۔

"سدیم تم......!" وہ آہستگی سے بولی۔

"ہاں میں لوٹ آیا ہوں جاناں۔"

"مجھے بے اعتبار کرنے کے بعد۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے کرب سے بولی اور تیزی سے اندر بھاگ گئی۔

وہ جانتا تھا کہ تمام تر محبت اور چاہت کے باوجود سحابیہ کو اس کے رویے نے دکھ پہنچایا تھا، اسے بے اعتبار کیا تھا اور اس کے لیے وہ اس سے جتنا خفا ہوتی کم تھا اور اسے منانا اتنا آسان تو نہیں تھا مگر سدیم کو اپنی محبت پر یقین تھا کہ وہ اسے منا لے گا۔

وہ اس یقین کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گیا جہاں سعدیہ نے افطار پارٹی کے بہانے سب کو جمع کر رکھا تھا۔ سدیم کو اچانک اپنے درمیان دیکھ کر سب کی خوشی سے چیخیں نکل گئیں۔ عید سے پہلے ہی ان سب کی عید ہوگئی تھی۔ حیدر سلطان، صائمہ اور ندیم نے راشدہ بیگم اور ظفر بیگ نے سدیم کو کئی بار گلے لگا کر پیار کیا۔ سب خوشی سے رو بھی رہے تھے اور ہنس بھی رہے تھے۔ پھر روزہ کھل گیا تو سب نے مل کر روزہ افطار کیا۔ سحابیہ البتہ اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی۔ خوشی اور شکر سے سجدہ شکر ادا کررہی تھی اور ناراض تو وہ سدیم سے تھی ہی۔

"بیہ...... تمہاری محبت لوٹ آئی ہے۔" سعدیہ نے آ کر اسے خوش خبری سنائی۔

"اب وہ میری محبت نہیں ہے۔"

"جھوٹ مت بولو دیکھو وہ لوٹ آیا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"اسے معاف کردو۔"

"اس سے کہیں کہ مجھے معاف کردے اور مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔"

"بیہ...... ایک حماقت سدیم نے کی تھی کہ تم سے بات کیے بغیر چلا گیا تھا اب دوسری حماقت تم مت کرو ہم تمہاری شادی کررہے ہیں عید کے فوراً بعد۔" سعدیہ نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

"میں شادی نہیں کروں گی۔"

"پاگل مت بنو۔"

"اپیا...... میں نے کہہ دیا ناں میں اس بے اعتبار شخص سے شادی نہیں کروں گی اور میں یہ عید بھی نانی ماں کے گھر گوجرانوالہ جا کر مناؤں گی۔" سحابیہ نے یہ نیا شوشہ چھوڑ دیا تھا۔ سعدیہ نے جا کر سدیم سمیت سب کو اس کے اس فیصلے سے آگاہ کیا تو سب ہی فکر مند ہوگئے۔

"اب کیا ہوگا؟ ہم نے تو شادی کی ساری تیاری مکمل کرلی ہیں۔" نازیہ بولیں۔

"بھابی، آپ فکر نہ کریں شادی کی تیاری رکھیں بیہ کو منانا میرا کام ہے۔" سدیم نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت پیار کرتی ہے تم سے مگر تم نے جس طرح اس کی بات سنے بغیر ثانیہ کا یقین کرکے منگنی ختم کردی تھی ناں وہ اس کے لیے تم سے خفا ہے۔" نازیہ بھابی نے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں جانتا ہوں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ میں اسے منالوں گا۔ ممانی راضیہ سعدیہ آپیا اور آپ سب تو اسے منانے اور مجھے معافی دلانے میں ناکام ہوگئے ہیں اب مجھے اکیلے کوشش کرنے دیجیے ان شاء اللہ میں اسے منالوں گا اور ہاں پھر عید کے بعد میں نکاح اسی وقت کروں گا۔"

"ہمیں منظور ہے بیٹا، بس تم اسے منالو وہ اکیلی اماں بی کی طرف جارہی ہے۔" راضیہ نے کہا۔ وہ تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

❁......❁......❁

سحابیہ اپنے کمرے میں تھی اور نانی اماں کے گھر جانے کی تیاری کررہی تھی جب ہی سدیم دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا۔ وہ چونک کر اس کو دیکھنے لگی۔

"آپ کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں؟" وہ تم کی جگہ "آپ" کہہ رہی تھی۔

"دل نے مجبور کر رکھا ہے ورنہ آپ میں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے کہ...... خیبر سے گوجرانوالہ تک آپ کا پیچھا کیا جائے گا۔" وہ بھی اسے ستانے کو مذاق سے بولا۔

"اپنے دل کو کسی اور راہ پر لگائیے۔"

"کیا آپ ایسا کرسکتی ہیں؟"

"کیا مطلب؟" سحابیہ نے اس کو دیکھا۔

"تمہیں مجھ سے محبت ہے ناں بے پناہ اور شدید محبت ہے سحابیہ۔"

"جی نہیں۔" اس نے دھڑلے سے جھوٹ بولا۔

"تم نے روزہ کیوں نہیں رکھا؟"

"میرا روزہ ہے۔"

"تو روزہ رکھ کر جھوٹ کیوں بولا، ٹوٹ گیا ناں روزہ اور میرا دل بھی۔"

"ہونہہ...... کانچ کا دل ہے ناں آپ کا۔" وہ طنز سے بولی۔

"تم سے بہتر کون جانتا ہے میرے دل کو۔" وہ نرمی سے بولا۔

"آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں۔"

"اچھا......" وہ سینے پر ہاتھ باندھتا اس کو بغور دیکھنے لگا تو وہ نروس ہونے لگی۔

"پلیز آپ جائیں۔"

"کبھی نہیں...... اگر تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے تو کھاؤ میرے سر کی قسم۔"

"میں روزے میں قسم نہیں کھاتی۔" اس کے ہاتھ بہانہ اچھا آیا تھا اس کے سدیم کو ہنسی آگئی۔

"میری معصوم گڑیا، میری بیہ اگر تم روزے میں جھوٹ بول سکتی ہو تو قسم بھی کھا سکتی ہو تو پھر کھاؤ میرے سر کی قسم ورنہ میں سچ مچ چلا جاؤں گا اور پھر کبھی واپس نہیں آؤں گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو وہ ڈر گئی۔

"کیا......؟" سحابیہ نے اسے گھورا۔

"ہاں مجھ سے شادی سے انکار کرکے اور یوں فرار اختیار کرکے تم مجھے موت کے کنویں میں ہی تو دھکا دے رہی ہو۔"

"فضول باتیں مت کریں۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"میں تو تم سے پیار کی باتیں کرنے آیا ہوں اور تا

عمر کرنا چاہتا ہوں۔ تم ہاں تو کرو جان۔" وہ اس کا ہاتھ نرمی سے دباتے ہوئے بولا۔

"ایک بار "ہاں" کی تو تھی "نا" تو پھر آپ نے کی تھی مسٹر سدیم حیدر۔"

"جی نہیں۔ یہ سب ثانیہ کی کارستانی تھی یہ تو تم بھی جان چکی ہو۔ مجھے جیسے ہی حقیقت معلوم ہوئی میں دوڑا چلا آیا۔ میں اگر بے وفا ہوتا تو اب تک کسی اور کا ہو چکا ہوتا مگر میں صرف تمہارا ہوں بیبہ صرف تمہارا، ایک بار میرا یقین کرلو پلیز تم تو مجھے شروع سے جانتی ہو میں نے ثانیہ کے آنسوؤں کی وجہ سے اس کی بات کا اعتبار کرلیا تھا تمہاری خوشی کی خاطر چلا گیا تھا میرا کیا حال ہوا تھا تم نہیں سمجھ سکتی، میری حالت اور کیفیت تم سے مختلف نہیں تھی بیبہ اور تمہارے پاس تمہارا غم بٹانے، تمہیں تسلی، حوصلہ اور پیار دینے کے لیے تو سب ہی موجود تھے تمہارے ماں باپ بھائی بھابی، پھوپو دوست سب اور میں...... میں تو وہاں لندن میں بالکل تنہا تھا، تمہاری جدائی کا غم سہنے کے لیے، کتنا تڑپا اور روتا تھا میں تمہارے پیارے کے لیے اور میرے آنسو میرا ہی دامن بھگوتے رہتے تھے کوئی مجھے حوصلہ دینے والا، میرے آنسو پونچھنے والا نہیں تھا۔ ہم دونوں اپنی اپنی محبتوں کے اس کڑے امتحان میں سرخرو اور کامیاب لوٹے ہیں۔ اب ہماری محبت بہت مضبوط اور گہری ہوگئی ہے پہلے سے بھی زیادہ گہری اور سچی ہے ناں بیبہ؟" اس نے کرب اور دکھ سے اپنی حالت زار بیان کرکے اس سے پوچھا۔

"پتا نہیں۔" سحابیہ کو اس کی باتوں کی سچائی پر پورا یقین تھا پھر بھی کندھے اچکا کر بولی۔

"اچھا...... تو جانو تم نے یہ منگنی کی انگوٹھی آج تک اپنے ہاتھ میں کیوں سجا رکھی ہے، کیا یہ محبت نہیں ہے؟" وہ اس کے ہاتھ میں منگنی کی انگوٹھی دیکھتے ہوئے شوخی سے بولا۔

"یہ انگوٹھی تم نے پہنائی تھی لو تم خود ہی اتار لو۔" اس نے بایاں ہاتھ آگے کردیا۔

"ہرگز نہیں...... یہ انگوٹھی تو تمہاری محبت کا ثبوت اور مان بن کر تمہاری انگلی میں جگمگا رہی ہے، مجھے ناز ہے بھابی، اپیا اور ممانی کے علاوہ مما جانی اور ندیم کی زبانی تمہاری محبتوں کی پل پل کی حقیقت معلوم ہوگئی ہے میں تو خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص سمجھنے لگا ہوں بیبہ۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مجھے اتنا زیادہ پیار کرتی ہو، میں تو تمہاری محبتوں پر مغرور سا ہوگیا ہوں، آئی لو یو بیبہ...... آئی لو یو ویری مچ، اینڈ تھینک یو ویری مچ، سنا ہے تم نے میری بے شمار پورٹریٹس اپنے ان سندر و کومل ہاتھوں سے بنائی ہیں، اتنا پیار اور بیبہ میں تو اپنی ہی نظروں میں معتبر ہوگیا ہوں، ویسے بائی دی وے تصویروں کی نمائش کب کروا رہی ہو اتنی تصویریں تو تم نے میری بنالی ہیں ناں کہ نمائش ہوسکے۔" اس نے اسے چھیڑا۔

"مجھے اپنی محبت کی نمائش کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" سحابیہ نے آہستگی سے کہا۔

"تو مانتی ہو ناں کہ میں ہی تمہاری محبت ہوں۔" وہ خوش ہوکر بولا اور اس کے قریب ہوا۔

"بڑی خوش فہمی ہے جناب کو۔" وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی باہر بھاگی، اداسی کے بادل چھٹ گئے تھے اور خوشی نے ہر طرف بسیرا کرلیا تھا۔ سدیم بھی کھل کر مسکرا دیا تھا۔

تمہیں میں لکھ نہیں سکتا

حنا بشریٰ

بھیگی آنکھوں والی اک پاگل سی لڑکی
کہو تم بھی بھلا کیسے اسے بُھلا جاتے
ان چشم حیراں میں ستارہ سا چمکتا میری خاطر
دل کی شاخ پہ محبت کا کوئی پھول ہی کھلا جاتے

کھڑکی سے نظر آتے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر کسی مسکراتے چہرے کا خیال ذہن کے پردے پہ ستاروں کی مانند جھلملانے لگا تو رواں رواں عجب سی سرشاری محسوس کرنے لگا تھا۔ چھن چھن کرتی چاندنی کمرے کے شفاف فرش پہ بکھر رہی تھی۔ موحد کے چہرے پر تبسم بکھرنے لگا تو اس نے کروٹ بدل لی۔ دائیں سے بائیں...... بائیں سے دائیں، کروٹیں بدلتے بدلتے وہ تھک گیا تھا مگر کروٹوں کا لامتناہی سلسلہ ختم ہونے پہ نہ آرہا تھا اور نہ ہی آنکھوں میں نیند کو سمانے دے رہا تھا۔

تقریباً پچھلے بیس دنوں سے اس کی یہی حالت تھی...... یہ رت جگے، یہ بے قراریاں اور بے چینیاں جو اسے رات بھر سونے نہیں دے رہی تھیں، نہ جانے کیسا سحر پھونکا تھا اس ساحرہ نے، خود تو شاید سکون سے سو رہی ہوگی مگر اس کا چین وسکون چرا کر لے گئی تھی۔ اپنے وجود کو آرام دینے کے لیے اب وہ چت لیٹ گیا تھا...... آنکھیں بظاہر بند تھیں مگر دماغ اب بھی اس قاتل حسینہ کے تصور سے جاگ رہا تھا اور نہ جانے کب تک جاگتے رہنا تھا۔

سنہری زلفیں، نین کٹورے، گلابی رس بھرے ہونٹ جن کے اوپر سیاہ تل، کمان کی طرح تنی بھویں، لانبی پلکیں اور دائیں گال میں پڑتے بھنور، سڈول بدن پہ مردانہ پہناوا، یعنی سیاہ پینٹ کوٹ اور گلے میں گرے رنگ کا اسکارف...... قاتل، غضب، اف توبہ شکن وہ سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں اتر گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

وہ رات کافی دیر تک جاگتا رہا تھا مگر صبح یوں تازہ دم تھا۔ جیسے رات بھر سوتا رہا ہو۔ آنکھوں میں تھکن تھی اور نہ ہی وجود مضمحل تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑا وہ خود کو ہر زاویے سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی شاندار شخصیت کسی بھی حسینہ پر جادو چلا سکتی تھی۔ بالوں میں برش کرنے کے بعد خود کو اپنے پسندیدہ باڈی اسپرے میں نہلایا تو فضاء بھی مہک اٹھی۔ اس فرم میں اسے نوکری کرتے ہوئے نو ماہ ہوئے تھے۔ شروع میں تو بے دلی کا یہ عالم تھا کہ وہ ٹھیک سے تیار

بھی نہیں ہوتا تھا...... دو دن ایک ہی لباس استعمال کرتا......اور پرفیوم تو کبھی کبھار ہی استعمال کرتا تھا۔ شیو بھی کبھی کبھار ہی بناتا تھا' اس کے اجڑے حلیے کو دیکھ کر یوں گمان ہوتا تھا کہ جیسے گھر والوں نے دھکے مار کر زبردستی یا پھر گن پوائنٹ پہ آفس کے لیے روانہ کیا ہو۔

یہ نوکری موحد کے مزاج کے خلاف تھی۔ ظفر صاحب (موحد کے والد) کے دوست کی سفارش پہ نوکری مل تو گئی تھی مگر ہر وقت موحد کے جوتے کی نوک پر رہتی تھی۔ وہ شاندار معیار زندگی کا خواہش مند تھا۔ اونچے شاندار محلات نئے ماڈل کی بیش قیمت گاڑیاں' بینک بیلنس اتنا کہ وہ چٹکی بجاتے ہی دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں محض سیر و تفریح کے لیے پہنچ جائے مگر اس معمولی سی نوکری پہ اپنے ارمان پورے کرنا تو صرف خواب ہی ہو سکتا تھا......اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ گھر والے خاص کر والد محترم کا جب بھی پارہ چڑھتا تو اسے "شیخ چلی" کے لقب سے نوازتے اور خوب طعنے دیتے۔

"برخوردار، یہ آج تمہیں باپ کی وجہ سے نوکری ملی ہے، ورنہ بی کام والوں کو آج کے اس ترقی یافتہ دور میں کون منہ لگاتا ہے۔ آج کل تو ایم بی اے والے پیٹرول پمپ پہ نوکریاں کر رہے ہیں۔ تمہیں اچھی جگہ نوکری مل گئی ہے مگر شکر ادا کرتے ہوئے تو زبان گھستی ہے تمہاری۔" ایسے کڑوے طنز موحد کے سینے پہ تیر کی طرح لگتے تھے۔

یہ ایک حقیقت تھی کہ اس ملازمت میں کسی حد تک تو وہ اپنے عیش پورے کر لیتا تھا مگر جس قسم کی خواہشات تھیں وہ بیس ہزار کی تنخواہ میں پوری نہیں ہو رہی تھیں۔ وہ ساری تنخواہ بس اپنی ذات پر ہی خرچ کر دیا کرتا تھا مگر پھر بھی ہر صبح فرم میں سو سو

کپڑے نکالنا اور رات سونے سے پہلے اس کو شہر کی گھٹیا ترین فرم قرار دینا تو جیسے اس کی دوا بن گئی تھی جو وہ ڈاکٹر کے نسخے کے مطابق صبح بیدار ہوتے ہی اور رات کو سونے سے پہلے لیتا تھا۔ اگر ایک دن بھی ناغہ کرتا تو دن بھر کسی نشے بازی کی طرح بدن ٹوٹتا ہوا محسوس کرتا تھا۔

''ابو...... بہتر سے بہتر کی تلاش کوئی بری بات تو نہیں...... ترقی کرنا یا اس کے بارے میں سوچنا کوئی گناہ تو نہیں۔'' اپنے دفاع کے لیے وہ خود ہی وکیل بن کر میدان میں اتر آتا۔

''ہاں ٹھیک کہتے ہو تم میاں' گناہ نہیں ہے مگر اتنی شاندار زندگی کی تمنا رکھنے والے کو اس وقت سوچنا چاہیے تھا جب رو رو کر تعلیم حاصل کی جا رہی تھی۔ میٹرک دھکوں سے، ایف اے مکوں اور بی کام ڈنڈوں سے کرنے کے بعد کسی اڑیل گدھے کی طرح اڑ گئے تھے کہ اب نہیں مجھ سے مزید پڑھا جاتا، اب تو چاہے میری جان بھی لے لو تو میں آگے نہیں پڑھوں گا۔'' غصے میں کھولتے ہوئے والد محترم نے سارا تعلیمی دور اور اس کا ہر واقعہ پوری شہادتوں کے ساتھ اس کے سامنے رکھا تو ''وکیل صاحب'' دلائل ڈھونڈتے ہوئے اپنے دفاع کے لیے بغلیں جھانکنے لگے اور شکست مقدر بن گئی تھی مگر اب وہی فرم اور اس کی معمولی سی ملازمت اسے بہترین لگنے لگی تھی۔ دن رات اس کے گن گائے جاتے، خوب بن ٹھن کر صبح سویرے نکل جاتا اور شام کو جب واپسی ہوتی تو تب بھی اتنی ہی طبیعت ہشاش بشاش ہوتی جتنی صبح کے وقت...... پہلے پہل تو گھر والوں کو یہ تبدیلی کھٹکی' دال میں کچھ کالا ہونے کا شک ہوا' چال کچھ بہکی بہکی سی لگی...... سو جانچ پڑتال کے لیے تفتیشی ٹیم کو برخوردار کے پیچھے لگایا گیا مگر کوئی سراغ ہاتھ نہ لگا تو سب یہ سوچ کر ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے کہ اس تبدیلی کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس حقیر ملازمت کی قدر آ گئی ہے' شاید سڑکوں پر ایم بی ایز رلتے دیکھ کر عبرت پکڑی ہو یا پھر طبیعت قناعت پہ مائل ہو گئی ہو۔ سو یہ سوچ کر تفتیشی ٹیم نے اپنا ریڈار گھمانا بند کر دیا تھا۔

❁......❁......❁

''موحد...... کتنے دنوں سے بات کرنے کا موقع دیکھ رہی ہوں مگر تم ہو کہ ہاتھ ہی نہیں آ رہے۔'' کمرے میں داخل ہوتی سعدیہ بیگم نے بھی چار سو بکھری ہوئی خوشبو کو محسوس کیا تو حیرانی سے بیٹے کو دیکھنے لگیں جو نک سک سے تیار کھڑا تھا۔ وہ لڑکا جو ہر روز اتنی بے دلی سے تیار ہوتا تھا آج یوں اہتمام سے تیار ہو رہا تھا' حیرانی تو لازمی تھی۔

''خیر ہے...... آج کوئی خاص دن ہے کیا؟'' ناشتے کی ٹرے ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بات ہی بھول گئیں جسے کرنے کے لیے وہ آئی تھیں۔ انہیں کیا خبر کہ آج کل ان کا لاڈلا تو خود اپنی تلاش میں رات بھر صحرا میں مثل قیس مارا مارا پھر رہا ہے۔ اس کا تو اپنا آپ ہی کھو گیا ہے۔

''عجیب ہیں بھئی آپ لوگ...... اچھے سے تیار ہوں تو اعتراض...... نہ تیار ہوں تو اعتراض' آخر آپ لوگ چاہتے کیا ہیں؟'' لاڈلے کے چہرے کا رنگ بدلا اور نرمی کی جگہ درشتی نے لے لی تو سعدیہ بیگم گھبرائیں۔

''ارے...... ایسا میں نے کیا کہہ دیا جو اتنی گرمی کھا رہے ہو۔'' کمرے کی بکھری چیزیں سمیٹتے ہوئے وہ متعجب ہوئیں تو اظہار بھی کر دیا۔

وہ صرف لباس میں ہی نہیں اور معاملات میں بھی بیٹے کی تبدیلیوں پر نظر رکھے ہوئے تھیں۔ ماں

تھیں اور کچھ طبیعت بھی باریک بین سی پائی تھی سو اولاد کی ہر حرکت پر نظر ہوتی تھی۔ وہ گھر والوں کے ساتھ کم اٹھتا بیٹھتا' برائے نام گپ شپ کرتا' آفس سے آکر اپنے کمرے میں قید ہوجاتا۔ دوستوں سے ملنا جلنا بھی کم کردیا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان تبدیلیوں کی وجہ وہ اپنے طور پر معلوم کریں مگر وہ ہاتھ ہی کب آرہا تھا۔ دل میں کئی اندیشے سر اٹھانے لگے تھے۔ اب تو وہ صبح آفس جانے کے لیے خود سے یوں اٹھتا جیسے الارم لگا کر سویا ہو...... ورنہ اب سے پہلے تو اسے دس دفعہ جگانا پڑتا تھا پھر بھی آنکھ کھل کے نہ دیتی تھی اور اب یہ عالم کہ خود سے ہی اٹھ جاتا اور وہ بھی پو پھٹتے ہی...... یہ تبدیلی ہرگز نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھی۔

''میں تو تنگ آگیا ہوں آپ سب کے اعتراضات سن سن کر۔'' موبائل اور بائیک کی چابی اٹھا کر وہ بیگ ہاتھ میں لیے طوفانی انداز سے نکلنے ہی لگا تھا کہ سعدیہ بیگم نے روک لیا۔

''ناشتہ بھی نہیں کیا...... ابھی تو کافی ٹائم ہے...... ناشتہ کرلو اور میری بات تو سن لو۔'' وہ اس قدر آگ بگولہ تھا کہ انہوں نے سرعت سے اسے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

''امی...... میں لیٹ ہورہا ہوں' آپ کو جو بھی بات کرنی ہے رات کو کرلیں اور رہ گیا ناشتہ تو آپ کی انکوائری نے ہی میرا پیٹ بھر دیا ہے۔ اب ناشتے کی ضرورت نہیں رہی۔'' جلا بھنا، کٹیلے انداز میں کہتا ہوا وہ باہر نکل گیا مگر مختلف ''چیک پوسٹ'' پر مختلف انکوائری آفیسرز نے اپنے اپنے انداز میں اسے روکا تھا۔

''میاں...... آج اتنی جلدی آفس؟'' یہ والد کی حیرت بھری آواز تھی۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے میرے لال کی؟'' دادی کی شفقت بھری تفتیش۔

''بھائی...... آج آپ اتنی جلدی آفس جا رہے ہیں، میں کالج کس کے ساتھ جاؤں گی؟'' ناشتہ کرتی بسمہ نے اپنے طور پر انکوائری کی، باقی سب کی ان سنی کرتا، بسمہ کو جواب دیتا ہوا وہ آفس کے لیے نکل گیا۔

''تم آج ابو کے ساتھ کالج چلی جانا۔ مجھے آفس جلدی پہنچنا ہے۔'' موحد ہوا کے برق رفتار گھوڑے پر سوار خوابوں کے شہر کی جانب محو سفر تھا اور کئی بصارتوں کو حیرتیں اور سوچوں کو الجھنیں تھما گیا تھا۔

❁......❁......❁

گلاس وال سے دکھائی دیتا چمکتا دمکتا مثل انجم کے وہ چہرہ لاکھوں میں ایک تھا اور موحد کی پرشوق نگاہوں کے حصار میں بھی تھا۔ کبھی فون سنتے ہوئے تو کبھی چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے، وہ بہانے بہانے سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ ساحرہ اس کی دیوانگی سے بے خبر شیشے سے بنے نفیس کمرے میں براجمان، اپنے پرسنل سیکرٹری پر برس رہی تھی، غصے میں اس کی کمان جیسی بھویں مزید تن گئی تھیں۔ چہرے پر رعونت، لہجے میں کرختگی نمایاں تھی۔ اگر غرور تھا تو اس پر جچتا تھا۔ اگر لہجے میں درشتگی تھی تو اسے زیب دیتی تھی۔

شہر کی معروف فرم کو وہ بڑی کامیابی سے چلا رہی تھی اور اس کام میں وہ تنہا مردوں پہ بھاری تھی۔ پرسنل سیکرٹری اس کی ہر بات سر جھکائے سن رہا تھا۔ باقی اسٹاف پر سکتہ طاری تھا مگر موحد کے چہرے پر ایسا اطمینان پھیلا ہوا تھا جیسے کوئی دیرینہ خواہش پوری ہونے کے بعد انسان پرسکون ہو جاتا ہے اور اس سکون کے پیچھے اصل وجہ یہ تھی کہ اسے اس حسینہ کے دائیں بائیں پھرتا...... راز و نیاز کرتا، اکثر بہت قریب کھڑا پرسنل سیکرٹری سخت زہر لگتا تھا۔ اسے دیکھ کر دل میں جلن اور رقابت کی آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگتے تھے۔ موحد تو اس حسینہ کے سائے سے بھی چڑ تا تھا پھر یہ تو مرد تھا جیتا جاگتا' چلتا پھرتا' ہنستا مسکراتا' وہ اس حسینہ کے پاس کھڑا کسی بات پر مسکراتا تو موحد کا دل جل جل کر راکھ ہو جاتا' دل چاہتا کہ اس کا خون پی جائے...... آج اسی حسینہ کے ہاتھوں درگت بنتی دیکھ کر اطمینان تو بنتا تھا۔ سو وہ چائے کا گھونٹ نہایت مزے سے بھرتا ہوا' اپنے رقیب کی عزت افزائی پہ خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''آئی سے آؤٹ۔'' پرجلال انداز میں کہتے ہوئے وہ حسینہ چلائی تو پرسنل سیکرٹری منہ لٹکاتا ہوا باہر نکلا اور موحد کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ غالب گمان تو یہی تھا کہ اب کسی غلطی پہ شامت موحد کی آئی ہے مگر بات اس کی سوچ کے بالکل برعکس تھی...... اس ساحرہ نے موحد پہ نظر کرم فرماتے ہوئے اس کی بہترین پرفارمنس یعنی...... وقت پہ آفس آنا اور دیگر صلاحیتوں کی بنیاد پہ اپنا پرسنل سیکرٹری بنانے کا شرف بخشا تو پورے اسٹاف کو تو جیسے پتنگے لگ گئے جبکہ موحد کی حیرانی و خوشی کا یہ عالم تھا کہ بلند و بالا ٹاور پر چڑھ کر ''یاہو'' کا نعرہ گلا پھاڑ کر لگائے کہ اب اس قرب کا حق دار وہ ہی ٹھہرا تھا۔ اس نازک تبسم کو نزدیک سے دیکھنے کا موقع اب اسے ہر وقت ملے گا۔

وہ خوشبوؤں میں بسا ہوا سراپا بس چند قدم کے فاصلے پر ہوگا...... وہ بھی بھرے مجمع میں مصروف، میٹنگ کے دوران اس مجسم حسن کے کان میں سرگوشی کرتا ہوا با آسانی بات کر سکے گا اور اس وجود کی خوشبو

بے سانسوں میں قید کرسکے گا۔۔۔۔ کچھ وقت اور لمحے قرب کے جو میسر ہوئے تو ہمیشہ ساتھ رہنے کی خواہش دل میں سر اٹھانے لگی۔ حاصل ولا حاصل کے خوف دل کو سہمانے لگا۔ دوری کا تصور بھی ناقابل برداشت ہونے لگا تو ایک انجانا سا خوف دل کے تاریک جزیرے میں کسی سیاہ ناگ کی طرح پھن پھیلا کر بیٹھ گیا۔ ایک نامراد سا جنون دل کو ہر لمحے بے چین و مضطرب سا رکھنے لگا تھا۔

''موحد...... میں آپ سے کچھ ذاتی معاملات پہ بات کرنا چاہتی ہوں۔'' اسٹاف کی تعداد کم ہوئی، کام کا دباؤ ہلکا ہوا تو قمروش نے اسے اپنے کمرے میں بلا کر گویا ایک اور اعزاز بخشا۔ موحد صبح سے ہی قمروش کو الجھا ہوا دیکھ رہا تھا۔ گلاب سا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ نین کٹوروں میں کاجل کی دھار کی جگہ سرخ ڈورے تھے۔ یوں کہ جیسے یہ آنکھیں رات بھر روتی رہی ہوں یا پھر جاگتی رہی ہوں۔

''یس میم......'' اپنے کوٹ کے بٹن کھولتا وہ نہایت بااعتماد انداز میں اس کے سامنے براجمان ہوا جو اس فرم کی چیف ایگزیکٹو تھیں۔

''موحد...... جب انسان دو راہا کے درمیان پھنس جائے اور سمجھ میں نہ آئے کہ کس سمت جائے تو اسے کسی دوست، کسی ہمدرد کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے مسئلے کو دانائی سے پرکھتے ہوئے مفید مشورہ دے کر راہ نجات کا پتا دے۔'' قمروش نے اپنی دکھ بھری بپتا سنانے سے پہلے تمہید میں کچھ ایسے جملے ادا کیے کہ موحد کا دل تو سینے میں یوں دھڑکنے لگا کہ جیسے کوئی وحشی ڈھول پیٹ رہا ہو...... ہمدرد...... دوست ان الفاظ نے موحد کو فرش سے عرش پہ پہنچا دیا تھا۔

''موحد۔۔۔۔ محبت ایسا جذبہ ہے جو انسان کو کسی قابل نہیں چھوڑتا۔۔۔۔ محبت لاحاصل رہے تو انسان کی حالت بالکل پاگلوں جیسی ہو جاتی ہے...... محبت نہ پا کر انسان لمحہ لمحہ مرتا ہے۔'' وہ دلگیر لہجے میں بولتی آنکھیں موند گئی جیسے وجد کی کیفیت طاری ہو۔ گھنیری پلکوں سے چمکیلے موتی ٹوٹ کر گلابی چمک دار رخساروں پہ گرے تو موحد اس کے دکھ کو دل میں محسوس کرنے لگا تھا' وہ بھی تو آج کل ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھا۔ اگر سمجھ نہ آیا تو پھر ان رنجگوں کا کیا فائدہ؟

''میم...... آپ کھل کر اپنی پرابلم مجھ سے شیئر کرسکتی ہیں۔ آپ کے کام آکر مجھے خوشی ہوگی۔'' اس مان اور بھروسے نے دل میں احساس گھمنڈ پیدا کیا تو لہجے میں تکبر نمایاں ہونے لگا اور فخر نے چہرے کا احاطہ کرلیا...... ورنہ دل تو یہ کہنے کو چاہ رہا تھا۔

''اے حسینہ! میرا شانہ حاضر ہے، دل کھول کر رو کر اور اپنا غم ہلکا کرلو۔'' مگر جانتا تھا کہ ابھی اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے تھوڑا اور صبر درکار ہے۔

آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے قمروش نے ایک بھرپور تشکر آمیز نگاہ موحد پہ ڈالی اور ہلکا سا مسکرائی تو موحد کا انگ انگ ان نشیلے نینوں کی زد میں آکر جھوم اٹھا اور پھر قمروش نے تھکے ہوئے لہجے میں اپنی ساری بپتا سنادی۔

قمروش کے اپنے شوہر سے خاصے خراب تعلقات تھے۔ قمروش نے تنگ آکر کورٹ میں خلع کا مقدمہ دائر کردیا تھا، شوہر نے خلع کی ایک شرط رکھ دی تھی کہ اگر قمروش اپنا آدھا بزنس اس کے نام کردے تو وہ اس کی جان چھوڑ دے گا...... دونوں نے محبت کی شادی کی تھی۔ وہ دونوں یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے اور اب وہ محبت اس مقام پر آکھڑی ہوئی تھی کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن

بن گئے تھے۔ پہلے ایک دوسرے کے بغیر رہنا دشوار تھا مگر اب ایک دوسرے کے ساتھ رہنا عذاب تھا...... قمروش اپنے شوہر کی لالچی طبیعت سے تنگ آ گئی تھی۔

''کتنی بے رحم ہوتی ہے ناں یہ محبت موحد؟'' بھیگے لہجے میں اس نے استفسار کیا تو موحد کا دل چاہا کہ اپنے محبوب کا ہر غم سمیٹ لے۔

''میم...... میرے خیال میں ایسا آدمی محبت نہیں نفرت کے قابل ہے۔ اس کے لیے آنسو بہانا تو گویا خود کی توہین ہے۔'' موحد اس کے غم پر تڑپ اٹھا۔ اسے قمروش کا غم اپنا لگا۔ اس کے آنسو موحد کے دل پہ گر رہے تھے۔ پورا آفس جانتا تھا کہ قمروش کے اپنے شوہر کے ساتھ اختلافات ہیں اور بات طلاق تک پہنچ گئی ہے...... جہاں پورا آفس اس خبر سے مزے لے رہا تھا وہاں موحد اپنے دل اور جذبہ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر نہ جانے کس گھڑی کس لمحے قمروش کی زلفوں کا اسیر ہو گیا تھا اور قمروش جو اس سے عمر میں خاصی بڑی تھی اس کے جذبات سے بالکل بے خبر تھی اور موحد اس انتظار میں تھا کہ قمروش خلع لے کر آزاد ہو اور وہ اپنے دل کو اس کے قدموں میں رکھ دے اور بتا دے کہ وہ قمروش سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اس وقت کے انتظار میں ایک ایک لمحہ کانٹوں پر گزر رہا ہے۔

وہ جانتا تھا کہ یہ راہ اتنی سہل نہیں، وہ آسمان کے سب سے روشن ستارے کی تمنا کر رہا ہے مگر محبت کے جذبے سے مغلوب شخص حاصل اور لاحاصل کے بارے میں سوچتا ہی کب ہے۔

''میم...... میں تو کہتا ہوں کہ ایسے گھٹیا اور ناقدرے انسان سے ہر صورت اپنی جان چھڑا لیں۔ وہ اگر بزنس کا آدھا حصہ مانگتا ہے تو دے دیں بلکہ اس ذلیل شخص کے منہ پہ دے ماریں اور جتنی جلدی ہو سکے اس ناسور کو اپنے وجود سے الگ کر دیں۔'' جوش میں وہ کچھ زیادہ ہی کہہ گیا اور کیوں نہ کہتا ذکر بھی تو اس کے ''رقیب'' کا ہو رہا تھا۔

''یہ مرد ذات بھی کتنی عجیب ہے موحد...... اپنی محبتوں کی بلندیوں پہ ایک عورت کو پہنچا کر عین اس وقت گرا دیتی ہے جب عورت اس کی محبت میں مدہوش و بے خبر ہو جاتی ہے۔ کاش بے وفائی کا ہنر عورت کو بھی آتا۔'' قمروش کا ہر لفظ زخمی تھا۔ جلن کے ناگ نے موحد کو اس بری طرح سے ڈسا کہ وہ کالے سے نیلا ہو گیا۔

''میم...... ہر مرد ایک جیسا نہیں ہوتا اور نہ ہی سب کی فطرت سانپ جیسی ہوتی ہے، ایک مرد کی بے وفائی کی وجہ سے اب ساری دنیا کے مرد تو گناہ گار قرار نہیں دیے جا سکتے......'' در پردہ اپنی بھرپور وکالت کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

دل تو چاہ رہا تھا کہ اپنی چاہت کا ابھی اظہار کر دے مگر ٹھکرائے جانے کا خوف اسے روک رہا تھا۔ قمروش نے اپنے آنسو پونچھے حالانکہ موحد یہ سعادت خود حاصل کرنا چاہتا تھا مگر وائے نصیب...... اس کے چہرے پر مہربان سا تبسم بکھرا یعنی وہ موحد کی باتوں سے کسی فیصلے پر پہنچ گئی تھی۔

* * *

''موحد...... یہاں بیٹھو بات کرنا ہے مجھے تم سے۔'' چھٹی کے دن وہ دیر سے سو کر اٹھا تو سعدیہ بیگم نے موقع پاتے ہی اسے دھر لیا...... روزانہ تو وہ ہوا کے گھوڑے پہ سوار رہتا تھا کسی کے قابو میں ہی نہیں آتا تھا۔

''جی بولیں امی...... ایسی کون سی بات ہے جسے کرنے کے لیے آپ اتنے دنوں سے بے چین

ہیں۔'' وہ گیلے بالوں میں تولیہ رگڑتا ہوا قدرے اکتاہٹ سے بولا اور دادی کے پاس تخت پر بیٹھ گیا۔

''ایمان کے گھر والے کتنی بار پوچھ چکے ہیں' ڈیٹ فائنل کرنا چاہ رہے ہیں اور ایک تم ہو جو نہ جانے آج کل کن چکروں میں ہو۔'' ساس کو چھالیہ کتر کر دیتے ہوئے ماں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''کون ایمان؟'' اس نام پر سر رگڑتے ہوئے اس کے ہاتھ تھمے تو چونک کر استفسار کیا۔

''توبہ ہے بھائی...... آپ کو یعنی ایمان ہی یاد نہیں خیر...... زیادہ ہی بھلکڑ ہو گئے ہیں۔ آپ کی بچپن کی منگیتر اور پھوپوزاد ایمان اور کون؟ جو پچھلے پانچ ماہ سے آپ کے نکاح میں ہے۔'' بسمہ اس کی بات پر سخت حیران ہوئی۔

''اچھا اچھا...... وہ......'' گیلا تولیہ بہن کی طرف اچھالتے ہوئے، ناگواری سے یوں بولا جیسے ایمان کا تعارف کروانے پر بہن سے بدلہ لیا ہو۔ جس کے بارے میں وہ سوچنا چاہتا تھا اور نہ ہی بات کرنا چاہتا تھا۔

''بھائی...... وہ لوگ جلد رخصتی کرنا چاہ رہے ہیں، پھوپو کی طبیعت بھی خراب رہتی ہے۔'' برا سا منہ بناتے ہوئے اس نے گیلا تولیہ الگنی پر لٹکایا اور دوبارہ سے سامنے بیٹھ گئی۔ اسے بھائی کی اس حرکت سے سخت چڑ تھی' اکثر وہ گیلا تولیہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے موحد کی طرف اچھال دیتی تھی مگر آج ایسا موضوع تھا کہ وہ ضبط کے پل صراط پر سے گزر گئی۔

''بھئی کیا ہو گیا ہے' ایسی کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے جو یوں رخصتی کے لیے اتاؤلے ہوئے جا رہے ہیں سب۔'' وہ سر جھٹک کر جواب دیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو دادی نے بازو تھام کر اسے دوبارہ سے بٹھالیا۔

''وہ سب پریشان ہو رہے ہیں۔ راحت کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ وہ بیٹی کے فرض کو جلد ادا کرنا چاہتی ہے، تمہارا باپ روز تمہاری ماں کو باتیں سناتا ہے اور ایک تم ہو کہ بات کو سنجیدہ ہی نہیں لے رہے۔ وہ لوگ لڑکی والے ہیں اور نکاح کے بعد لڑکی کو زیادہ دیر گھر میں نہیں بٹھانا چاہتے۔'' دادی نے غصے سے کہا تو ان کے منہ سے پان کی چھنٹیں اڑ کر موحد کے چہرے پر پڑیں تو بے اختیار بسمہ کی ہنسی نکل گئی جسے اس نے بہ مشکل ضبط کی...... گیلے تولیے والی حرکت کا بدلہ دادی کے ذریعے پورا ہو گیا تھا۔ ہنسی تو آنی تھی...... سیانے صحیح کہتے ہیں کہ اپنا بدلہ لینے کے بجائے اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ زیادتی کرنے والے سے خود نمٹ لیتا ہے۔

''اس کو چھوڑیں دادی......'' چہرے کو ہاتھ سے صاف کیا اور اپنا بازو دادی کی گرفت سے آزاد کرواتے ہوئے ناگواری سے بولا اور ایک کھا جانے والی نگاہ ہنسی ضبط کرتی بسمہ پر ڈالی جو ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''ایک تو میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی' لوگ پہلے زبردستی بچوں کا نکاح کرا دیتے ہیں پھر رخصتی کے لیے بندوق تان لیتے ہیں۔ نکاح ہوا ہے تو رخصتی بھی ہو جائے۔ آخر گولی کس بات پر چل رہی ہے۔'' وہ قمروش کی محبت میں گرفتار دو کشتیوں کا سوار بنا ہوا تھا جو ساحل پہ پہنچنے کا متمنی تو تھا مگر قمروش کے ساتھ...... ایمان حد درجہ بری لگتی تھی۔ گھر والوں کے مجبور کرنے پر نکاح تو کر لیا تھا مگر جب سے قمروش اس کی زندگی میں آئی تھی' وہ ایمان سے سخت چڑنے لگا تھا۔ کبھی ٹال مٹول کرتا' کبھی تنخواہ بہتر ہونے کا بہانہ بناتا، کبھی کیریئر بنانے کی بات چھیڑ

دیتا...... اصل میں سارے بہانے صرف قمروش کی وجہ سے تھے۔

''بہو...... مجھے تو اس لڑکے کی ٹال مٹول سے دال میں کالا لگنے لگا ہے۔'' دادی نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تو موحد ایک دم سے گھبرا گیا کہ جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

''مثلاً کیا دال میں کالا؟'' موحد نے دادی کو جانچنے کے لیے دانستہ معنی خیز سوال کیا۔

''ارے یہی کہ کسی اور لڑکی کا چکر چلا بیٹھا ہے تو...... جس کی وجہ سے یہ سب آئیں بائیں شائیں ہو رہی ہے۔'' اتنا صحیح اندازہ لگانے پر موحد دل ہی دل میں پرانے وقتوں کی دادی کی ذہانت کا قائل ہو گیا۔ انہوں نے منٹ میں الجھی ہوئی ڈور کا سرا تھام لیا تھا یعنی بھاگتے چور کی لنگوٹی ہاتھ آ گئی تھی۔ موحد کی بوکھلاہٹ سعدیہ بیگم اور بسمہ کو چونکا گئی۔ موحد کا دل تو کہہ رہا تھا کہ قمروش کے بارے میں ابھی سب بتا کر راز دل اگل دے مگر ابھی تو محبت کا اظہار قمروش کے سامنے ہی نہیں کیا تھا، اس کی رائے ہی معلوم نہ تھی۔ یوں وہ اکیلا سفر محبت پر کیسے نکل جاتا۔

''بھائی...... ڈیٹ فائنل کر دیں ناں، آپ کی شادی ہو گی تو میں اپنی ساری فرینڈز کو بلا کر ہلا گلا کروں گی۔ نئے نئے ڈریسز بنواؤں گی اور اپنی چاند سی بھابی کو گھر لے آؤں گی...... اف کتنا مزہ آئے گا۔'' بسمہ نے بالکل بچوں کے سے انداز میں خوشی کا اظہار کیا تو موحد جل کر کباب ہو گیا۔

''پتا نہیں کیوں آپ لوگ ایک فضول سی بات لے کر میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ نکاح کو پانچ ماہ ہی ہوئے ہیں کون سا پانچ صدیاں گزر گئی ہیں۔'' وہ بدلحاظی سے کہہ بیٹھا تو ماں نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا...... دادی نے حیرت سے دوپٹا منہ پر رکھ لیا اور بسمہ کے مسکراتے چہرے پر خوشی دم توڑ گئی۔

''رہنے دو بہو...... ہم عورتوں کو یہ آج کل کے لڑکے یوں ہی گھماتے ہیں، ہمیں تو یہ چیونٹیاں سمجھتے ہیں جن کو جب چاہے مسل دیں...... آنے دو اس کے باپ کو سارے کس بل نکال دے گا۔'' پاندان سے دوسرا پان نکالتے ہوئے دادی نے منہ میں ڈالا اور چونے کتھے میں لتھڑی انگلیاں بالوں میں رگڑتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔ انداز ایسا تھا کہ اب ''چوزہ جانے اور مرغا''

❁......❁......❁

گزرتے وقت کے ساتھ قمروش کے ساتھ وابستگی اور گہری ہونے لگی۔ دل اظہار کے لیے اکساتا، ڈراتا کہ کہیں وقت ہاتھ سے نہ نکل جائے اور اس کی محبت دل کے قبرستان میں دفن ہو کر رہ جائے...... قمروش کی توجہ اور اہمیت پر اس کے دل میں یہ یقین پختہ ہونے لگا تھا کہ ضرور اس کے دل میں بھی موحد کے لیے خاص مقام و جذبہ ہے مگر عورت ذات حیا کے مارے اظہار نہیں کر پا رہی۔

''میم...... آپ کے خیال میں دو ایسے افراد کی محبت کس حد تک پائیدار ہوتی ہے جن کی عمروں میں اچھا خاصا فرق ہو؟'' ان دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ دونوں ایک دوسرے سے اپنی الجھن یا پریشانی بانٹ لیا کرتے تھے۔ وہ آفس کے بعد اکثر شام کو کسی شاندار سے ریسٹورنٹ میں ایک ساتھ وقت گزارتے تھے ابھی بھی مدھم سی روشنیوں میں گھرے اس رومانوی ماحول کا حصہ بنے ہوئے تھے۔ بیک گراؤنڈ میں ہلکی سی موسیقی تو گویا جیسے دل کے تاروں کو چھیڑ رہی تھی۔ ہر دھن نغمہ محبت کی دھن تھی۔

''میرے خیال میں موحد...... عمروں کا فرق کچھ خاص معنی نہیں رکھتا...... بات ہوتی ہے ذہنی مطابقت کی۔ اگر دو انسان ایک دوسرے کے خیالات ونظریات کو اچھی طرح سے سمجھ لیں تو پھر وہ پرفیکٹ میچ ہے۔ چاہے عمروں کا فرق جتنا مرضی ہو۔'' اپنی سنہری زلفوں کو ایک ادا سے پیچھے کرتے ہوئے قمروش نے نہایت خوب صورتی سے جواب دیا کہ موحد کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

''اوہ لیس......'' دل بے اختیار پکارا۔

''مگر قمروش......'' خوشی میں وہ اتنا بے خود سا ہوا کہ اس کا نام لے بیٹھا مگر اگلے ہی لمحے گھبرا گیا' خیال تھا کہ قمروش اس درجہ بے تکلفی پر کڑے تیوروں سے گھورتے ہوئے سخت ناگواری کا اظہار کرے گی مگر ایسا کچھ نہ ہوا آج محبت کی دیوی موحد پہ بے حد مہربان تھی۔

''کیری اون موحد...... مجھے اچھا لگا تمہارا یوں اپنائیت سے میرا نام لینا۔'' قمروش دلنشین لہجے میں بولتی بے حد حسین لگی۔

''تمہیں اندازہ نہیں موحد...... تم میرے دل میں کتنا اہم مقام رکھتے ہو...... تم نے اس وقت مجھے سہارا دیا جب میرا کوئی دوست نہیں تھا...... ہر دوست ساتھ چھوڑ گیا تھا۔'' قمروش نے دلی جذبات کا اظہار کیا۔

''مگر ہمارا یہ معاشرہ تو عمروں کے فرق پر بہت تنقید کرتا ہے۔ ایسے کپل پسند ہی نہیں کیے جاتے۔'' موحد نے دل کی بات کرنے سے قبل تمہید باندھی وہ قمروش کی رائے بھی معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ آج دل میں ارادہ کر کے آیا تھا کہ اظہار محبت کر کے ہی رہے گا چاہے آندھی آئے یا طوفان۔

''دیکھو...... جن کی زندگی ہوتی ہے انہیں ہی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔ لوگ جو مرضی کہیں، کہتے رہیں۔ اب زمانے کے ڈر سے کیا اپنے ارمانوں کا خون کرلیا جائے۔'' اتنا مکمل تسلی بخش جواب تو اس کے اندر قرار ہی قرار پھیلا گیا۔

یعنی راستہ صاف ہے، منزل قریب ہے...... چند قدم کے فاصلے پر محبت کھڑی مسکرا رہی تھی۔ ٹائی کی ناٹ درست کرتے ہوئے، اپنا اعتماد بحال کیا، الفاظ ترتیب دیتے ہوئے موحد نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ قمروش کا موبائل گنگنا اٹھا۔ اس کے وکیل کا فون تھا۔ وہ کیس کے سلسلے میں چند اہم نکات پر قمروش سے بات کرنا چاہتا تھا یوں یہ محفل برخاست ہوئی اور اظہار محبت نوک زبان پر مچلتا ہی رہ گیا تھا۔ موحد کو اپنی منزل بہت قریب نظر آرہی تھی۔ آج نہیں تو کل اسے اظہار کا موقع مل ہی جاتا، اگر رستے میں کوئی رکاوٹ تھی تو وہ تھی ایمان...... جسے ہر صورت ہٹانا تھا۔

''ایمان...... میں نے بہت سوچنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا رشتہ بڑوں کی زور زبردستی کے سوا کچھ نہیں...... ہم مستقبل میں ایک دوسرے کے اچھے لائف پارٹنر نہیں بن سکتے...... سو بہتر ہے کہ اس رشتے کو یہیں ختم کر دیتے ہیں۔'' فون پر ایمان کا نمبر ملا کر موحد نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا' جس کو سننے کے بعد ایمان ہکا بکا رہ گئی تھی۔

''مگر...... اس میں میرا کیا قصور ہے۔ آپ مجھے کیوں سزا دے رہے ہیں' میرے لیے تو آپ ہی سب کچھ ہیں۔'' ایمان کو موحد سے اس بے رحمی کی امید نہ تھی۔

''ایمان...... اصل میں...... میں کسی اور کو چاہنے لگا ہوں......'' موحد نے ایک اور بم پھوڑا۔

''یہ محبت نہیں خود غرضی ہے موحد کہ جو رشتہ ابھی بنا نہیں اسے بنانے کے لیے پہلے سے موجود رشتوں کو توڑ دیا جائے۔'' ایمان نے سسکاری بھری۔

''یہ تمہاری سوچ ہے ایمان...... مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی محبت کے بغیر اب نہیں رہ سکتا۔'' اس کی تڑپ کو نظر انداز کرتے ہوئے بے رحم صیاد بولا۔

موحد نے بہت غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ نکالا تھا کہ قمروش سے شادی کے نتیجے میں اس کے لیے عزت، دولت، مقام اور آسودہ زندگی ہوگی...... وہ آج جس فرم کا ملازم ہے، کل اس کا مالک ہوگا...... قمروش کے ساتھ شادی کر کے وہ بہترین زندگی گزارے گا جبکہ ایمان کے ساتھ وہ زبردستی کی زندگی گزارے گا جس میں نہ تو دولت ہوگی اور نہ ہی عیش و آرام...... جو ایک مجبوری کا بندھن ہوگا، کچے دھاگے سے بھی کمزور...... تھکی ہوئی بے کار زندگی۔ اسی لیے وہ اس زبردستی کے بندھن کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ ایمان سے بات کیا ہوئی، خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ موحد کے گھر میں تو جیسے بھونچال آ گیا تھا۔

''بھائی...... ابھی بھی وقت ہے، سوچ لیں آپ کا فیصلہ جذباتی ہے۔'' بسمہ نے سمجھایا۔

''موحد، کچھ تو عقل کرو...... تمہارے ابو اور پورا خاندان میرا دشمن ہو جائے گا۔'' ممتا کی پکار بلند ہوئی۔

''دیکھ لیا ناں بہو...... میں نہ کہتی تھی کہ یہ لونڈا کوئی گل کھلائے گا۔'' دادی کا واویلا۔ سب نیزے برچھیاں لے کر اس پر حملہ آور ہوئے تھے وہ نہتا اپنی محبت کی جنگ لڑ رہا تھا۔

''میں اس زبردستی کے رشتے کو لے کر نہیں چل سکتا...... آپ میں سے کوئی مجھے مجبور نہیں کر سکتا...... یہ میری زندگی ہے، اس کا فیصلہ بھی میں خود کروں گا...... میں ایمان کو کوئی خوشی نہ دے سکوں گا۔'' وہ محبت کی جنگ ہر صورت جیتنے کا عزم کر چکا تھا۔

دشمن وشمن، نیزہ ویزہ، خنجر ونجر کیا
عشق کے آگے مات ہے سب کی لشکر وشکر کیا
اک تیرے جلوے سے روشن ہیں آنکھیں
ساعت واعت، لمحے ومحے، منظر و نظر کیا
تیرے روپ کے آگے پھیکے چاند ستارے بھی
بالی والی، کنگن ونگن، زیور ویور کیا
یار قمر کی باتوں کا کیا اس کی ایک ہی رٹ
لکھتا ہے بس نام تیرا وہ کافر وافر کیا

❀ ❀ ❀

اگر کسی محاذ پر اسے زور دار مخالفت ملی تو وہ ظفر صاحب کا محاذ تھا۔

''او نافرمان...... کان کھول کر سن لے اگر میری بھانجی کے علاوہ کسی اور سے شادی کرے گا تو میرے گھر میں اس کی کوئی جگہ نہ ہوگی۔'' بے دخلی، عاق نامہ جو اس طرح کے موقعوں کی خاص روایت ہے۔ ان کی طرف سے دھمکی کی صورت موحد کو ملی۔

''مجھے قمروش کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔'' اس نے بھی واشگاف الفاظ میں اپنا فیصلہ سنایا۔

''پگلے، وہ تجھ سے عمر میں بڑی ہے۔'' گھر کی عورتوں نے سمجھایا۔

''کوئی فرق نہیں پڑتا، محبت کی طاقت کے سامنے سب باتیں بے معنی ہیں۔'' اس کی ایک ہی رٹ رہی۔

''کل کو وہ بوڑھی ہو جائے گی تو پھر تجھے اپنی عمر کی لڑکیاں نظر آئیں گی۔''

''ایسا ہو نہیں سکتا، قمروش زندگی کی آخری سانس تک میرے ساتھ رہے گی۔''

''ایمان کا دل دکھا کر پچھتاؤ گے۔''

''کیا اس کی پرواہ کرتے ہوئے اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ لوں؟'' کوئی اسے قائل نہ کرسکا۔ محبت ازل سے باغی رہی ہے اور اپنے اسیروں کو بغاوت پہ مجبور کرنا تو اس کی شان ہے۔

''بس آج کی رات اس گھر میں ہوں...... کل صبح میں ہمیشہ کے لیے یہ گھر چھوڑ جاؤں گا۔'' محبت سے دستبرداری اس کے بس میں نہیں تھی۔

تمہیں میں کھو نہیں سکتا
تمہاری یاد کا البم
سرہانے رکھ کر سوتا ہوں!

❁......❁......❁

اس کے موبائل پر میسج آیا۔ اس نے ہر صورت تہیہ کرلیا تھا کہ آج قمروش سے اظہار محبت کر کے رہے گا۔ قمروش نے اسے کمرے میں بلایا تو خوشی سے اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔

''موحد...... میں نے تمام اختلافات بھلا کر اپنے شوہر سے صلح کرلی ہے۔ وہ بھی اپنے رویے پر بے حد شرمندہ ہے۔ چند روز کی دوری نے ہمیں احساس دلا دیا کہ زندگی پرخلوص اور بے ریا محبت کے بغیر بے کار ہے۔'' قمروش نے اس کے سر پر بم پھوڑا وہ جو گھر چھوڑنے کی ٹھانے بیٹھا تھا دل مسوس کر رہ گیا اور ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکا تھا۔

❁......❁......❁

سرخ جوڑے میں شرمائی لجائی ایمان گلابوں میں گھری اس کی منتظر تھی۔ شرمگیں آنکھوں کے فسوں نے موحد کے دل میں پھول ہی پھول کھلا دیے تھے۔ دل ایک نئے نغمے کی تال پہ جھومنے لگا تھا۔

''ایمان...... تم نے میری غلطیوں کو معاف کردیا ناں۔'' اس نے اس کا چوڑیوں سے سجا حنائی ہاتھ تھامے پوچھا۔ نئی نویلی دلہن کو اپنے محبوب شوہر کی پشیمانی بالکل بھلی نہ لگی۔

''موحد...... محبت کا ظرف بڑا وسیع ہے یہ کبھی بھی ناراض نہیں ہوتی۔'' ایمان نے مدھ بھرے نینوں سے موحد کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دلی جذبات کا اظہار کیا تو موحد خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔

ایمان سے شادی کرکے اس نے سب گھر والوں کو بھی راضی کرلیا تھا۔

''موحد...... ایک بات پوچھوں؟'' موحد جو اس کی چوڑیوں سے کھیل رہا تھا اثبات میں سر ہلایا۔

''آپ نے اپنا فیصلہ اچانک کیسے بدلا...... آپ تو ڈٹ گئے تھے؟'' ایمان کے سوال پر موحد نے ایک نظر ایمان کے چہرے پر ڈالی۔

''چھوڑو تم نہیں سمجھو گی۔ تم اس پر شکر کرو کہ مجھے وقت پر عقل آگئی۔'' موحد نے کہتے ہوئے ایمان سے زیادہ خود کو تسلی دی...... عقل سے زیادہ اوقات نظر آگئی تھی مگر یہ بات وہ ایمان سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

''ایمان تم بس اتنا یاد رکھو کہ میں تمہاری سچی محبت کو کھونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔'' وہ مخمور نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا تو انہیں مسکراتا دیکھ کر گلاب بھی مسکرادیئے تھے۔

❁

قسط نمبر 6

یہ عجیب ہے محبت کہ زمانہ جانتا ہے
نا میں اس کی مانتی ہوں، نا وہ میری مانتا ہے
کوئی اس سے جا کے پوچھے اسے کیا ملا بچھڑ کے
میں بھی خاک چھانتی ہوں، وہ بھی خاک چھانتا ہے

پھوپو نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ اس کے ٹھکرائے جانے کے غم کو ایک اچھا گھر دے کر اس کا غم غلط کردیں جو کہ ان کے بیٹے کی طرف سے ملا تھا اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئی تھیں کہ لڑکا پڑھا لکھا ہونے کے ساتھ ساتھ دین دار اور صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا۔ لڑکے کی ماں ان کی دور پرے کی رشتہ دار تھی۔ نہایت وضع دار باپردہ اور نیک خاتون تھیں۔ عمر بھر نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھ چکی تھیں۔ باقاعدہ کوئی محافل کا انتظام تو نہ کرتی تھیں مگر شائستہ نے دیکھا تھا کہ خاندان کے علاوہ باہر سے بھی خواتین ان سے اپنے مختلف مسائل کے حل پوچھنے آتیں، جنہیں وہ اپنے فہم اور تدبر سے قرآن کی تفسیر کی روشنی میں بتانے اور حل کرنے کی کوشش کرتیں۔ شام کے وقت بچیاں ان سے قرآن پڑھنے بھی آتیں...... اپنے مزاج اور ماحول کے مطابق اکلوتی بہو جو کہ خوب صورت بھی تھی اور باادب بھی کو پاکر وہ بھی خوش تھیں مگر کیا کیا جائے کہ سہاگن وہی جو پیا من بھائے۔ شائستہ کا شوہر اس کا گرویدہ نہ ہوا تو ناخوش بھی نہ تھا۔

شائستہ اس شادی کے بعد اپنے دل پر گہرائی سے کھدے ابتہاج کے نام کو مٹانے میں پوری کوشش کررہی تھی کہ اس کے نزدیک یہ گناہ تھا کہ وہ کسی اور کے نکاح میں ہو اور اس کی سوچوں پر کوئی اور شخص قابض ہو مگر ابھی اور آزمائش باقی تھی کہ اس کا شوہر احمد کچھ عرصہ پہلے جس دفتر میں بھرتی ہوا تھا وہاں اب جو نیا باس آیا تھا وہ ابتہاج ملک تھا جو اپنے اسٹاف کے ساتھ گھل مل گیا تھا اور احمد کو دیکھ کر اسے خوش گوار سی حیرت ہوئی تھی اور چونکہ زندگی میں ہلچل اور ہلے گلے کا شوقین تھا تو آئے روز پارٹیز میں ان دونوں میاں بیوی کو بھی مدعو کرتا اور کبھی کبھار وہ دونوں میاں بیوی بھی آن دھمکتے۔ یوں ابتہاج ملک کی مریم کے لیے وارفتگی شائستہ کو عجیب سے ہیجان میں مبتلا کردیتی اور پھر احمد بھی اب بات بات میں شائستہ اور مریم کا موازنہ کرنے لگا تھا۔ بعض دفعہ تو اس کے

لہجے میں ایسی حسرت ہوتی یہ بات کہتے ہوئے کہ کاش وہ بھی مریم جیسی ہوتی ہر دل میں گھر کر جانے والی، ہر محفل پر چھا جانے والی، اس پل اس کا دل چاہتا جا کر مریم کا گلا دبا دے، اس کی ہستی کو نیست و نابود کر دے، اس کے وجود کو دنیا سے مٹا دے جو اس کی خوشیوں کو ایک ایک کر کے گھن لگاتی جا رہی تھی۔

جیسے ہی بچوں کا سلسلہ شروع ہوا وہ نوے فیصد گھریلو خواتین کی طرح بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت میں لگ گئی۔ اب تو اس کی ساس نے بھی اپنی بیماری کے باعث آہستہ آہستہ اپنا علم اس میں منتقل کرنا شروع کر دیا تھا۔ ابتہاج کے بعد احمد کا دور جانا بھی اس نے مریم کو ہی سبب جانا تھا اور اپنی توجہ، محبت اور طرز زندگی احمد کے مزاج کے مطابق کرنے کی بجائے اس نے اسے اپنی طرف راغب کرنے کے لیے وظائف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس نے مریم کے مرنے کی دعائیں مانگنی شروع کر دی تھیں۔ مریم تو نہیں مری تھی مگر ابتہاج ملک کے تبادلے کی وجہ سے وہ لوگ دوسرے شہر انتقال کر گئے تھے مگر وہ نہ تو مریم کو اپنے خاوند کے دل سے پھر کبھی نکال پائی تھی نہ اس کے ذکر سے جواب برملا اظہار کرتا تھا کہ شوہر اور گھر پر راج تو مریم جیسی عورتیں کرتی ہیں۔ اس جیسی عورتیں تو ایسی ہوتی ہیں جن میں نہ گن ہوتے ہیں مرد کو اپنا بنانے کے نہ محبت سے خاوند کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، ان کو صرف ایک شوپیس کی طرح گھر میں سجا کر رکھا جا سکتا ہے۔ ایسے میں وہ سرتاپا جھلس کر رہ جاتی اور انہی دنوں اس کی ساس جو اماں جہاں کے نام سے جانی جاتی تھیں اچانک بیمار ہو کر چل بسی تھیں، شائستہ نے آگے بڑھ کر خود بخود ان کی جگہ سنبھال لی تھی۔

"شاباش ہے بھئی تم پر...... زندگی میں پہلا مرد دیکھا ہے میں نے جو ایک بار نہیں بار بار اپنی بات سے مکر جاتا ہے...... پہلے اسے محبت کے اتنے بلند و بانگ وعدے کہ لگتا تھا اپنی جذبوں کے زور پر اسے اپنا بنا لو گے پھر اس سے بے عزتی کرانے کے بعد دعوے تو قائم رہے مگر ان کی نوعیت بدل گئی...... تم اس سے بدلہ لینے کے درپے تھے...... تو کیا ہوا ان وعدوں کا، ان منصوبوں کا کہ تمہاری محبوبہ پلس دشمن جلد ہی پیا دیس سدھارنے والی ہے مگر تم نہ تو ایسا پہلا دعویٰ نبھا سکے نہ دوسرا اور خود کو ایک کمزور مرد ثابت کر دیا۔ خیر میں نے یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ جلد ہی تمہارے ہاں اس کی شادی کا دعوت نامہ پہنچنے والا ہے، امید ہے تم اسے دشمن نہ سہی پرانی محبوبہ سمجھ کر ہی دلہن بنی دیکھنے ضرور آؤ گے۔"

"ہاہاہا...... شادی ہو جاتی تو یہ مرد نہ ہونے کا طعنہ بھی دے دیتیں...... اتنی بھی کیا جلدی ہے مائی ڈیئر...... ابھی تو شادی نہیں ہوئی ناں...... ڈونٹ وری، وہ اگر میری دلہن نہیں بنی تو موحد کی بھی نہیں بنے گی...... جلد ہی رابطہ کروں گا...... تمہیں اتنی جلدی ہے میرے دعوؤں کو سچ ہوتے دیکھنے کی تو تھوڑی بہت ہیلپ تو تمہاری بھی چاہیے ہوگی۔" وہ خباثت سے ہنستا ہوا بولا۔

"میں ہر قسم کی مدد کو تیار ہوں...... بس شجر کو موحد کی زندگی میں نہیں آنا چاہیے۔" اس نے تنفر سے کہا۔

"نہیں آئے گی...... میرا یقین رکھو...... جلد دوبارہ بات ہوتی ہی۔" پُرعزم لہجے میں کہتے اس نے کال بند کی تو آیت کے دل میں لگی آگ کچھ ہلکی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

"کون ہے وہ جس نے تمہیں اتنی جرأت دے دی کہ کبھی گھر سے اکیلے باہر قدم نہ نکالنے والی لڑکی نے اکیلے جا کر نکاح بھی کر لیا اور ماں باپ کو خبر تک نہیں ہوئی۔ وہ تو میرے مالک کو میری کوئی نیکی پسند آئی تھی یا اماں کی دعاؤں کا اثر تھا کہ میرے سسرال والوں کو شک تک نہیں ہوا کہ جس لڑکی سے بات طے ہوئی ہے۔ سیج پر وہ نہیں اس کی بہن کو بٹھایا گیا ہے اور وہ بھی میرے اندازوں سے بڑھ کر نکلے...... میرے تمام خدشات سے دور...... ورنہ تم نے تو ہمیں زندہ درگور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اب جب کہہ کر تھک گئے ہیں کہ بلاؤ اس خبیث کو جو تمہیں پتا نہیں کون سے سبز باغ دکھا کر اس راستے تک لیے آیا کہ جہاں تم نے ماں باپ کی عزت کا خیال رکھا نہ اماں جہاں کی حیثیت و مرتبے کا۔ اب منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی ہو۔" وریشا آج اپنی شادی کے تیسرے دن گھر آئی تھی تو جہاں تائی سلطانہ نے اسے مطمئن دیکھ کر سکون کی سانس لی تھی وہاں اماں جہاں بھی اپنے اس فیصلے پر مطمئن ہو گئی تھیں ورنہ پے در پے ہونے والی ناکامیوں اور حادثات و واقعات نے ان کی ذہنی حالت نہایت دگرگوں کر دی تھی...... بظاہر وہ ویسی ہی تھیں مگر اندر سے برے طرح شکست و ریخت کا شکار تھیں...... بڑی بڑی مشکلات سے نہ گھبرانے والی اماں جہاں کو عبدالحنان کی حالت نے توڑ دیا تھا۔

"میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا تھا وریشہ، یقین کرو وہ تو سیدھی طرح رشتہ لے کر آنا چاہتا تھا اور ایک دنیا کو گواہ بنا کر مجھے اپنانا چاہتا تھا مگر اماں جہاں اور اماں نے مجبوریوں کا ایک مضبوط جال میرے گرد بن دیا کہ اس میں سے باہر نکلنے کا واحد راستہ یہی تھا اور نہ وہ مجھے یہاں رخصت کر دیتیں جہاں آج تم ہو عمر بھر اپنے گھر والوں کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہنے والا تیرا دل اور تیری زبان اس ایک بات پر راضی نہیں تھے......

ایک غیر مرئی طاقت تھی جو مجھے اپنے ساتھ باندھ کر وہاں تک لے گئی ورنہ میں تو اسے کچھ دن پہلے ہی جواب دے کر آ گئی تھی۔" وہ آزردگی سے بولی۔

"بس اب تم جو بھی کہو، اس تکلیف کا ازالہ اب تمہارے کوئی الفاظ، کوئی عمل نہیں کر سکتا جو اس روز ہم پر ایک عذاب کی طرح نازل ہوئی جو تمہاری مسلسل گمشدگی کی صورت میں ہم پر اترا...... اس لیے یہ سارے جواز اور توجیحات بے کار اور بے معنی ہیں ہمارے لیے...... جلد از جلد اسے بلواؤ اماں جہاں تمہیں زیادہ دیر اس گھر میں برداشت کرنے کے حق میں نہیں ہیں اور باہر میری ساس آئی بیٹھی ہیں، آ کر اچھی طرح سے ان سے مل کر بات چیت کرو کہ مجھے تمہاری اس دن کی گمشدگی کو ہم نے تمہارے شدید بخار کے بہانے میں لپیٹ دیا مگر وہ جہاندیدہ خاتون ہیں، کھٹک گئی تھیں جب ہی دو تین بار مجھ سے تمہاری بابت پوچھ چکی ہیں۔ خصوصاً ولیمہ کی دعوت میں...... مومنہ کی تو منتہا کی موت کے بعد ذہنی حالت کی خرابی اور چھوٹی دادی کے گھر رہائش کا بہانہ کارگر ہو گیا مگر گھر کے ہر فرد پر یہی بہانہ لاگو کیا گیا تو لوگ کھٹک جائیں گے اور نئے نئے بنے رشتوں پر اثر پڑے گا۔ مجھے تو مومنہ کے وہاں اتنے طویل قیام اور اماں جہاں کی اس حوالے پر مسلسل خاموشی کے پیچھے بھی کوئی گہرا راز پوشیدہ لگتا ہے، کہاں وہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی ایک پل کے لیے بھی کہیں رکنے کی اجازت دینے کی خواہاں نہیں تھیں چاہے وہ ان کی سگی بہن کا گھر کیوں نہ ہو، کجا کہ ایک مہینہ سے وہ پوچھے بغیر وہاں چلی گئی اور اب تک وہیں رہ رہی ہے اور اماں جہاں خاموش ہیں۔" وریشہ اپنی شادی کے بعد کچھ زیادہ ہی معاملہ فہمی سے کام لے رہی تھی۔

"اچھا اس بات کو یہیں چھوڑو اور آ کر میری ساس اور نند سے ملو...... میری نند بھی کئی بار تمہارا پوچھ چکی ہیں اور ایک دو روز میں ان کی واپسی متوقع ہے، اسی لیے تو جلدی کا کھڑاگ پھیلایا گیا میری سسرال کی طرف سے...... خیر وجہ کچھ بھی ہو...... ایسا ہونا ازل سے طے تھا شاید۔" وہ طویل سانس لے کر اٹھی اور آمنہ کو فوراً باہر آنے کی تاکید کرتی باہر نکل گئی۔ فی الوقت آمنہ کے لیے ہر بات تھوڑے سکون کا باعث تھی کہ اتنی بڑی تبدیلی کو وریشہ نے نہایت سمجھداری سے قبول کر لیا تھا اور سنبھال لیا تھا یقیناً اس میں بڑا ہاتھ اس کے سسرال والوں کا بھی تھا جو کہ واقعی اچھے لوگ نکلے تھے اور وریشہ کو مطمئن دیکھ کر گھر کے سب ہی افراد نے سکون کی سانس لی تھی۔

❁......❁......❁

"نہیں نہیں چھوٹی دادی، میں کسی صورت بھی وہاں نہیں جاؤں گی، آپ انہیں نہیں جانتیں وہ مجھے بھی منتہا کی طرح مار دیں گی۔" وہ بری طرح رونے لگی۔ اماں جی نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کل ہی اماں جہاں کی کال اماں جی کو آئی تھی جس میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ مومنہ کو شادی سے پندرہ دن پہلے واپس بھیج دیا جائے ابھی تک تو انہوں نے لوگوں سے یہ کہہ کر سارا معاملہ چھپایا ہوا تھا کہ بچی اپنی کزن سے بہت اٹیچ تھی اور اس کی ناگہانی موت کا اثر لے کر اس بری طرح سے بیمار ہوئی کہ جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ آخر کار ڈاکٹر کے کہنے پر کچھ وقت کے لیے اس کا ماحول تبدیل کرنا پڑا اور اب وہ ان کی بہن کے گھر تھی مگر بالا ہی بالا وہیں سے اس کا نکاح اور پھر رخصتی ہو جانے کو لوگ نجانے کیا سمجھتے، اماں جی ان کا مسئلہ سمجھ گئی تھیں تب ہی مختصر سا کہا تھا کہ وہ مومنہ سے بات کریں گی۔

''آپ صرف بات ہی نہیں کریں گی، اسے راضی بھی کریں گی۔ اب اتنا تو آپ کر ہی سکتی ہیں ہمارے لیے۔''

''میں کوشش کروں گی۔'' انہوں نے مختصر کہہ کر کال کاٹ دی اور پھر مومنہ کو جیسے ہی بلا کر بات کی وہ تو بے حد خوف زدہ ہوگئی اور سرے سے وہاں جانے سے ہی انکار کردیا۔

''اب وہ ایسا کچھ نہیں کریں گی مومنہ، وہ حالات کی نزاکت کو سمجھتی ہیں۔ منتہا اکیلی تھی اور اس وقت وہی اس کی سرپرست تھیں۔ اپنی عزت بچانے کے لیے انہوں نے یہ گھناؤنا قدم اٹھایا تھا۔ اب جب وہ یہ بات جان گئی ہیں کہ تم بھی یہ سب جانتی ہو اور مجھے بھی بتا چکی ہو، وہ ایسا کچھ بھی نہیں کریں گی، کر ہی نہیں سکتیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ اس نکاح کے بعد اب تمہاری حیثیت بدل گئی ہے۔'' وہ رسان سے بولیں۔

''پھر بھی چھوٹی دادی...... پھر بھی مجھے اس گھر میں کبھی نہیں جانا۔'' وہ بضد ہوئی۔ ''یا پھر...... آپ میرے ساتھ جائیں گی اور ایک پل بھی وہاں مجھے اکیلا نہیں چھوڑیں گی۔''

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے مومنہ؟ گھر میں ایک نہیں دو، دو شادیاں ہیں، گھر کو ان حالات میں چھوڑ کے جانا میرے لیے ناممکن ہے اور شجر تو آج کل اٹھتے بیٹھتے میں گلہ کرتی نظر آتی ہے کہ جب سے مومنہ آئی ہے اس نے اماں جی پر پوری طرح قبضہ کرلیا ہے...... کم از کم وہ اپنی شادی کے دنوں مجھے نہیں جانے دے گی۔'' وہ بے بسی سے بولیں۔ مومنہ ایک دم چپ ہوگئی۔ اس گھر میں ہر رشتے کا آپس میں محبت کا تذکرہ اسے یونہی اپنی محرومیاں کی یاد دلا کر افسردہ کردیا کرتا تھا۔

''اچھا تم پریشان نہ ہو...... میں دیکھتی ہوں کچھ ہوسکتا ہے تو۔'' ان سے اس کا اداس چہرہ بھی برداشت نہ ہوا۔

''شکریہ چھوٹی دادی...... بہت بہت شکریہ، آپ ہزاروں سال جئیں، ایسی ہی نہیں اس گھر کا ہر فرد آپ کا گرویدہ ہے...... آپ کو کسی کا دل توڑنا آتا ہی نہیں بس دل جوڑنا آتا ہے۔'' جھلملاتی آنکھوں کے ساتھ وہ پھر ان سے لپٹ گئی تو اماں جی مسکراتے ہوئے اسے تھپتھپا کر رہ گئی تھیں۔

❁......❁......❁

وہ بہت شدت سے رو رہی تھی، ان کی طرف اشارہ کرکے کچھ کہہ رہی تھی۔ اتنی دور سے انہیں اس کی آواز تو سمجھ نہیں آرہی تھی مگر دور سے ہی اس کے تاثرات میں ان کے لیے اتنی نفرت اور تنفر تھا کہ وہ خائف ہوگئیں۔ اس کا لباس بالکل سفید تھا...... کسی لبادے جیسا وہ اب ان کی طرف بڑھ رہی تھی اور جیسے جیسے وہ قریب آرہی تھی وہ الٹے قدم اس سے دور جانے کی کوشش کررہی تھیں مگر نجانے کیا ہوا کہ انہیں لگا ان کے پاؤں زمین میں ہی دھنستے جارہے ہوں وہ جتنا نکلنے کی کوشش کرتیں وہ اتنے ہی اندر چلے جاتے...... مگر اس کے ان کی طرف آنے کی رفتار بہت تیز تھی سبک رفتار، ہوا جیسی، جیسے زمین پر چل کر نہیں پانی پر تیر کر آرہی ہو۔

''میں آپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گی...... ویسے ہی اذیت دے کے ماروں گی جیسے آپ نے مجھے مارا تھا اس سے بڑھ کر تکلیف دوں گی، جتنی آپ نے مجھے دی تھی۔'' اب انہیں اس کی آواز آرہی تھی کہ وہ ان کے قریب آگئی تھی...... بے حد قریب...... وہ اسے ہاتھ بڑھا کر روکنا چاہتی تھیں مگر اچانک ان پر یہ روح فرسا انکشاف

ہوا کہ ان کے پاؤں تو ٹخنوں تک زمین میں دھنس گئے ہیں۔ان کے ہاتھوں، زبان حتیٰ کہ جس کے ہر عضو کو کسی غیر مرئی طاقت نے منجمد کردیا تھا۔ جسم کی ساری طاقت سلب کرلی تھی وہ ان کے اتنے قریب آ گئی کہ اس کے چہرے پر موجود اذیت کو پوری طرح محسوس کیا تھا انہوں نے۔

''نہیں چھوڑوں گی...... نہیں چھوڑوں گی۔'' ہذیانی انداز میں کہتے وہ آگے بڑھی اور اپنے دونوں ہاتھ ان کی گردن پر رکھ دیئے تھے۔

''صرف مارنا جانتی ہیں ناں آپ...... مرنے کی اذیت کا تو نہیں پتا ہوگا ماں آپ کو...... میں بتاؤں گی آج آپ کو کہ جب رگ رگ سے روح نکلتی ہے تو انسان کیسے تڑپتا ہے۔'' وہ ان کا گلا زور سے دباتے ہوئے ہونٹ بھینچ کر کہہ رہی تھی۔

انہیں اپنی سانس سینے میں اٹکتی محسوس ہوئی مگر وہ باوجود کوشش کے اس کے ہاتھ اپنی گردن سے ہٹا پا رہی تھیں نہ ہی اس سے ایسا کرنے سے منع کر پا رہی تھیں۔

''رحم مانگنا چاہ رہی ہیں ناں آپ؟'' وہ تنفر سے بولی۔

''میں نے مانگا تھا رحم...... مدد مانگی تھی...... آپ کو نہیں آیا رحم تو آپ پر کیوں کیا جائے...... پوتی نہ سمجھتیں انسان ہی سمجھ لیتیں مجھے...... دنیا میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے مگر آپ نے کیا حل چنا۔ ایک زندہ جیتی جاگتی لڑکی کو زندگی سے ہی محروم کردیا۔'' اس نے اپنے ہاتھوں کا دباؤ ان کی گردن پر اتنا بڑھایا کہ انہوں نے اپنے آپ کو اذیت کے سمندر میں اترتے محسوس کیا۔ آخر میں ان کے حلق سے ایک خرخراہٹ نکلی۔ وہ چیخ مار کر اپنے بستر سے اٹھ بیٹھیں۔ ہاتھ گلے پر تھے اور پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔

❁......❁......❁

وہ دروازہ کھول کر دھاڑ سے کمرے میں داخل ہوئی تھی کہ مومنہ سے کچھ بات کرتی اماں جی ایک دم چونکیں۔

''آرام سے شجر کتنی بار کہا ہے کہ اپنے اندر تھوڑی سنجیدگی لاؤ...... پتا بھی ہے تمہاری تائی کو تمہاری ان حرکتوں سے کتنی چڑ ہے اور کچھ معاملات میں تو وہ بالکل ٹھیک کہتی ہے۔'' اماں جی نے اپنی ازلی نرمی سے اسے احساس دلایا۔

''ابھی تو میں نے کچھ کہا بھی نہیں...... پھر کیسی سنجیدگی، کہیں آپ بھی دادی ساس بننے کی تیاری تو نہیں کررہیں۔ مجھے نہیں پتا، مجھے تو بس ہمیشہ آپ اماں جی کے ادب میں ہی چاہیے، چاہے میری حیثیت پہلے آپ کی پوتی کی تھی یا بعد میں جب آپ کے لاڈلے کی بیوی بن جاؤں گی۔'' وہ سب کہہ کر زبردستی جگہ بناتی اماں جی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اصل میں جب سے مومنہ اس گھر میں آئی تھی اسے اس سے ہمدردی تو تھی مگر اماں جی کی وہ محبت جو اس گھر میں اس کے لیے مخصوص تھی، مومنہ کے لیے دیکھ کر وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی اس لیے جہاں اماں جی اور مومنہ کو اکٹھے دیکھتی ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے کچھ بھی کر گزرتی تھی...... یہ اور بات تھی کہ مومنہ کو اس کی باتیں اور حرکتیں خوشگوار سا احساس بخشتی تھیں۔ اب بھی اس کی بات سن کر اور اماں جی کے ساتھ لاڈ کے انداز دیکھ کر وہ اپنی کچھ دیر پہلے والی پریشانی بالکل بھول گئی تھی جو اماں

جان نے اسے اس کو شادی سے پہلے گھر بھجوانے کے حوالے سے سونپ دی تھی۔

"ارے بچے، میں نے تو ہمیشہ کوشش کی کہ میری بہوئیں بھی مجھے ساس نہیں اپنی ماں سمجھیں تم لوگ تو پھر میرا اپنا خون ہو، میرے بچے، میرے گھر کی رونق۔" اماں جی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا تو وہ جوش سے اٹھ بیٹھی۔

"ایگزیکٹلی...... یہی سپورٹ اور سپرٹ میں تائی جان سے بھی چاہتی ہوں مگر انہیں شاید بچپن سے ہی ساس بننے کا شوق تھا تب ہی میرے بچپن سے ہی ساس والا رول پلے کرتی آ رہی تھیں۔ ان فیکٹ میں کچھ چینج چاہ رہی ہوں اب اس ساس والے بول میں، آپ کو نہیں لگتا کہ تائی جان کو پرانی رسوم ورواج کو ترک کرتے ہوئے اب کچھ نیا کرنا چاہیے۔" مومنہ تو بے اختیار ہنس دی اس کی ان بے سروپا باتوں پر...... اماں جی بھی ٹوک بیٹھیں۔

"بس کرو شجر...... ہر وقت کا مذاق اور بے پر کی ہانکنا اچھا نہیں ہوتا...... انسان کو وہی بات منہ سے نکالنی چاہیے جس کا کوئی معنی یا مطلب ہو...... پتا ہے پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا انسان جو فضول ہی بولتا رہے اس کی سنجیدہ بات کو بھی لوگ چٹکیوں میں اڑا دیتے ہیں۔"

"ارے کس نے کہا کہ یہ سنجیدہ بات نہیں ہے، ارے اماں جی، ہمارے ملک میں ہر سال، ہر روز ہزاروں خواتین ساسوں کے ظلم کا شکار ہو کر مر جاتی ہیں، مر رہی ہیں اور تبدیلی کا عمل ہو یا بھلائی کا انسان کو پہل اپنے آپ سے کرنی چاہیے، اپنے گھر سے کرنی چاہیے میں نے صرف پہلا قدم اٹھایا ہے بس اور آپ نے مجھے اتنی باتیں سنا دیں۔"

"اچھا بابا، تم سے پہلے کوئی باتوں میں جیتا ہے جواب جیتے گا لیکن ناپسندیدہ عادت کو اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا ٹوک کر آپ کو احساس دلائے، خود ترک کر دینا چاہیے، تمہاری تائی ایک سگھڑ، معاملہ فہم اور سنجیدہ خاتون ہے اور اپنی اکلوتی بہو میں بھی یہی خوبیاں چاہتی ہے۔"

"ہاں تو میری عمر میں کون اتنی بھاری بھاری خصوصیات کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، تائی جان کی عمر کو پہنچوں گی تب سوچ لوں گی اس بارے میں، آج تو میں ایک ضروری کام سے آئی ہوں آپ کے پاس۔" ان کی بات کو چٹکیوں میں اڑا کر وہ خاصی رازداری سے بولی۔

"تم اور تمہارے ضروری کام...... بولو۔" اماں جی نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"اماں جی، شادی تو انسان کی پوری زندگی میں ایک بار ہوتی ہے ناں، وہ بھی مجھ جیسی لڑکی جو اتنا جان جوکھم والا کام صرف اس لیے کر رہی ہو کہ ڈھیر سا میک اپ، اونچی ہیل والے سینڈلز، ساڑھیاں، زیورات، میچنگ...... اسی صورت میں یہ شوق پورا ہو سکتا ہے ورنہ مجھے شادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے...... مجھے ناں اپنی شادی کا جوڑا موحد کے ساتھ خود جا کر لینا ہے اور آپ نے یہ بات منوانی ہے ورنہ میں نہیں تائی جان کی پرانے زمانے کی پسند پہننے والی اپنی شادی کے دن۔" اس نئی اور انوکھی فرمائش پر اماں جی نے ایک بار پھر سر پکڑ لیا تھا۔

❁......❁......❁

اس بار وہ خواب میں نہیں آئی تھی بلکہ مجسم تھی ان کے سامنے، ان کے بیڈ پر بالکل ان کے سامنے بیٹھی

ہوئی...... اس کا لباس وہی تھا جو وہ دو دن پہلے کے خواب میں دیکھ چکی تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس دن وہ بہت غصے میں تھی اور اس کا رویہ جارحانہ تھا مگر وہ اس دن بھی رو رہی تھی، وہ آج بھی رو رہی تھی، آج اس کے رونے میں بے بسی، اذیت تھی اور رنج تھا۔

''میری اذیت کو ختم کریں اماں جہاں...... میں مرنے کے بعد بھی اسی اذیت میں ہوں جس میں آپ نے مجھے مبتلا کیا تھا...... مجھے بتائیں میں کیا کروں؟ آپ تو ہر مسئلے کا حل چٹکیوں میں نکال لیتی ہیں، میرا ابھی مسئلہ حل کر دیں ناں...... مجھے اس تکلیف سے نجات دلائیں میں مرنے کے بعد بھی سکون میں نہیں ہوں اور...... میں جانتی ہوں مجھے ایسے سکون ملنے والا بھی نہیں جانتی ہیں کیوں؟'' وہ گردن پر ہاتھ رکھے ہی رازدارانہ انداز میں بول رہی تھی یوں کہ آخر میں اس کا لہجہ پراسرار ہو گیا تھا۔ وہ اماں جہاں کے بستر پر بالکل ان کے سامنے آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی...... بہت بہادر اور نڈر ہونے کے باوجود اس پل وہ پسینے میں نہا گئی تھیں۔

''جب تک آپ کو بھی اسی اذیت سے گزرتا نہ دیکھ لوں۔'' اس کا انداز اتنا سفاکانہ تھا کہ انہیں جھرجھری سی آگئی...... دفعتاً اس نے بیٹھے بیٹھے اپنے دونوں ہاتھ ان کی گردن کی طرف بڑھائے تھے...... اماں جہاں کے منہ سے نکلنے والی زوردار چیخ بالکل بے ساختہ تھی۔ انہوں نے اس سے بچنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیے تھے۔

۞......۞......۞

عنایت بی بالکل ساکت بیٹھی تھیں جبکہ باقی نفوس بھی بالکل خاموش تھے۔ منے کی کلکاری گونجنے کے بعد ایک دم خاموشی سی چھا جاتی تھی۔ کل ہی تو ناعمہ کے دیور نے اسے بتایا تھا کہ وہ کچھ دن پہلے کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا اسی لڑکی سے نکاح کر چکا ہے، جس کو وہ پسند کرتا ہے اور جس سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر عنایت بی کی ضد نے اسے یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا کہ وہ سیدھے سبھاؤ رشتے لے جاتیں تو یہ نوبت ہی نہ آتی کیونکہ لڑکی والے اس کی شادی ایسی جگہ پر کر رہے تھے جہاں وہ بالکل بھی راضی نہیں تھی مجبوراً ان دونوں کو یہ قدم اٹھانا پڑا تھا اور اب لڑکی کے گھر والے بھی یہ سب کچھ جان گئے تھے تو ان کا اصرار تھا کہ ان کے گھر باقاعدہ بارات لائی جائے تاکہ ان کا بھرم بھی رہ جائے اور عزت بھی...... اب وہ چاہتا تھا کہ ان (لڑکی والوں) کے گھر جا کر رخصتی کی تاریخ وغیرہ طے کرنے کے بعد باقاعدہ طور پر اسے رخصت کروا کے لایا جائے ورنہ جب وہ خود یہ کام کرے گا تو پھر اس سے کسی قسم کا شکوہ نہ کیا جائے...... ناعمہ اپنی ساس کا خود سے نظریاتی اختلاف جانتی تھی اس لیے ایسے وقت میں بات کرنے کی ٹھانی جب اس کا شوہر اور دیور بھی موجود ہوں سو اگلے روز ناشتے کے بعد جب دونوں بیٹے ماں سے کام پر جانے کے لیے رخصت لینے ان کے کمرے میں گئے تو وہ بھی ان کے پیچھے ہی ساس کے کمرے میں چلی آئی اور ساری کہانی کہہ سنائی عنایت بی کے چہرے کے پرسکون تاثرات غیض و غضب میں تبدیل ہو گئے۔ دیور نے فوراً ہی سر جھکایا تھا جبکہ بڑا بھائی بھی تاسف سے چھوٹے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔

''تمہارا اگر یہ خیال ہے کہ اب تم نے یہ انتہائی قدم اٹھایا ہے اور میں تمہاری ان جذباتی باتوں میں آ کر تمہاری بات مان لوں گی اور اس آوارہ لڑکی کو بہو بنا کر لے آؤں گی تو یہ تمہاری بھول ہی۔'' وہ بیوی کے لیے لفظ ''آوارہ'' سن کر تڑپ ہی اٹھا۔

"وہ شریف لڑکی ہے اماں اور اب میری بیوی بھی...... اس کے لیے ایسے الفاظ استعمال مت کریں۔" وہ دبی دبی آواز میں ناگواری سے بولا مگر سراب بھی ماں کے سامنے جھکا ہوا تھا۔

"جو لڑکی ماں باپ کی نظروں میں دھول جھونک کران کی بیس پچیس سالہ محبت واعتبار پر بیس پچیس دن کی کسی نامحرم کی محبت پر یقین کر کے گھر سے باہر قدم نکالتی ہے، میری نظر میں اس کی یہی وقعت ہے جو میری زبان اس وقت ادا کر رہی ہے تم غلط اور ناقابل معافی غلطی بلکہ گناہ کو کسی مجبوری کا لبادہ اوڑھا کر اسے صحیح اور قابل معافی نہیں بنا سکتے...... کیونکہ میرے نزدیک ماں باپ کو دھوکا دینا اور نامحرم سے تعلق رکھنا گناہ ہی ہے...... جس طرح چوری چھپے یہ رشتہ قائم کیا ہے، اسی طرح کسی کو علم میں لائے بغیر اسے توڑ بھی دو کہ میں ایسی کسی بھی لڑکی کو بہو کے طور پر قبول نہیں کر سکتی جس کا کردار ہی میرے نزدیک مشکوک ہو۔" عنایت بی نے دو ٹوک انداز ے میں کہا اور تسبیح اٹھا کر آنکھیں موند کر دانے تیز تیز گراتے ہوئے سر بھی جھکا لیا تھا۔

"اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں، پتا نہیں کیسے لوگ ہیں، کس طرح کا خاندان ہے اور سب سے بڑھ کر لڑکی کی پوری زندگی اور شخصیت اس کے اس ایک قدم سے ظاہر ہو رہی ہے۔ ہمیں ایسی لڑکی اپنے گھر کا حصہ نہیں بنانا اس لیے جیسا اماں نے کہا ہے تمہیں ہر صورت ویسا ہی کرنا ہے۔" ناعمہ کا شوہر اٹھتے ہوئے بولا۔ لہجے میں محسوس کی جانے والی سختی تھی۔

"اتنا بڑا فیصلہ ایسے ہی مت کریں۔ وہ اسے پسند کرتا ہے اور سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے، زندگی اسی نے گزارنی ہے اگر اسے لگ رہا ہے کہ ٹھیک ہے تو پھر ہمیں بھی تھوڑی سی لچک دکھاتے ہوئے رخصتی کرا لینی چاہیے۔ اللہ نہ کرے اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو بھگتیں گے بھی تو یہی دونوں ہی پھر لڑکی والے بھی اصرار کر رہے ہیں تو ان کی بھی عزت کا سلسلہ ہے، محض ایک بچی کی سزا پورے خاندان کو دنیا کہاں کی عقل مندی ہے اور لڑکیوں کی عزت تو ویسے بھی کانچ سی ہوتی ہے۔ اسے ایک ضد اور انا کی خاطر خراب مت کریں۔" ناعمہ نے لجاجت سے کہا۔

"اپنی اور اپنے خاندان کی عزت وہ لڑکی خود خراب کر چکی ہے، ہم نے نہیں کی، جب اس نے اپنے خاندان پر رحم نہیں کیا یا تو تمہیں بھی کسی کا ہمدرد بننے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے، ویسے بھی اس مسئلے سے تمہارا لینا دینا نہیں ہے، سو تم خاموش ہی رہو۔" ناعمہ کے شوہر نے کہا تو وہ بے چاری اپنا منہ لے کر رہ گئی اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"ٹھیک ہے اماں ایسے ہی تو ایسے ہی سہی، آپ رخصت نہیں کرا کے لائیں گی تو اس سوچ میں مت رہیں کہ میں اسے چھوڑ دوں گا کیونکہ یہ میرا جذباتی فیصلہ ہرگز نہیں ہے جسے میں جذبات میں آ کر بدل دوں گا...... میں دنیا تو چھوڑ سکتا ہوں، اسے نہیں۔" فیصلہ کن لہجے میں کہتا وہ جھٹکے سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ عنایت بی نے آنکھیں کھول کر اپنے بڑے بیٹے کو دیکھا اور کہا۔

"یہ میرا بیٹا ہے تو میں بھی اس کی ماں ہوں۔ گھر سے بھاگ کر آنے والی لڑکی کو ہرگز قبول نہیں کروں گی۔"

"میں بھی اس فیصلے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ فکر مت کریں۔ جوانی میں بہت سے نوجوان ایسی غلطیاں کرتے ہیں۔ پھر اپنوں کو ہی ان غلطیوں کو سدھارنا ہوتا ہے میں بھی بات کروں گا اس سے اور آپ بھی

پیار سے سمجھائیں اسے، جانتی تو ہیں کہ ابا کے بعد کیسے ضدی ہوگیا ہے۔ ڈانٹ سے تو اس نے کبھی بات ماننا سیکھا ہی نہیں۔" بڑے بیٹے کی بات پر عنایت بی کے ماتھے کی شکنیں تھوڑی کم ہوئی تھیں۔

❁......❁......❁

"آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں؟ نکاح کیا ہے کوئی جرم تو نہیں جس کی سزا مجھے اسی قسم کے رویے کی صورت میں سہنی پڑ رہی ہے۔" وہ تنگ آ گئی تھی ان کی بے رخی سہتے سہتے...... وہ اس سے بات نہیں کرتی تھیں، وہ بات کرتی تو منہ پھیر لیتیں۔ اس سے کچن میں ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتی تو ہاتھ جھٹک دیتیں۔ اماں جہاں تو آج کل عبدالحنان کی مسلسل خراب ہوتی حالت اور پے در پے پیش آنے والے حالات کے بعد اتنی کمزور ہوگئی تھیں کہ گوشہ نشین ہی ہو کر رہ گئی تھیں...... بلڈ پریشر مسلسل ہائی رہنے لگا تھا ان کا، ہر ہفتے مرید خواتین کی محفل اب مہینے میں ایک بار ہوتی اس میں بھی اماں جہاں بہت تھوڑی دیر کے لیے شرکت کرتیں...... ضروری مسائل سنتیں اور ان کے وظائف وغیرہ بتاتیں، بہت دن سے درس کا اہتمام بھی نہ ہو پایا تھا۔ ایسے میں آمنہ کو اپنی ماں کا رویہ بری طرح کھل رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر اس کے پاس گئی تھی، ساری صورت حال بتا کر جلد از جلد اپنے والدین کو بھیجنے کی بات کی مگر وہ بھی کیا کرتا کہ اس کے گھر والے بھی ضد پر اڑے ہوئے تھے، ہاں وہ خود اس کے گھر والوں سے ملنے کو تیار تھا مگر آمنہ نے کہا تھا کہ وہ گھر میں بات کر کے بتائے گی کہ آگے کیا کرنا ہے اور اماں تھیں کہ بات کرنے کا موقع ہی نہ دے رہی تھیں۔

"گناہ ہی ہے، جرم ہی کیا ہے تم نے جس کو نہ کبھی میں معاف کروں گی نہ میرا اللہ...... ایک جائز عمل کو بھی غلط طریقے سے دھوکا دہی سے انجام دینا بھی جرم ہے میرے نزدیک...... یاد رکھنا کہ جو رشتہ ماں باپ اور بڑوں کی رضا سے طے کیا جاتا ہے اس میں اللہ کی رضا بھی شامل ہوتی ہے۔ میری بچی وریشہ نے بھی تو ماں باپ کی مانی تھی ناں بہت ڈر رہے تھے ہم سب، جا کر دیکھو اسے پلکوں پر بٹھا رکھا ہے سب گھر والوں نے اور تم......" انہوں نے تنفر سے اسے دیکھا۔

"میں نہیں جانتی یا تم نہیں جانتی کہ مرد تو سب کچھ کر کرا کے بھی آزاد ہو جاتا ہے اور عورت کی ذرا سی لغزش نسلوں تک گنی جاتی ہے، تمہاری سسرال سے مارے باندھے کوئی تمہیں رخصت کرانے آ بھی گیا تو کیا خیال ہے تمہارا، تمہیں وہ عزت دے پائیں گے جو اس عورت کو سسرال میں ملتی ہے جو پوری عزت اور شان سے ماں باپ کی عزت کی چادر کو اوڑھ کر والدین کے گھر سے رخصت ہوتی ہے، کبھی بھی نہیں، مجھے تو یہ خوف بھی کھائے جا رہا ہے کہ ایسے نکاح کو پہلی فرصت میں لڑکے والے تڑوانے کی کوشش کرتے ہیں جس میں ان کی مرضی شامل نہ ہو، سوچو اگر وہ لڑکا آج اپنے گھر والوں کے کہنے میں آ کر تمہیں چھوڑ دے تو کیا کرو گی تم؟ کس طریقے سے یہ بات میں نے تمہارے ابا اور بھائی سے مخفی رکھی ہے، میں جانتی ہوں ان کو بھنک بھی پڑ جاتی تو آج نہ وہ دونوں معمول کی طرح گھر سے فخر سے سر اٹھا کر نکلتے، نہ تم یوں تن کر ماں کے سامنے کھڑی سوال جواب کر رہی ہوتی۔" بولتے ہوئے ان کا سانس پھول گیا تو وہ وہیں بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"وہ ایسا نہیں ہے اماں اور اس وقت میرے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا میں نے آپ کو بتانے کی بہت کوشش کی مگر آپ نے میری بات پر دھیان ہی نہیں دیا۔ یقین کریں میں اب بھی وہی آمنہ ہوں، آپ کی بیٹی،

آپ کا ہر کہا ماننے والی، بس مجھے اس غلطی کے لیے معاف کردیں اور اللہ کے واسطے مجھے کبھی بددعا مت دیجیے گا، ماں باپ کی نافرمانی کے بعد بنائے جانے والے رشتے تو شاید نبھ بھی جاتے ہوں مگر جن رشتوں کی بنیاد میں ماں کی بددعا ہوں وہ کبھی پائیدار نہیں رہ سکتے۔'' وہ روتے ہوئے بولی پھر وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گئی اور ہولے ہولے اس سے ہونے والی بات چیت کہہ سنائی، ساتھ ہی یہ بھی پوچھا کہ کیا وہ اکیلا ان کے گھر رخصتی کی بات کرنے آ سکتا ہے؟ تائی سلطانہ کچھ دن اسے دیکھتی رہیں پھر اس کے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے ہٹا کر تھکے ہوئے لہجے میں بولیں۔

''تمہارا ابا، تمہاری دادی اور تمہارا خاندان وہ لوگ ہیں جو گھر میں ملازم بھی اس کی نسل اور حسب نسب دیکھ کر رکھتے ہیں۔ اس کے گھر والے آ جاتے تو میں کچھ نہ کچھ کہہ کر ان کو مطمئن کرلیتی آمنہ...... اب ایک چھڑے چھانٹ لڑکے کا دفاع کیسے اور کس طرح کروں گی تمہارے باپ کے سامنے...... ورنہ چاہتی تو میں بھی یہی ہوں کہ بدنامی کا جو داغ اپنی چادر لگا کر آ گئی، کسی کی نظر میں آنے سے پہلے تمہیں رخصت کردوں بھلے اس لڑکے کے ساتھ ہی...... تمہاری دادی اس گھر میں میری سب سے بڑی ڈھال ہیں، وہی کچھ کرسکتی ہیں اس حوالے سے کہ تمہارے باپ اور بھائی کو مطمئن کرنا اب میرے بس میں نہیں رہا مگر ان کے اعصاب آج کل اتنے کمزور ہوگئے ہیں کہ بات پوری بعد میں ہوتی ہے وہ بے ہوش پہلے ہوجاتی ہیں، آج بھی اجمل عبدالحنان کو دیکھنے کے بعد انہیں ڈاکٹر کو دکھانے لے جائے گا کاش یہ اولاد اس وقت یہ سب سوچ لے جو ایک عمر گزرنے کے بعد سوچتی ہے تو کوئی بھی ماں باپ اولاد کی طرف سے دکھی نہ ہوں...... ایک دو دن گھر جائیں، اماں جہاں کی حالت سنبھل جائے تو بات کرتی ہوں ان سے۔ اس وقت لڑکے کا آنا بھی غنیمت ہے ہمارے لیے...... وہ بھی نہ آیا تو کیا کرلیں گے ہم۔'' ٹھنڈی سانس لیتی وہ کمرے سے باہر نکل گئیں، آمنہ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔

''یا میرے مولا...... کس کی نظر کھا گئی ہمارے گھر کو، کیسے ہرا بھرا گھر تھا، کیسے دنوں میں خالی ہوگیا، کاش انسانوں کے پاس وقت کو واپس پلٹنے والی کوئی چھڑی ہوتی۔'' اس نے سوچا، اسے مومنہ یاد آ رہی تھی، اس کو وریشہ کی ڈانٹ یاد آئی، اسے منتہا کی ہٹ دھرمی یاد آئی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

عبدالحنان کو ہوش آ گیا تھا۔ دونوں خاندانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی اور یہ وہ دن تھا جب اماں جی مومنہ کو لے کر اماں جہاں کے گھر علی الصبح ہی پہنچ گئی تھیں۔ شام کو مومنہ کی مایوں کی رسم تھی اور کل ہی اماں جی نے اماں جہاں کو فون کرکے بتا دیا تھا کہ ان کی ضد کی خاطر مومنہ اپنے گھر سے ہی رخصت ہوا نہیں گھر کی ایک شادی (ایان اور مومنہ کی) شجر اور موحد کی شادی سے ایک ہفتہ پہلے رکھنی پڑی تھی کہ شجر کی ضد تھی کہ دونوں شادیاں اکٹھی نہ ہوں، وہ بھرپور طریقے سے ایان کی شادی انجوائے کرنا چاہتی تھی۔ صفیہ تائی نے اس کی فرمائش پر ناک بھوں چڑھائی تھی مگر افشاں چچی اور فجر بھی جب شجر کی ہمنوا ہوگئیں تو سب کو ماننے ہی بنی تھی...... اماں جی نے ایان جہاں کے مومنہ کے گھر سے رخصت ہونے کے تقاضے کا یہ حل نکالا تھا کہ مومنہ کو مایوں والے دن لے آئی تھیں اور یہی ارادہ ان کا بارات والے دن کا بھی تھا۔ آنے سے پہلے انہوں نے بلا کر اسے سمجھایا تھا۔

"دیکھو بیٹا...... مالک سب کے عیبوں اور گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ ہمارے اعمال اور سوچ اگر ہمارے چہروں پر عیاں ہونے لگیں تو ہم تو ایک دوسرے کی شکل دیکھنا ہی گوارا نہ کریں، منتہا کو ایسے ہی جانا تھا اس دنیا سے...... تم اس حوالے سے اس گھر میں یا اس گھر کی کوئی بات مت کرنا...... باقی مالک سب پر رحم کرنے والا ہے وہ اسے دیکھ لے گا جس نے ذرا برابر نیکی کی ہوگی اور اسے بھی دیکھ لے گا جو ذرا برابر بھی برائی کا مرتکب ہوا ہوا سے بھی۔" ان کی آواز بھرا گئی تھی۔

"میں سمجھتی ہوں چھوٹی دادی...... آپ فکر نہ کریں۔" نمی اس کے لہجے میں بھی در آئی تھی اور موحد ان دونوں کو اماں جہاں کے ہاں چھوڑ گیا تھا۔ اماں جہاں کو دیکھ کر وہ دونوں حق دق رہ گئیں کہ وہ بہت کمزور اور بیمار لگ رہی تھیں چہرے کی وہ مخصوص سختی اور رعونت غائب تھی جو ان کی شخصیت کا خاصا تھی اور تو اور انہوں نے جس طرح لپک کر مومنہ کو گلے لگایا یہ بات خاصی حیران کن تھی ان دونوں کے لیے۔

"ساری اکٹھی تھی ایسے تنگ کیے رکھا مجھے کہ تم لوگوں کے سوا کچھ سوچ ذہن میں آتی ہی نہ تھی۔ اب رخصت ہونے پر آئی تو ایک کے بعد ایک پھر سے اڑی کہ آنگن ہی سونا کر دیا میرا اور وہ...... وہ تو ایسی ناراض ہوئی ہے کہ راضی ہی نہیں ہوتی مجھ سے۔" اس کو گلے سے لگائے لگائے وہ بول رہی تھیں۔ بالکل آہستہ کہ قریب ہونے کی وجہ سے ان کی آواز صرف مومنہ کو ہی آ رہی تھی۔

"اماں...... آپ کو کیا ہوا ہے؟ اتنی کمزور کیوں لگ رہی ہیں؟" وہ بے حد پریشانی سے بولی۔

"کچھ نہیں، تم لوگ یہاں تھیں تو ہر وقت ڈانٹتی تھی تم لوگوں کو...... اب تو سمجھ نہیں آتا کس کو بلائیں کس کو ڈانٹیں، جاؤ اپنی تائی سے اور بہن سے مل لو...... میں ذرا تمہاری چھوٹی دادی سے بات کرلوں۔" انہوں نے نرمی سے کہا تو مومنہ سر ہلاتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئی۔ ان کی ایک دم بدلی ہوئی حالت سے اسے اپنی ساری نفرت اور کدورت پانی کی طرح بہتی ہوئی محسوس ہوئی تھی...... احساس ہو رہا تھا تو صرف اتنا کہ اماں جہاں کو تو وہی تمکنت، رعب اور وہی غرور ہی سجتا ہے جو ان کی زندگی اور شخصیت کا خاصا رہا ہے۔ وہ ان کی ایسی ہاری ہوئی اور ٹوٹی ہوئی حالت برداشت ہی نہیں کر پا رہی تھی۔

"بہت شکریہ تمہارا مریم جو تم مومنہ کو لے آئیں۔" انہوں نے آہستہ سے کہا تو اماں جی فوراً بولیں۔

"شکریہ کی کیا بات ہے۔ آپ کی بچی ہے...... بس ذرا حالات کی وجہ سے ڈری ہوئی ہے۔" دفعتاً اماں جہاں کے سیل کی بیل نے دونوں بہنوں کو چونکایا۔ اماں جہاں نے فون سنا تو دوسری طرف سے انہیں عبدالحنان کے ہوش میں آنے کی خبر ملی تھی۔ روتے ہوئے وہ وہیں سجدے میں گر گئی تھیں۔

❀......❀......❀

"عبدالحنان، میرا بچہ، میری جان...... تیری اماں جہاں کی دعائیں مالک نے سن لیں۔ اس نے تمہیں مجھ کو لوٹا دیا، وہ مجھ سے ناراض نہیں ہے، وہ مجھے بھولا نہیں ہے...... اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، اپنے پیروں پر چل کر دکھاؤ اپنی اماں جہاں کو، اپنی میٹھی میٹھی مسکراہٹ سے ہمارا دل ٹھنڈا کرو۔ ہم تمہیں ہر وعدے کی زنجیر سے آزاد کرتے ہیں۔ اٹھو، اپنی زندگی جیو، جیسے چاہو جیو...... ایک بار اپنی اماں کو اپنے فیصلے سے آگاہ تو کرتے، تمہاری اماں تم پر جان قربان کر دیتی، یہ تو پھر ایک وعدہ تھا ہم تو یشعرہ سے تمہاری محبت کو جانتے ہی نہیں

تھے...... ورنہ ایسا کچھ نہیں کرتے تمہارے ساتھ، بس کرو عبدالحنان، تمہاری اماں جہاں کو تمہارے بہت ضرورت ہے، وہ بوڑھی ہوگئی ہیں بچے، اکیلی پڑ گئی ہیں...... تم سن رہے ہوناں عبدالحنان......" وہ بے قراری سے روتے ہوئے بول رہی تھیں۔

"دیکھئے محترمہ، یہ ہوش میں تو آگئے ہیں مگر ان کی ذہنی حالت ابھی کسی بھی اسٹریس یا ایسی بات کو قبول کرنے کے قابل نہیں ہے جوان کے دماغ پر ذرا بھی بوجھ ڈالا جائے، وہ کوئی خوشی کی بات ہو یا پریشانی والی، اس لیے ان کو ابھی بھی دواؤں کے زیر اثر رکھا جارہا ہے۔ انہیں سنبھلنے اور پوری طرح حواسوں میں آنے میں تھوڑا ٹائم لگے گا۔ اس لیے تھوڑا صبر کریں اور اپنے آپ پر قابو رکھیں۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر اور میڈیسن کے ساتھ پیشنٹ کے گھر والوں کا بی ہیویئر بہت میٹر کرتا ہے۔ آپ کا اس طرح رونا ان کو پریشان کرسکتا ہے۔ اس لیے پیشنٹ کے مکمل حواس میں لوٹنے تک آپ کا خود کو کمپوز اور اسٹیبل رکھنا بہت ضروری ہے۔" عبدالحنان کا بی پی چیک کرنے کے لیے آئی نرس سے اماں جہاں کی گریہ وزاری دیکھی نہ گئی تو اس نے رسان سے انہیں سمجھایا۔ اماں جہاں نے سر ہلاتے ہوئے اپنی آنکھیں پونچھ لی تھیں۔

❁......❁......❁

"نہ جانے کس کی نظر لگ گئی ہمارے گھر کو آمنہ، دونوں میں سب کچھ بدل گیا۔ سوچیں بدل گئیں، جذبات واحسات کیا سے کیا ہوگیا، جو کچھ ہوا یا ہورہا ہے، اس سب کا تو خواب میں بھی کسی نے نہیں سوچا تھا، وریشہ کیسی ہے، خوش تو ہے ناں؟" مومنہ نے ایک آہ بھر کر پورے کمرے میں نظر ڈالی اور سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو کھوجتی آمنہ سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے واہ...... شادی کے بعد بس دو تین مرتبہ ہی آئی ہے۔ اب آئے گی تمہاری شادی پر۔" اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔ گم صم اور سپاٹ۔

"آمنہ...... تم ٹھیک تو ہوناں؟ تمہاری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی، اصل میں ہم سب کے ایک دم سے چلے جانے سے اداس ہوگئی ہو شاید؟" مومنہ نے خود ہی سوال کے اندر جواب بھی دے دیا، آمنہ کا دل کیا کہ اسے سب کچھ بتا کر ایک بار کھل کر رولے۔ حالات وواقعات کی ترتیب اس قسم کی تھی کہ اسے تو نہ کھل کر رونے کا موقع مل رہا تھا نہ ہی بات کرنے کا، وہ اب اس دن کے بارے میں سوچتی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے کہ آخر میں اس سے یہ سب ہو کیسے گیا؟ گھر سے کبھی بھی اکیلے قدم نہ اٹھانے والے نے زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ تن تنہا کرلیا۔

"کتنی خوش نصیب ہوناں آمنہ تم ہو یا وریشہ...... شادی چاہے جن بھی حالات میں ہورہی ہے کم سے کم اس شادی کی بنیاد تو بڑوں کی نیک خواہشات اور دعاؤں پر رکھی جارہی ہے...... اللہ نہ کرے آگے کی زندگی کی کسی اونچ نیچ میں سر اٹھا کر اپنے بڑوں کا حوالہ تو دے سکو گی...... میکے کا مان سسرال میں لڑکی کے قدم مضبوط کرتا ہے تو سسرال میں میکے کا غرور اس کے قدم اکھڑنے نہیں دیتا۔ بہت خوش نصیب ہو تم بہت ہی خوش نصیب۔" آمنہ نے حسرت سے اس کے چہرے کو تکتے ہوئے کہا۔ مومنہ اس کے الفاظ اور انداز پر حیرت زدہ ہی تو رہ گئی۔

"کیا ہوگیا ہے آمنہ؟ تم نے تو ہم لوگوں کی کمی کو بری طرح سوار کرلیا ہے اپنے حواسوں پر...... تم بھی ان شاء

اللہ جب اس مرحلے سے گزاروگی تو خود کو خوش نصیب گردانو گی...... فکر مند نہ ہو، سب اچھا ہی ہوگا، جس میں بہتری ہوگی سب کے لیے۔" وہ اسے اپنے ہی اندازے کے مطابق تسلی دے رہی تھی۔ آمنہ نے پھیکا سا مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا تھا۔

❁......❁......❁

"بہت منتیں مانی تھیں میں نے، رویا اور گڑگڑایا بھی تھا اس کے سامنے کہ میری بس ایک خواہش پوری کردے یا تمہیں مجھے دے دے یا پھر مجھ سے میرے حواس لے لے...... انسان بھی بہت بے صبرا ہے، دعا تک مانگنے کی تمیز نہیں رکھتا اور خود کو سب سے اعلیٰ شئے سمجھ لیتا ہے...... میں نے بھی بے شمار نعمتوں کے اب ملنے اور ملتے رہنے کا کچھ شکر نہیں کیا۔ بس ایک محبت کے بچھڑ جانے کا شکوہ ہی کرتا رہا، غم ہی مناتا رہا، کبھی نہ صحت مانگی نہ ستائیس سال تک صحت مند رہنے کو مالک کا احسان مانا، میں نے اس کو اپنا حق سمجھا، اپنی میراث جانا...... کس نے کہا وہ نہیں سنتا، وہ سنتا ہے، مان بھی دیتا ہے، نظر کرم بھی کرتا ہے، مجھ جیسے گناہ گار پر بھی، اس نے مجھے میری محبت بخش دی، اماں جہاں کو بھی اپنے وعدے کے حوالے سے نرم کردیا مگر میری ٹانگ......" تکیے سے ٹیک لگائے نیم دراز عبدالحنان نے حسرت سے اپنی ٹانگ کو دیکھا اور بات کو ادھورا چھوڑ دیا کہ گلا رندھ جانے کے باعث اس سے آگے کے الفاظ ادا ہی نہ ہو پائے تھے۔ یشعرہ نے پوری طرح اس کے دکھ کو محسوس کیا اور اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔

"آپ ایک بار پھر بھی تو وہی کررہے ہیں حنان...... پھر شکوہ کو اپنے دل میں جگہ دیئے بیٹھے ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ ناشکری نعمتوں کو چھین لینے کا باعث بنتی ہے، مجھ سے پوچھیں کیسے ایک ایک پل آپ کے پلٹ آنے کی تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگی ہیں۔ میرے لیے آپ کی زندگی سے بڑھ کر اور کچھ اہم نہیں ہے۔ میں تو عمر بھر بھی اس مالک کا سجدہ شکر بجالاتی رہوں پھر بھی کم ہے کہ اس نے عین اس وقت آپ کی واپسی کی نوید دی جب ہمیں علیحدگی کی راہوں پر مجبوراً ہی سہی گامزن ہونا پڑ رہا تھا۔ اتنے جان لیوا حادثے کے بعد آپ کی زندگی کا واپس ملنا...... یہ سب اس کا کرم ہی تو ہے اور اس بات پر میرا یقین پختہ ہوگیا کہ معجزے آج بھی ہوتے ہیں، ڈاکٹر تک حیران ہیں کہ جہاں آپ کے ہوش میں آنے کی صرف تیس پرسنٹ چانس تھے، وہاں اب آپ مکمل حواس کے ساتھ ہمارے ساتھ ہیں، باقی جسمانی چوٹیں تو کبھی نہ کبھی بھر ہی جاتی ہیں بھر جائیں گی، سائنس نے آج ہر چیز کا متبادل پیش کردیا ہے، مصنوعی ٹانگ لگوانا آج ایک عام سی بات ہے آپ پلیز میری خوشی کو ضائع مت کریں اپنے ان الفاظ اور انداز سے۔ بہت کچھ بتانا ہے آپ کو، بہت کچھ پوچھنا ہے آپ سے...... سب سے پہلے تو ایک امیزنگ نیوز دوں آپ کو جس کو سن کر آپ حیران ہی رہ جائیں، مومنہ کی شادی ہورہی ہے، جانتے ہیں کس سے، ایان سے...... ہماری بھابی بن رہی ہے وہ۔"

"مومنہ سے...... بہت اچھی بات ہے پھر تو یہ...... اماں جہاں کیسے مان گئیں؟"

دیکھ لیں پھر...... حیرت ہوئی ناں آپ کو بھی...... ہم سب کو بھی ہوئی تھی لیکن جناب آپ نے بھی سنا ہوگا کہ رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں تو بس کچھ ایسے اسباب بن گئے کہ جیسے ہماری شادی کا کبھی کسی نے تصور بھی نہیں کیا تھا، ایسے ہی یہ رشتہ آسمانوں پر طے ہوا تھا تو ہوگیا۔" وہ خوش دلی سے بولی تو حنان بھی حسرت سے اسے

دیکھتے ہوئے پھیکا سا مسکرا دیا۔
کتنا خواہش تھی اس کی کہ کیا وہ اس کو کبھی اپنے پاس اپنے سامنے بٹھا دیکھ سکے گا۔ اس سے بات کر سکے گا، کبھی ہنستا بھی دیکھ پائے گا یا نہیں اور آج جب قدرت نے اس کی اس خواہش کو پورا کر دیا تو وہ اس کے سامنے تھی اپنی پوری رضا و آمادگی کے ساتھ...... نہ کوئی ظالم سماج کی آہنی دیوار تھی درمیان میں نہ کسی وعدے کی زنجیر تو اس کے جسم کے اہم عضو کی محرومی اسے خون کے آنسو رلا رہی تھی وہ اس کے سامنے تھی، اس کے ہاتھوں کو ہاتھوں میں لیے پھر بھی وہ خوش نہیں ہو پا رہا تھا، بار بار دھیان یشعرہ سے ہٹ کر داہنی ٹانگ میں اٹک جاتا...... تو وہ حسرت سے کبھی یشعرہ اور کبھی اپنے ادھورے جسم کو دیکھ کر رہ جاتا تھا۔

❁......❁......❁

اماں جہاں نے دلہن بنی مومنہ سے اکیلے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اماں جی نے سب لڑکیوں کو کمرہ خالی کر دینے کی درخواست کی تھی۔
"نہیں اماں جی، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، مجھے خود جانا چاہیے ان کے پاس۔" مومنہ نے اماں جی کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے کہا۔
"جیسی تمہاری مرضی بچے، میں آمنہ کو بلاتی ہوں۔ تمہیں وہاں لے جاتی ہے۔" اماں جی کہتے ہوئے باہر نکل گئیں، مومنہ سر ہلا کر رہ گئی، کچھ ہی دیر میں آمنہ اسے اماں جہاں کے پاس چھوڑ گئی تھی جہاں وہ چت لیٹے چھت کو گھور رہی تھیں، عنایت بی ان کے پاؤں دبا رہی تھیں، اسے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھیں۔
"آؤ مومنہ ہمارے پاس بیٹھو...... عنایت بی آپ ذرا سلطانہ کی مدد کرا دیں، باہر وہ اکیلی ہے اور بارات آنے ہی والی ہے۔" ان کا لہجہ کسی قدر نرمی اور عجیب سی یاسیت لیے ہوئے تھا۔ مومنہ کا دل دکھا ان کو دیکھ کر...... وہ اسے عجیب ٹوٹی ہوئی، بکھری ہوئی سی لگیں پرانی والی اماں جہاں سے بالکل الگ۔
"بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاء اللہ...... مالک نصیب بھی اچھا کرے۔" اسے سامنے بٹھا کر وہ حسرت سے بولیں تو مومنہ کی آنکھیں بے ساختہ بھر آئیں۔
"سنو...... تم نے مریم کو تو سب کچھ بتا دیا اور تو کسی کو کچھ نہیں بتایا؟" وہ عجیب سے انداز میں سرگوشی کر کے بولیں۔
"نہیں۔" مومنہ نے نظریں جھکا کر سپاٹ انداز میں کہا۔
"[illegible] ورنہ تمہاری اپنی زندگی بھی خراب ہوگی...... ہم تمہیں کیسے بتائیں کہ

دیکھتے ہوئے پھیکا سا مسکرا دیا۔
کتنا خواہش تھی اس کی کہ کیا وہ اس کو کبھی اپنے پاس اپنے سامنے بٹھا دیکھ سکے گا۔ اس سے بات کر سکے گا، کبھی ہنستا بھی دیکھ پائے گا یا نہیں اور آج جب قدرت نے اس کی اس خواہش کو پورا کر دیا تو وہ اس کے سامنے تھی اپنی پوری رضا و آمادگی کے ساتھ...... نہ کوئی ظالم سماج کی آہنی دیوار تھی درمیان میں نہ کسی وعدے کی زنجیر تو اس کے جسم کے اہم عضو کی محرومی اسے خون کے آنسو رلا رہی تھی وہ اس کے سامنے تھی، اس کے ہاتھوں کو ہاتھوں میں لیے پھر بھی وہ خوش نہیں ہو پا رہا تھا، بار بار دھیان یشعرہ سے ہٹ کر داہنی ٹانگ میں اٹک جاتا...... تو وہ حسرت سے کبھی یشعرہ اور کبھی اپنے ادھورے جسم کو دیکھ کر رہ جاتا تھا۔

❁......❁......❁

اماں جہاں نے دلہن بنی مومنہ سے اکیلے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اماں جی نے سب لڑکیوں کو کمرہ خالی کر دینے کی درخواست کی تھی۔
"نہیں اماں جی، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، مجھے خود جانا چاہیے ان کے پاس۔" مومنہ نے اماں جی کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے کہا۔
"جیسی تمہاری مرضی بچے، میں آمنہ کو بلاتی ہوں۔ تمہیں وہاں لے جاتی ہے۔" اماں جی کہتے ہوئے باہر نکل گئیں، مومنہ سر ہلا کر رہ گئی، کچھ ہی دیر میں آمنہ اسے اماں جہاں کے پاس چھوڑ گئی تھی جہاں وہ چت لیٹے چھت کو گھور رہی تھیں، عنایت بی ان کے پاؤں دبا رہی تھیں، اسے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھیں۔
"آؤ مومنہ ہمارے پاس بیٹھو...... عنایت بی آپ ذرا سلطانہ کی مدد کرا دیں، باہر وہ اکیلی ہے اور بارات آنے ہی والی ہے۔" ان کا لہجہ کسی قدر نرمی اور عجیب سی یاسیت لیے ہوئے تھا۔ مومنہ کا دل دکھا ان کو دیکھ کر...... وہ اسے عجیب ٹوٹی ہوئی، بکھری ہوئی سی لگیں پرانی والی اماں جہاں سے بالکل الگ۔
"بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاء اللہ...... مالک نصیب بھی اچھا کرے۔" اسے سامنے بٹھا کر وہ حسرت سے بولیں تو مومنہ کی آنکھیں بے ساختہ بھر آئیں۔
"سنو...... تم نے مریم کو تو سب کچھ بتا دیا اور تو کسی کو کچھ نہیں بتایا؟" وہ عجیب سے انداز میں سرگوشی کر کے بولیں۔
"نہیں۔" مومنہ نے نظریں جھکا کر سپاٹ انداز میں کہا۔
"بتانا بھی مت، اس سے ہماری ہی نہیں تمہاری اپنی زندگی بھی خراب ہوگی...... ہم تمہیں کیسے بتائیں کہ اس نے ہمیں ایک اندھیری گلی میں لا کھڑا کیا تھا...... اس کے سوا کوئی چارہ نہیں بچا تھا ہمارے پاس...... کیا تم چاہتی ہو کہ تمہاری اماں جہاں جن کی ایک عمر عزت، مرتبے اور وقار میں گزری ہے...... اب اس آخری عمر میں لوگوں کی نظر میں ان کے لیے نفرت ہو اور زبان پر حقارت اور تضحیک ہو۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولیں......
مومنہ نے جھکا ہوا سر اٹھا کر ایک نظر انہیں دیکھا پھر دوبارہ سے نظریں جھکا لیں۔
"نہیں ناں...... تم بھلا ایسے کب چاہو گی؟ جتنی جلدی ہو سکے ان باتوں کو بھلا کر اپنے گھر میں دل لگانا...... سمجھ رہی ہو ناں ہم کیا کہہ رہے ہیں؟" مومنہ نے ہلکا سا اثبات میں سر ہلایا، اسی پل دروازہ کھول کر تائی

اندر چلی آئیں۔

''وہ اماں...... بارات آ گئی ہے۔''

''اچھا...... اچھا...... یہ مومنہ کو لے جاؤ اور یشعرہ بھی آ ئی ہے کیا؟'' وہ بے تابی سے بولیں کسی قدر پرشوق انداز میں۔

''جی اماں...... شاید سب ہی ہیں، میں جلدی میں بس آپ کو بتانے چلی آئی...... آؤ مومنہ تمہیں تمہارے کمرے تک چھوڑ دوں۔'' وہ عجلت میں بولیں اور بت بنی مومنہ کو وہاں سے لے گئیں کہ جس کے زخم پر جما کھرنڈ جو یقیناً وقت کی کارفرمائی اور اماں جی کی محبت اور ان کے گھر والوں کے اچھے سلوک کا مرہون منت تھا کو اماں جہاں نے بری طرح سے نوچ دیا تھا۔

❁......❁......❁

''ارے...... ارے رکیں، کہاں بھاگی جا رہی ہیں؟'' اسے دیکھ کر وہ خوش گوار سی حیرت میں مبتلا ہوا۔

''اجمل بھائی...... مجھ سے کچھ کہا آپ نے۔'' رائل بلیو کلر پر گلابی کام والے شرارے اور لانگ شرٹ میں ملبوس فجر نے اپنی مخصوص لاابالی انداز میں جواب دیا...... ٹیکا لگائے جھمکے پہنے وہ ہاتھوں میں پہنے گجرے کے ساتھ نبرد آزما تھی جو ابھی بارات کے استقبال پر انہیں پیش کیے گئے تھے اور اس سے گلاب سے سجے اس گجرے کا ہک ہی بند ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کی کوشش کو دیکھ کر ایک خوب صورت سی حسرت اجمل کے دل میں جاگی۔

''کیا ہے بھئی، کیوں نہیں بند ہو رہا...... یہ ذرا بند کر دیں اجمل بھائی...... ساتھ ہی یہ بھی بتا دیں کہ تایا اس وقت کہاں ہیں؟ تائی یاد فرما رہی ہیں انہیں بلکہ تایا تک یہ میسیج پہنچا دیں۔'' اپنی کوشش میں ناکام ہو کر اپنا ہاتھ جھنجھلا کر اس کی طرف بڑھایا، وہ جیسے گنگ ہی تو رہ گیا کچھ لمحے کیسے بارآور ہو کر امر ہو جاتے ہیں...... دل کی خواہشیں بھلا اتنی جلدی بھی قبول ہوتی ہیں۔ ''جلدی کریں اجمل بھائی' آپ تو ایسے سوچ میں ڈوب گئے جیسے میں نے کوئی بہت گمبھیر مسئلہ حل کرنے کو دے دیا ہو آپ کو۔'' اس کے تڑخ کر بولنے پر وہ ایک دم جیسے ہوش میں آیا اور بڑی عقیدت بھری محبت سے چند لمحوں میں گجرے کا ہک لگایا جس نے کافی دیر سے فجر کو تنگ کر رکھا تھا۔

''تھیک گاڈ...... تھینک یو اجمل بھائی...... ویسے آپ اس خاندان کے دوسرے شخص ہیں جن کے بارے میں میری رائے ہر بار ملنے پر پہلے سے بہتر ہو جاتی ہے۔ خاصے معقول انسان ہیں آپ ورنہ میں آپ کو ایک روڈ، اکھڑ اور سڑیل سابندہ سمجھتی تھی...... تایا جی کو ضرور میسیج دے دیجیے گا۔ چلتی ہوں۔ شجر نے شور مچایا ہوگا میری غیر موجودگی سے۔'' وہ خود ہی سب سوال جواب کر کے ایک خوش گوار جھونکے کی مانند جیسے آئی تھی، ویسے ہی چلی گئی، خوب صورت احساسات میں گھرا اجمل مسکرا کر مردانے کی طرف چل دیا تھا۔

❁......❁......❁

''بہت دکھ دیکھے ہیں میرے عبدالحنان نے...... سچ تو یہ ہے کہ اس کی زندگی میں جتنی بھی کٹھنائیاں آئی ہیں ان سب کی ذمہ دار میں ہوں۔'' وہ روتے ہوئے بول رہی تھیں، رخصتی سے کچھ دیر قبل انہوں نے صفیہ

تائی، بڑے تایا جی اور اماں جی کو اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔ ان کی طبیعت کے پیش نظر وہ سب ان کے کمرے میں آ گئے تھے کہ ان کی حالت کا سب کو پتا تھا، کئی دنوں سے ان کا بی پی ہائی ہو جاتا تھا اور وہ بے ہوش ہو کر گر جاتی تھیں، ڈاکٹر نے انہیں ہاسپٹل ایڈمٹ کرنے کا مشورہ دیا تھا مگر وہ ایڈمٹ ہونے کو تیار ہی نہیں تھیں، اب بھی اماں جی سب کچھ بھلا کر دکھ سے ان کی غیر ہوتی حالت دیکھ رہی تھیں۔

''وہ کل ڈسچارج ہو کر گھر آنے والا ہے...... میں چاہتی ہوں کہ میرا بچہ جب گھر آئے تو سب سے پہلے یشعرہ کو دیکھے...... اپنی بیوی کو دیکھے، اپنے گھر میں...... یشعرہ کو یہیں چھوڑ جائیں اس کا گھر ہے اچھی بچیاں شادی کے بعد اپنے گھروں میں بستی اچھی لگتی ہیں، عبدالحنان نہیں تھا تو میں چپ رہی کہ چلو جہاں بچی کی مرضی ہو، جہاں وہ خوش رہ سکے، وہاں رہے مگر اب اب...... مالک ان کی جوڑی سلامت رکھے، ان کو دنیا جہان کی خوشیاں دکھائے...... اس کا میاں گھر آ گیا ہے تو......''

''معاف کیجئے گا اماں جہاں...... رشتہ اور شادی کے وقت بھی یہی سبز باغ تھے جو ہمیں اس طرح سے دکھائے گئے کہ ان کی چکا چوند میں ہم نے اپنی ہیرا سی بچی کو رول دیا اور یہ سبز باغ دکھانے والے بھی آپ ہی تھیں...... کیا ہوا پھر، اتنی چاہ اور مان سے جوڑا گیا رشتہ چوبیس گھنٹے بھی نہ چل سکا اور دلہا میاں کچھ پوچھے، کہے اور سنے بغیر جا کر کہیں گم ہو گئے...... اب یہ کیس عدالت میں ہے تو بہتر یہی ہے کہ وہاں ہی سب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو...... بڑی مشکل سے سنبھلے ہیں ہم اور ہماری بچی...... اب نئے سرے سے نئے خواب مت سجائیں اس کی آنکھوں میں نہ ہی نئی امید کے دیئے تھمائیں اس کے ہاتھ اب کے وہ ٹوٹی تو پھر جڑ نہیں پائے گی اور ہم اپنی بچی کو بکھرا، ٹوٹا ہوا بہت دیکھ چکے، اب نہیں...... اب اسے خوش دیکھنا چاہتے ہیں...... زندگی کی خوشیوں پر اس کا بھی حق ہے اور اب ہمارے پاس اسے روکنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے...... میرے خیال میں رخصتی کرا لینی چاہیے گھر پر بھی مہمان ہیں اور ہم بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔'' تائی صفیہ کھڑی ہوئیں۔

''بیٹھ جاؤ صفیہ...... تم نے سب کچھ سچ کہا، ٹھیک کہا لیکن کیا تمہیں نہیں لگتا کہ ہمیں اس فیصلے کا اختیار یشعرہ کو دینا چاہیے۔'' تایا نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تو ایاں جہاں نے تشکر سے ان کو دیکھا۔ اماں جی بھی طویل سانس لے کر منتظر نظروں سے صفیہ تائی کے تیور دیکھ رہ تھیں۔

''چلیں ٹھیک ہے، یہ معاملہ تو گھر چل کر بھی نپٹایا جا سکتا ہے، فی الحال آپ شاید بھول گئے ہیں کہ ہم بارات لے کر آئے ہیں اور باہر باقی سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔''

''اچھا اچھا ٹھیک ہے صفیہ، جیسے تمہاری مرضی لیکن کل ولیمے کے بعد یشعرہ کو لینے میں بھیجوں گا سلطانہ کو...... میں نے عبدالحنان کو واپسی پر اس کی آنکھوں کی چمک کو بڑھتے اور چہرے کو رنگوں کو کھلتے دیکھا ہے...... وہ انکار نہیں کرے گی وہ آئے گی میرے بچے کو اس وقت سب سے زیادہ ضرورت یشعرہ کی ہے۔'' وہ ایک بار پھر رو دیں۔

''روئیں مت آپا...... آپ کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے...... مالک سے بہتری کی امید رکھیں، بعد کی باتیں بعد میں دیکھیں گے لیکن کم از کم کل عبدالحنان کے گھر آنے سے پہلے ہم یشعرہ کو بھیج دیں گے...... آپ لیٹ جائیں، میں کسی کو بھیجتی ہوں، آپ کو دوا دے دیں...... کیٹس شاباش۔'' اماں جی سے ان کی ایسی دگرگوں

حالت دیکھی ہی نہ گئی..... سوان کو لٹا کر تسلی دی۔

"وہ اس کو بھی دیکھ لے گا جس نے ذرا برابر نیکی کی ہوگی اور وہ اس کو دیکھ لے گا جس نے ذرا برابر برائی کی ہوگی۔" اماں جہاں لیٹتے ہوئے بڑبڑائیں جبکہ چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔

❁.....❁.....❁

"آخر کار میں نے تمہیں پا ہی لیا..... پھر مانتی ہوناں میری محبت کو۔" وہ اس کے دونوں ہاتھ تھامے بہت پیار سے بولا۔

"آپ نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی جناب..... بس قسمت نے ہم دونوں کو ملا دیا اور اب سارا کریڈٹ آپ لے رہے ہیں۔" اس نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے خاصے ناز بھرے انداز میں کہا تو جواب میں ایان صرف ایک پل کے لیے حیرت زدہ ہوا، اس کے بعد وہ ہنسا تو ہنستا ہی چلا گیا۔ مومنہ نے اس کے ایسے ہنسنے پر اسے باقاعدہ خفگی سے دیکھا کہ نکاح کے بعد کا جتنا عرصہ وہ یہاں رہی تھی، اسے اتنی محبت اور اعتماد ملا تھا کہ اسے بات کرنی آ گئی تھی۔

"مان گئے بھئی محبت بھی بڑی چیز ہے، مومنہ جیسی بندی کو بھی آخر کار شجر اور فجر نے بولنا سکھا ہی دیا..... میں تو سوچ رہا ہوں کہ دو ماہ کی محبت کا ایسا اثر ہے تو دو سال بعد کیا ہوگا اور....." مگر مومنہ کی آنکھوں میں تیزی سے پانی بھرتا دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

"ارے..... ارے میں مذاق کر رہا تھا مومنہ..... یقین کرو تمہیں زندگی کی طرف لوٹتے دیکھ کر مجھے جتنی خوشی ہو رہی ہے، کسی اور کو کیا ہی ہوگی۔" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

"مان لو کہ تم میری محنت کا ثمر نہ سہی، میری کسی نیکی کا انعام ہو، کسی نیک ساعت میں مانگی جانے والی دعا کا نتیجہ۔" اور مومنہ کے دل کی ہر ہر دھڑکن اس کی ہر بات پر ایمان لے آئی تھی۔

❁.....❁.....❁

"سعید..... اجمل..... جلدی آؤ..... اللہ کے واسطے جلدی آؤ..... وہ آ گئی، ایک بار پھر آ گئی، مجھے مارنے آئی ہے..... مار دے گی۔" صبح صبح ناشتے کا وقت تھا۔ تایا جان اور اجمل بھائی گھر پر تھے۔ تائی جان کچن میں تھیں جبکہ آمنہ کچن سے ناشتے کے لوازمات دستر خوان تک لا رہی تھی جب اماں جہاں کی زوردار چیخوں سے پورا گھر گونج اٹھا تھا۔ تائی جان کے ہاتھ سے بیلن چھوٹ کر نیچے گرا۔ آمنہ کے ہاتھ پر چائے چھلک گئی..... تایا اور اجمل نے صرف ایک پل ایک دوسرے کو دیکھا پھر جیسے ہی دھیان کے دھاگے کی ڈور کا سرا اماں جہاں سے جا ٹکرایا وہ بغیر تاخیر کے ان کے کمرے کی طرف بھاگے۔

"کیا ہوا اماں؟ کس سے اتنی خوف زدہ ہوگئی ہیں آپ..... کیوں چیخ رہی تھیں اور یہ آپ کانپ کیوں رہی ہیں اتنی؟" ان کے منہ سے کئی سوال ایک ساتھ نکلے اماں جہاں کی حالت دیکھ کر، ان کا چہرہ پیلا ہو رہا تھا..... آنکھوں سے حد درجہ وحشت عیاں تھی..... وہ بری طرح سے کانپ رہی تھیں۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں بیٹا..... وہ تھی، وہاں..... وہاں تھی..... مجھ پر ہنس رہی تھی، مجھے ڈرا کر زور زور سے قہقہے لگا رہی تھی..... تم لوگ آئے تو چھپ گئی..... کسی کے آنے پر ایسے ہی کرتی ہے وہ..... میں اکیلی رہوں گی

تو پھر آئے گی...... وہ...... وہ مجھے مارنا چاہتی ہے۔" وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح سہمی ہوئی تایا کے ساتھ لگی ایک طرف اشارہ کررہی تھی۔

تایا جان ان کو بازو کے گھیرے میں لیے ان کے بستر کی طرف آئے...... انہیں بیٹھایا اور خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"وہم اور خوف کا علاج دنیا کے کسی بھی ڈاکٹر اور کسی حکیم کے پاس نہیں ہے اماں یہ چونکہ ہمارے ذہن کی اختراع ہوتی ہے تو اس کا علاج بھی انسان کے اپنے پاس ہوتا ہے...... انسان اپنا سب سے بڑا ڈاکٹر خود ہے۔"

"یہ بات آپ نے بہت پہلے ہمیں بتائی تھی اور اس پر عمل کرنا بھی سکھایا تھا تو اب آپ کیوں ڈر رہی ہیں، وہم کررہی ہیں...... کچھ بھی نہیں ہے ایسا ہے...... کوئی بھی نہیں ڈرا رہا آپ کو...... عنایت بی سارا دن آپ کے ساتھ ہوتی ہیں، جب سے آپ کی طبیعت خراب ہوئی ہے، آمنہ آپ کے پاس سوتی ہے۔ اب اس ٹائم بھی میں سلطانہ یا آمنہ سے کہہ دیتا ہوں آپ کو اکیلا نہ چھوڑا کریں۔" وہ ان کا ہاتھ تھپکتے ہوئے نرمی سے کہہ رہے تھے...... اجمل اتنے میں ان کا بی پی چیک کرچکا تھا۔

"بی پی بھی کچھ زیادہ ہائی نہیں ہے...... بس آپ ذہن سے یہ بات نکال دیں کہ آپ بیمار ہیں، کچھ نہیں ہوا ہے آپ کو...... کب سے آپ نے کسی کو ڈانٹا ہی نہیں نہ آپ کی وہ مرید خواتین کا جمگھٹا نظر آرہا ہے آپ کے گرد...... ہمیں تو بس اپنی وہی اماں جہاں چاہیں، اپنے تخت پر رعب سے بیٹھ کر حکم چلاتی ہوئیں...... ہماری غلطیوں پر اپنے آنکھ کے اشارے سے روکنے والی۔" اجمل نیچے ان کے بالکل سامنے بیٹھا ہوا انہیں تسلی دے رہا تھا جبکہ اماں جہاں کی نظریں اس کی بجائے سامنے اسی کونے پر تھیں جہاں وہ کھڑے طنزیہ انداز میں مسکرا رہی تھی...... ایک سہمی نظر اس پر ڈال کر انہوں نے خود پر نظریں جمائے پوتے اور بیٹے کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھیں اپنی بے بسی پر ایک بار پھر بھر آئی تھیں کہ وہ انہیں کیسے بتائیں۔

❁......❁......❁

اجمل اماں جہاں کو لے کر ہسپتال گیا تھا۔ عنایت بی بھی ساتھ گئی تھیں۔ سلطانہ تائی نے آمنہ سے کہا تھا کہ فون کرکے اس لڑکے کو فوراً بلوائے وہ اس سے ملنا چاہتی ہیں۔ نتیجتاً وہ گھنٹے بعد ان کے گھر موجود تھا۔ تائی سلطانہ نے خود کو اچھی طرح چادر سے لپیٹا اور بیٹھک میں خود اس سے ملنے چلی آئیں۔ انہیں اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ احتراماً کھڑا ہوگیا اور سلام کیا۔

"وعلیکم السلام...... بیٹھ جاؤ۔"

"شکل صورت اور انداز سے کسی شریف اور وضع دار گھر سے تعلق لگ رہا ہے تمہارا مگر جو کچھ تم نے کیا ہے شریف لوگ ویسا سوچنے سے پہلے بھی مرجانا پسند کرتے ہیں۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ تلخی سے بولیں۔ اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا پھر بولا۔

"آنٹی نکاح کوئی گناہ یا غلطی نہیں ہے جس پر شریف آدمی مرنا پسند کرے...... میرا ایسے حالات میں نکاح کا ہرگز ارادہ نہیں تھا لیکن ہمارے بڑے اپنے فیصلوں کے غرور میں بچوں کی پسند، ناپسند، جذبات سب بھول جاتے ہیں۔ میری ماں میری پسند کو اپنانے کو تیار نہیں تھی اور آپ لوگ بھی آمنہ کا رشتہ کرنے پر تلے بیٹھے تھے

ایسے میں ہمیں یہی مناسب لگا...... اب اس کے لیے آپ نے جو سنانی ہیں سننے کے لیے تیار ہوں، جو سزا دیں وہ بھی بھگتنے کو راضی ہوں لیکن مجھے اپنے اس فیصلے پر کوئی پچھتاوا نہیں...... میں آمنہ کو کل بھی عزت سے بیاہ کر لے جانا چاہتا تھا، آج بھی اس کی عزت میرے دل میں ویسی کی ویسی ہے۔" اس کے لہجے میں ادب کا عنصر موجود تھا لیکن بات اس نے بغیر گھبرائے دوٹوک انداز میں کی تھی۔

"اب...... اب تمہاری ماں کا کیا فیصلہ ہے نکاح کی بابت جاننے کے بعد۔" وہ قدرے بے چینی سے بولیں۔

"میں معذرت کرتا ہوں آنٹی...... وہ ابھی تک تو بہت غصہ میں ہیں لیکن مجھے یقین ہے میں انہیں منالوں گا۔"

"تم تو لڑ جھگڑ کر اپنی بات منوانے کا دعویٰ کرسکتے ہو، یہاں ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہے، آمنہ کے باپ بھائی کو جیسے ہی پتا چلا وہ اسے ماردیں گے دوسری بات سنے بغیر پھر تمہیں اپنی ماں کو منانے میں نہ جانے کتنا وقت لگ جائے، آمنہ کے ابا نے ایک دوبار اس کے رشتے کے لیے مجھ سے بات کی ہے اور جیسے ہی انہیں کوئی رشتہ پسند آیا انہوں نے شادی طے کردینی ہے...... مجھے تو ہول اٹھتے ہیں اس وقت کا سوچ کر کہ ایسے وقت میں میں کیا کروں گی؟" وہ پریشانی سے روہانسی ہوئیں۔

"میرے لیے کیا حکم ہے آنٹی، آپ کہیں تو میں آج، ابھی آمنہ کو لے جانے کو تیار ہوں۔"

"یہی تو مسئلہ ہے سارا تم نئی نسل کے لوگوں کا جن کے نزدیک والدین، معاشرہ، رسم ورواج کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" وہ تیزی سے بولیں۔

"تم...... تم ایسا نہیں کرسکتے کہ کسی خالہ، چچی، کسی کو بڑا بنا کر ایک بار رشتہ لے آؤ...... پھر آگے میں خود سنبھال لوں گی...... شادی تو ہم ویسے بھی سادگی سے کرنا پسند کرتے ہیں لیکن جو کچھ بھی کرو، بہت جلدی کرو...... میں اس طوفان کی تباہ کاریوں سے اس گھر کو بچانا چاہتی ہوں...... اتنا تو کر ہی سکتے ہو۔" آخر میں ان کا لہجہ التجائیہ ہوا۔

"اچھا...... اچھا آنٹی، آپ پریشان نہ ہوں، میں انہی دو تین دنوں میں اپنی بھابی کو لے کر آؤں گا آپ کے گھر...... میں وعدہ کرتا ہوں۔" وہ ان کی تسلی کراتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے، اب تم جاؤ چائے کے لیے ضرور روکتی لیکن ابھی میں تمہارا یہاں آنا سب سے مخفی رکھنا چاہتی ہوں...... امید ہے تم میرا مسئلہ سمجھ جاؤ گے۔"

"جی...... جی آنٹی...... بہتر...... میں سمجھتا ہوں...... میں چلتا ہوں...... آپ فکر مند مت ہوئیے گا۔" وہ سر ہلاتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا۔ دروازے کے باہر کان لگا کر سنتی آمنہ جلدی سے وہاں سے ہٹ کر اندر چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

اماں جی سے سارا احوال سن کر یشعرہ تو بضد ہوگئی کہ اس سے پہلے کہ اماں جہاں اسے بلوانے کے لیے کسی کو بھیجیں، اسے خود جانا ہے، کیا سوچے گا عبدالحنان کہ اتنے عرصہ بعد اس نے گھر میں قدم رکھا اور

اکتوبر 2020 کے شمارے کی ایک جھلک

مرگ تمنا — ماوراطلحہ کا سلسلے وار ناول
عشق نگر کے مسافر — نداحسنین کا سلسلے وار ناول
دل کو کس کا ملال تھا — نادیہ احمد کا مکمل ناول

بشریٰ ماہا، عائشہ نازعلی، فاطمہ عاشی سمیت
دیگر بہنوں کی خوب صورتحریریں

اس کے علاوہ

قارئین کے ذوق کے عین مطابق مستقل سلسلوں میں پڑھیے

بزم سخن، کچن کارنر، آرائش حسن، عالم میں انتخاب
شوخئ تحریر، حسن خیال، ہومیو کارنر، ٹوٹکے

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں/ (021-35620771/2)

بیوی موجود ہی نہیں۔

''ہونہہ...... بیوی کا مان دیا ہوتا، تب تو ایسا سوچنا اچھا بھی لگتا...... اب بھی وقت ہے سوچ لو۔''

''یشعرہ...... اتنا بڑا حادثہ تھا۔ ہم بھی چپ کر گئے۔ تم بھی...... مریض کی عیادت ثواب ہے، سوچا وہ بھی کر لی۔ تم نے تو خیر اپنا پورا وقت ہی اس کو دیا...... اب وہ بہتر ہے، زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے تو اللہ کے لیے کوئی واضح بات کرو اس سے کہ بس بہت برداشت کرلیا ہم نے...... جلدی سے معاملہ نپٹائے اور جان چھوڑے ہماری...... ٹوٹے ہوئے تعلق کو پورا توڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ وہ کسی کو اذیت دے نہ تکلیف ورنہ جگہ جگہ جوڑ اور پیوند لگی چیزیں ہوں یا رشتے، پائیدار نہیں ہوتے، انہیں آخر کار ٹوٹنا ہی ہوتا ہے۔'' تائی صفیہ نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے، یشعرہ نے ایک بے بس نظر اماں جی پر ڈالی اور پھر ماں کے پاس آن بیٹھی۔

''وہ چھوڑ کے چلا گیا تھا، آپ تب بھی پریشان تھیں، اب واپس آیا ہے تب بھی پریشان ہیں، پریشان کر رہی ہیں۔''

''تمہارے لیے واپس آتا تو سو گناہ معاف کر دیتی اس کے، اس کا تمہیں چھوڑ کر جانا معاف کر دیتی مگر وہ آیا بھی تو اپاہج ہو کر، اپنی ضرورت کے لیے...... میری بیٹی ایسے شخص سے جڑ کر اسے دیکھ کر کڑھتی رہے گی تو میں کیا سکون سے بیٹھ سکوں گی؟'' وہ رو دیں۔

''اف میرے اللہ...... یہاں پل بھر کی زندگی کا بھروسہ نہیں اور آپ عمروں کا حساب لے کر بیٹھ گئیں، بخدا میرے ذہن میں تو ایسی کوئی سوچ ہی نہیں آئی...... میں تو اپنے مالک کا عمر بھر شکر ادا کرتی رہوں تب بھی کم ہے کہ اس نے مجھے اس کی زندگی بخش دی، مجھے اپنے مالک پر پورا بھروسہ ہے، جس نے مجھے اس وقت امید کی کرن دکھائی جب ڈاکٹر ناامید ہو گئے تھے، مایوس تھے، وہ مجھے اب بھی کسی آزمائش میں نہیں ڈالے گا۔ ٹانگ کا زخم سہیل ہوتے ہی ہم اس کی مصنوعی ٹانگ لگوائیں گے...... ہزاروں، لاکھوں لوگ ایسے ہیں جن کو دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا کہ وہ کسی قسم کی جسمانی محرومی کا شکار ہیں...... آپ میری ہمت بندھائیں نہ کہ حوصلہ توڑنے کی بات کر رہی ہیں۔'' وہ شاکی ہوئی۔

''یشعرہ ٹھیک کہہ رہی ہے صفیہ، اللہ پر بھروسہ رکھو...... اگر یہ خود مطمئن ہے، خوش ہے تو ہمیں اپنی بچی کی خوشی عزیز ہونی چاہیے...... جاؤ بچے تم تیاری کرو...... میں ایان سے کہتی ہوں، تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئے۔'' اماں جی نے کہا۔

''میں چلی جاؤں ناں اماں۔'' اس نے اماں جی کو جی کہہ کر لاڈ سے ماں کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

''میں کہوں گی نا جاؤ تو جیسے رک جاؤ گی تم؟'' ان کے لہجے میں اب بھی ہلکی سی خفگی تھی۔

''اور مجھے یقین ہے کہ میری پیاری ماں مجھے کبھی بھی نہیں روکے گی بلکہ خوشی سے اپنے گھر بھیجے گی۔'' وہ شوخی سے بولی۔

''جاؤ...... سدا خوش و آباد رہو۔'' انہوں نے آہستہ سے کہا تو یشعرہ نے بے ساختہ ماں کو پیار کیا اور وہاں سے اٹھ گئی، اماں جی کے حلق سے ایک سکون بھری سانس نکلی تھی۔

اس کی گھر آمد نے اماں جہاں کو ایسے چاق و چوبند کردیا جیسے وہ کبھی بیمار تھیں ہی نہیں...... حالانکہ عبدالحنان کی گھر آمد سے کچھ قبل ہی تو وہ ڈاکٹر کے پاس سے لوٹی تھیں...... گھر میں یشعرہ کو موجود پا کر بے انتہا خوشی کا اظہار کیا۔ اسے گلے سے لگا کر پیشانی چومی...... یشعرہ آمنہ کو ساتھ لگائے اپنا کمرہ سجانے میں مصروف تھی...... شادی کے بعد اس نے آج اس کمرے میں قدم رکھا تھا۔ حالانکہ درمیان میں کئی بار اس کا یہاں آنا ہوا تھا...... منتہا کی موت پر پھر وریشہ کی شادی پر اور ابھی حال ہی میں مومنہ کی شادی پر مگر اس بند کمرے میں جانے کی ہمت کبھی اپنے اندر پیدا نہیں کرپائی تھی، جہاں وہ بے درد اس کے احساسات، جذبات اور خواہشات بند کر کے گیا تھا جو آج بھی وہ وہاں بند کمرے میں سسکتی پھرتی تھیں...... ارمانوں سے سجائی گئی سیج ویسے ہی نئی تھی جیسے پہلے دن...... ہاں آج اس نے سامنے والی دیوار پر گلاب کے پھولوں سے ویلکم ٹو ہوم لکھا تھا اور سائیڈ ٹیبل پر اپنی اور اس کی شادی والی تصویر فریم میں لگا کر رکھ دی تھی...... آمنہ آج پہلے سے کچھ بہتر لگ رہی تھی جو کہ اجلال کی آج کی آمد کا شاخسانہ تھی...... اجمل بے چارہ گھن چکر بنا ہوا تھا، پہلے اماں جہاں کو ڈاکٹر کو دکھایا اور اب عبدالحنان کو ڈسچارج کرایا...... اماں جی نے ایان اور موحد کو بھی آج ہاسپٹل بھیجا تھا۔ اماں جہاں نے سلطانہ تائی کو عبدالحنان کی پسند کی کئی ڈشز تیار کرنے کو کہا تھا۔

''مالک اسے لمبی عمر دے اماں، ابھی تو اس کا پرہیزی کھانا پکے گا کچھ دن پھر پکا لیں گے اس کی پسند کا سب کچھ۔''

''ارے ہاں...... ہم تو بھول ہی گئے کہ دوسرے شہر سے نہیں آرہا ہمارا بچہ، ہسپتال سے آرہا ہے اور ابھی تو اس نے کچھ ایسا ویسا نہیں کھانا...... اصل میں اس کے آنے کی خوشی اتنی ہے کہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کریں، کیا نہ کریں...... پورے نو ماہ انیس دن بعد وہ اپنے گھر قدم رکھے گا۔'' وہ آبدیدہ ہوئیں۔

''یہ تو ہے لیکن آپ بھی اب تھوڑا سا ریسٹ کرلیں، ڈاکٹر نے آپ کو بھی آرام بتایا ہے اور یہ بتائیں دوائی لے لی آپ نے؟'' سلطانہ تائی نے پوچھا۔

''ہاں اجمل نے کھلادی تھی...... بہت خیال رکھتا ہے میرا...... مالک اسے صحت و تندرستی دے، عمر دراز ہو آمین۔'' وہ بستر پر بیٹھتے ہوئے بولیں، سلطانہ تائی نے بھی بے ساختہ آمین کہا تھا۔

❁......❁......❁

ویسا ہی تھا سب کچھ جیسا وہ چاہتا تھا، جس کے لیے اس نے کتنی دعائیں مانگی تھیں اور جب مایوس ہو کر مانگنا چھوڑ دیا تو نواز دیا گیا تھا...... وہ بھول گیا تھا کہ انسان بے صبرا ہے، جلد باز اور اتاؤلا ہے، کہتا ہے جو منہ سے نکلے وہ فوراً پورا ہو جائے مگر مالک کی مصلحتیں انسانی جسم سے بہت دور کی چیز ہیں جن کا قبل از وقت ادراک کرنے کی اس کی ہمت ہے نہ استطاعت...... اللہ کے ہاں ہر چیز، ہر کام، ہر فیصلے کا ایک وقت مقرر ہے اور اپنے وقت پر اس نے ہونا ہی ہوتا ہے...... ایک مکمل اور پرسکون گھر کا خوب صورت منظر، ہنستی مسکراتی اس کی حسین بیوی...... اماں جہاں کا محبت لٹاتا شفیق چہرہ...... ایک پل کو ہی وہ پورے دل سے مسکرایا تھا مگر جیسے ہی اس کی نظر اپنی ٹانگ پر پڑی تھی۔ پھیلے لب سمٹ گئے تھے۔ دل میں جلے خوشی کے چراغ ایک دم بجھ گئے تھے۔

''میں تھک گیا ہوں۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے سپاٹ انداز میں کہا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں...... اجمل بیٹا بھائی کو بستر پر لیٹنے میں مدد دو۔'' اماں جہاں فوراً بولیں۔ اجمل، موحد اور ایان نے اسے ڈھیل چیئر سے بیڈ پر منتقل کیا۔ عبدالحنان کا دل اپنی بے بسی پر خون کے آنسو رو دیا۔

''ٹھیک ہے۔ یشعرہ، ہم چلتے ہیں...... کوئی چیز کی ضرورت یا کوئی کام ہو تو بتا دینا۔''

''بہت شکریہ بچے، اوپر والا آپ لوگوں کے نصیب بلند فرمائے...... دودھو نہاؤ، پوتو پھلو۔'' زندگی میں پہلی بار اماں جہاں کے لہجے میں ان کے گھرانے کے لیے نرمی اور محبت تھی۔

''ارے نہیں بڑی دادی، شرمندہ مت کریں۔ پہلے یہ ہمارا بھائی تھا۔ اب تو بہنوئی بھی ہے تو رشتے ڈبل ہونے سے ہماری ذمہ داری بھی تو ڈبل ہوگئی ہے ناں...... ہم چکر لگاتے رہیں گے۔'' موحد مسکرا کر بولا۔

''کھانا تیار ہے بیٹا، کھا کر جاؤ گے تو خوشی ہوگی ہمیں۔'' اماں جہاں نے کہا۔

''ضرور کھا کر جاتے بڑی دادی مگر آج گھر لڑکیوں کو کھانے کا ذرا مشکل ٹاسک دے کر آئے تھے...... اب ہم لوگ نہیں ہوں گے کھانے پر تو ایک لمبا شکایتی پروگرام چلوا دیں گی ہمارے خلاف ابا کے حضور۔''

''بہت بری بات ہے موحد، میرے گھر سے جاتے ہی بہنوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا تم نے......'' یشعرہ نے کہا۔

''ارے نہیں یار، یہ ان کی اگلے گھر کی تیاری کا ایک حصہ ہے سمجھا کریں ناں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔ عبدالحنان کا دل کیا دھاڑ کر ان سب کو چپ کرا دے...... زندگی سے بھرپور لوگوں کی باتیں اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھیں۔ وہ تو شکر ہوا کہ وہ دونوں جیسے ہی گئے، اجمل بھی اس کی دوائیوں اور کھانے پینے کی ہدایات یشعرہ کو دے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

''ہمیں لگتا ہے کہ یہ اب سو گیا ہے...... ہمارے بولنے سے پریشان نہ ہو...... خیال رکھنا اس کا...... ہم چلتے ہیں پھر آئیں گے، تمہارا کھانا ہم یہیں بھجوا دیتے ہیں، عبدالحنان جب اٹھے اسے بھی کھانا کھلا دینا...... اجمل نے آمنہ کو بتا دیا تھا کہ کیا پکانا ہے اس کے لیے۔'' انہوں نے جاتے ہوئے کہا۔ یشعرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

❁ ❁ ❁

''ایان کے ولیمہ پر میرا ساڑھی پہننے کا ارادہ بن گیا ہے اچانک۔ کمال ہے مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ میری کلیکشن میں کیا کمال ساڑھی موجود ہے، اماں جی، آپ کو یاد ہے کہ آپ کی دوست وہ سچے موتیوں کے کام والی ساڑھی انڈیا سے لائی تھیں میرے لیے...... میں نے آج موحد کے ساتھ جا کر میچنگ چوڑیاں، جیولری اور سینڈلز بھی لے آئی ہوں۔'' اس نے اپنے تئیں لڑکیوں کو جلانے کی کوشش کی تھی کیونکہ کسی بھی قریبی شادی پر ساڑھی پہننے کا شوق گھر کی تمام لڑکیوں کا ہی مشترکہ تھا جس کی اجازت آج تک کسی کو نہ ملی تھی کہ یہ سب کچھ شادی کے بعد پورے کرنا اور شجر کو یہ امید تھی کہ اس کی چونکہ شادی ہونے والی تھی، سو مان لے جائے گی، فجر کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا، مومنہ اس کی بات پر مسکرائی اور دلچسپی سے اسے دیکھا کہ شجر کی باتیں اور انداز اسے بہت بھاتا تھا ہاں آیت جھلس گئی تھی اندر تک...... تائی صفیہ اور افشاں چچی موجود نہ تھیں، اماں جی فجر کے دوپٹے پر کناروں سے کرن لگا رہی تھیں جو اس نے رات ولیمہ کے فنکشن پر پہننا تھا۔ اماں جی نے عینک کو انگلی سے

ناک کی تھپنگ پر ٹکایا اور سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"شادی میں سات دن رہ گئے ہیں اور تمہاری تائی نے منع کیا تھا کہ موحد سے پردہ کرنا ہے اور تم اٹھ کر بازار تک چل پڑیں...... بڑے اگر کوئی بات کرتے ہیں تو اس میں آپ کی بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔"

"میں تو ایان کو ڈھونڈ رہی تھی وہ گاڑی میں کوئی بیٹھا نظر آیا تو بیٹھنے کے بعد پتا چلا کہ وہ تو موحد تھا۔ اس کڑے وقت میں اب گدھے کو باپ بنانا تھا ناں...... میچنگ کیسے ہوئی پھر......؟" اس کے موحد کو گدھا کہنے پر اماں جی نے سر ہاتھوں میں پکڑ لیا پھر جیسے ہی اسے اپنی بے تکی بات کا احساس ہوا۔ وہ اماں جی کے قریب ہوئی اور ماتھے پر ہاتھ مار کر بولی۔

اوہو اماں جی...... میں نے محاورتاً کہا ہے اب حقیقت میں تو نہیں کہہ دیا آپ تو میری سہیلی ہیں ناں۔ آپ کو تو سب کچھ بتا سکتی ہوں۔" مومنہ نے تو بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

"اماں جی، میرا دوپٹہ مکمل کریں آپ...... پہننا ہے یہ میں نے آج...... اس کے ڈرامے تو کبھی ختم نہیں ہونے۔" فجر بیزاری سے بولی، اماں جی نے خود کو ملتجی نظروں سے دیکھتی فجر کو ایک نظر دیکھا۔ عینک درست کی اور سنجیدگی سے بولیں۔

"وہ ساڑھی جس کی تم میچنگ بھی کر آئیں اگر مجھ سے پوچھ لیتیں کہ اس وقت کہاں ہے تو نہ اتنی مشقت کرنی پڑتی نہ گدھے کو باپ بنانا پڑتا۔ ویسے بھی وہ گدھا تمہارا ہونے والا شوہر ہے۔" شجر نے بے ساختہ زبان دانتوں میں دبائی۔

"لگتا ہے اماں جی کو بہت برا لگ گیا ہے۔ چلو اس بات پر بعد میں اماں جی سے معافی مانگ لوں گی ابھی تو ساڑھی کا معاملہ حل کرلوں۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"اماں جی، میں مطلب نہیں سمجھی آپ کا...... کہاں گئی وہ ساڑھی...... آپ کی الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں رکھی تھی میری وہ ساڑھی، بہاولپور سے منگوایا گیا فیری والا سوٹ اور وہ گوٹے......"

"وہ سب واقعی وہیں تھے مگر اب پیک ہوکر تمہارے جہیز والے سوٹ کیس میں جا چکے ہیں اور تمہاری انہی عادات کی وجہ سے وہ تینوں سوٹ کیس جس میں تمہارا جہیز کا سامان ہے، میں نے تمہاری تائی کے حوالے کردیئے ہیں، میرے کرنے کے اور بھی کئی کام ہیں۔" یہ بتاتے ہوئے اماں جی کا اطمینان دیکھنے لائق تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

حمیرا اکبر

کبھی ہمت تو کبھی حوصلے سے ہار گئے
ہم بدنصیب تھے جو ہر کسی سے ہار گئے
عجب کھیل کا میدان ہے یہ دنیا بھی
کہ جس کو جیت چکے تھے اسی سے ہار گئے

''واہ کیا ناول ہے۔'' اس نے ناول مکمل کر کے رکھا اور مسکرادی۔

''لکھنے والے پتا نہیں کہاں سے دماغ لاتے ہیں ہر عام لڑکی کو خاص و شہزادی بنا دیتے ہیں اور پھر اسے خوابوں کے کسی شہزادے سے ملا دیتے ہیں۔''

اس نے کھڑے ہو کر سنگار میز کے آئینہ میں خود کو دیکھا، وہ شہزادی نہ سہی لیکن شہزادیوں جیسا رنگ و روپ ضرور تھا۔

''بھلا شہزادے بھی کہیں ملتے ہیں؟ آج کل تو بادشاہت ختم ہو رہی ہیں۔ شہزادے کہاں سے ملیں گے۔ ہنہ یہ لکھنے والے بھی پتا نہیں کہاں کہاں سے خیالات لے آتے ہیں۔'' وہ ایک سرد سانس بھر کر کمرے سے نکل گئی۔

''اف...... چھ بج گئے۔'' اس کی نظر جیسے ہی وال کلاک پر پڑی تو گھبرا گئی۔ وہ کچن میں آئی تو بوا کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

''کیا ہوا عویش؟'' بوا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''بوا...... انسان جب کوئی کہانی پڑھتا ہے تو اس پر سوچنا کیوں شروع کر دیتا ہے۔ یہ کہانیاں انسان کو اتنا انسپائر......''

''تمہیں کہانیاں کہاں سے ملیں؟'' بوا نے اس کی بات کاٹی۔

''ثانیہ جی نے دی تھیں۔'' اس نے اپنی چھوٹی بہن کا نام لیا۔

''تمہیں...... کیوں؟'' بوا کو حیرت نے آ گھیرا۔

''ہاں...... کہہ رہی تھیں کہ اچھا ناول ہے تم پڑھ لو، میں نے منع کیا تھا اور مجھے بھی آپ کی طرح حیرت ہوئی تھی۔''

''عویش تم ان لوگوں سے مختلف ہو۔'' بوا نے نرمی سے کہا۔ ''لیکن تم آئندہ ان سے کچھ بھی نہیں لو گی۔ ابھی جا کر وہ ناول واپس کرو۔'' بوا نے اسے تنبیہ کی۔

''بوا...... چائے بن گئی؟'' شازیم نے کچن کے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔

''ہاں بن گئی اور تمہارے رول بھی۔ میں ابھی لے کر آتی ہوں۔'' بوا ٹرالی لے کر کچن سے نکلیں اور عویش

کچن کی صفائی میں جت گئی۔

"بوا...... کیا آج کسی کی خاص پارٹی ہے؟" رات کو وہ کسی کام سے ڈرائنگ روم میں آئی اور پھر مما، شازیم بھائی اور ثانیہ جی ان سب کو اتنا تیار دیکھ کر حیران ہوتی کچن میں آئی اور پھر اپنی حیرت کا اظہار بھی بوا سے کر دیا۔

"ہاں آج ارسلان کی شادی ہے اور شادی کی تقریب بھی شہر کے مشہور فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے۔"

"اچھا......" اس نے دھیمے سے کہا۔

"میں بھی جاؤں۔" اچانک اس کے منہ سے نکلا۔ بوا روٹی بیلنے میں مصروف تھیں۔ اس کی بات پر ہاتھ رکے۔ بوا کی اچانک آنکھیں بھر آئیں۔

"ارے بوا میں تو مذاق کر رہی تھی۔" اسے ایک دم اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"تم تیار ہو جاؤ۔" بوا نے فوراً فیصلہ کیا۔

"مم...... میں...... نہیں پپا غصے ہوں گے۔" وہ گھبرائی۔

"ان سب سے تو میں بات کر لوں گی۔ تم تیار ہو جاؤ۔" بوا نے اسے زبردستی کچن سے باہر نکالا۔ وہ حیران و پریشان اوپر آئی اور پھر اپنی الماری میں سے کوئی اچھا سا سوٹ تلاش کرنے لگی اسی وقت بوا آ گئیں۔

"عولیش...... تم اب تک تیار نہیں ہوئیں۔ جلدی کرو۔"

"بس بوا...... نماز پڑھنے لگی تھی۔ میرے پاس تو کوئی ڈھنگ کا سوٹ بھی نہیں ہے۔" وہ جھنجلائی۔

"ایسا کرو۔ تم یہ سوٹ پہن لو۔ تم پر اچھا بھی لگتا ہے۔" بوا نے ایک سوٹ پہلے سے پریس کیا ہوا نکالا۔ پرپل کلر کا سوٹ جس پر نفیس اور خوب صورت بیل لگی ہوئی تھی۔ اس نے سوٹ اٹھایا باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ جب باتھ لے کر وہ باہر آئی تو بوا اس کا سارا

سامان تیار کر چکی تھی۔
اس کی سینڈل جو گھر میں پہنے کے قابل بھی نہیں تھی۔ اسے بوا نے کپڑے سے چمکانے کی کوشش کی تھی اور کسی حد تک کامیاب بھی رہی تھیں، اس کا پرانا سادہ سا ہیئر بینڈ جسے وہ کئی مرتبہ استعمال کر چکی تھی۔ پرانا سا خشک میک اپ جو اپنی قدر و قیمت کھو چکا تھا اور سرمہ جو صرف ان سب اشیاء میں استعمال کے قابل تھا۔ عویش نے ان سب پر نظر ڈال کر بوا کی طرف دیکھا جو اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ اپنے آنسو پیتی ہلکے سے مسکرائی اور جلد ہی اس کی مسکراہٹ معدوم ہوگئی۔ بوا نے بھی چونک کر کھڑکی سے باہر جھانکا۔
''باہر سب گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ بوا کو افسوس ہونے لگا تھا کہ جانتے بوجھتے اسے تیار کرایا۔ انہوں نے پیچھے مڑ کر عویش کو بے آواز روتے دیکھا۔ ان کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔
''بیٹی رومت میں تمہیں چھوڑ آؤں گی۔''
''نہیں میں نہیں جا رہی۔'' اس نے بے دردی سے اپنے آنسو صاف کیے اور بیڈ پر گر گئی۔
''بوا لائٹ آف کردو میں سوؤں گی۔'' وہ منہ پر بازو رکھے بولی۔
''عویش......کھانا تو کھالو۔'' بوا کو دکھ ہوا۔
''مجھے بھوک نہیں ہے آپ لائٹ آف کردیں۔''
اس کی آواز بھاری ہوگئی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ آنسو روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔ بوا کچھ سوچتے ہوئے لائٹ اور دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی تھیں۔
''یہ لوگ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں؟'' وہ بوا کے جانے کے بعد آواز سے رونے لگی۔
''میں سگی اولاد ہوتے ہوئے باپ کے سامنے جا نہیں سکتی، میں اپنے باپ کو باپ اور ماں کو ماں نہیں کہہ سکتی۔ بہن بھائی سے بات نہیں کر سکتی، کسی کے سامنے جا نہیں سکتی تو ان سب باتوں کا مطلب ہے میں اس گھر کی بیٹی نہیں یا پھر میں ان کی سگی اولاد نہیں۔'' وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔
''یا اللہ میں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے، جس کی سزا مجھے مل رہی ہے اور وہ بھی اتنی کڑی۔'' وہ رو رہی تھی اسے وہ دن بھی یاد تھا جب اس نے میٹرک کا امتحان دیا تھا اور پورے اسکول میں ٹاپ کیا تھا جبکہ ثانیہ اور تانیہ بہ مشکل پاس ہوئی تھیں، ہر کوئی ان کو یہ ہی کہتا تھا۔
''تم لوگ تو کہیں سے بھی عویش کی بہنیں نہیں لگتیں نہ شکل و صورت کے اعتبار سے اور نہ سیرت اور پڑھائی کے اعتبار سے۔'' دونوں بہنوں کو یہ بات بہت بری لگی تھی اور انہوں نے گھر آ کر ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔ وہ بری طرح گھبرا گئی تھی جب ثانیہ نے یہ کہا تھا۔
''پپا......ہماری انسلٹ کرنے والوں میں یہ سب سے آگے ہوتی ہے اور اپنی فرینڈز کو یہ کہتی ہے کہ ہم ان کی اسٹیپ سسٹرز ہیں اور آپ اسٹیپ فادر۔'' ثانیہ نے معصوم شکل بنا کر روتے ہوئے کہا۔
''اور پپا......یہ بھی کہتی ہے کہ ہم ان پر بہت ظلم کرتے ہیں ان سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے۔'' ثانیہ کیوں چپ رہتی اور پھر فیصلہ سنانے والا خاموش رہا دوسرے نے فیصلہ سنا دیا۔
''تم کل سے اسکول نہیں جاؤں گی بلکہ اب کالج میں ایڈمیشن بھی نہیں ہوگا۔'' شازیم نفرت سے بولا، اس کے لیے شازیم کی آنکھوں میں اس قدر نفرت تھی کہ عویش سے اپنے بڑے بھائی کی طرف دیکھا ہی نہیں گیا۔ وہ حیرت سے ہکا بکا کبھی اپنی بہنوں کو دیکھتی جو پپا کے دائیں بائیں کندھے پر سر رکھے اپنے آنسو بہا رہی تھیں اور کبھی پپا کی جانب جو اسے دیکھ نہیں رہے تھے۔
''لیکن پپا......'' اس نے صفائی میں کچھ کہنا چاہا

لیکن پپا نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جوان دونوں نے......"

مگر پاپا نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروا دیا اور ساتھ ہی اشارہ کیا کہ وہ وہاں سے چلی جائے۔ وہ روتی ہوئی کمرے میں آ گئی۔ تھوڑی دیر میں بوا بھی آ گئی وہ ان سب کی باتیں سن چکی تھی لیکن وہ بہت مجبور تھیں۔ بعض اوقات وہ اپنے وعدے پر پچھتانے لگتی تھیں۔

"بوا...... بوا بھلا میں...... میں ایسا کہہ سکتی ہوں...... میں کیوں اپنی بہنوں کو اسٹیپ سسٹرز کہوں گی۔" وہ بوا کے گلے لگ کر شدت سے رونے لگی۔

"بس کر میری بچی بس کر تو، تو بہت اچھی ہے، بہن بھائیوں میں لڑائی ہوتی رہتی ہے اور ان کے درمیان پیار بھی ہوتا ہے اور پھر تو، تو اپنے بہن بھائیوں سے محبت بھی کرتی ہے پھر بھی ان کی باتوں کا برا مانتی ہے۔" بوا اسے خود سے لگائے تسلی دے رہی تھیں۔

"بیٹا...... والدین کی ڈانٹ میں ہمیشہ پیار اور نصیحت ہوتی ہے۔"

"لیکن میں نے تو ان کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت اور حقارت ہی دیکھی ہے۔" بوا سے تیار ہونے کا کہتی کمرے سے نکل گئی تھیں۔

اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا بوا نے سب کی مخالفت کے باوجود اسے داخلہ دلا دیا تھا لیکن میٹرک کے بعد اسے کسی نے پڑھنے کی اجازت نہ دی تھی۔

جانے وہ کون سا پہر تھا جب اس کی روتے سوچتے آنکھ لگ گئی تھی۔ بوا رات کو سب کام سے فارغ ہو کر اندر آئی اسے یوں بھوکا سوتا دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اس کے برابر لیٹ گئیں اور ساتھ ہی اس پر کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونکنے لگی تھیں۔

❀......❀......❀

فجر کی اذان کے ساتھ حسب معمول اس کی آنکھ کھل گئی، سر بہت بھاری بھاری ہو رہا تھا، ذہن میں رات والا واقعہ بھی تازہ تھا۔ وہ دعائیں پڑھتی کھڑی ہو گئی۔ اس نے بڑی مشکل سے وضو کر کے نماز پڑھی قرآن پاک پڑھنے بیٹھی تو پڑھا ہی نہیں گیا۔ آنکھوں میں دھندسی آنے لگی تھی، صرف دو رکوع پڑھ کر اٹھ گئی قرآن پاک جزدان میں رکھا اور اسے چوم کر الماری پر رکھ دیا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ باہر جانے کے بجائے تھوڑی دیر لیٹ جائے مگر کام کا سوچ کر اسے کمرے سے باہر نکلنا پڑا تھا۔

بوا...... لان میں قرآن پاک پڑھ رہی تھیں۔ بوا کی یہ شروع سے ہی عادت تھی، وہ گرمیوں میں باہر ٹھنڈی ہوا میں نماز اور قرآن پڑھتیں اور سردیوں میں اپنے کمرے میں۔

"السلام علیکم!" اس نے بوا کو قرآن پاک جزدان میں رکھتے دیکھا تو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ اٹھ گئی میری بیٹی۔" بوا نے اس کے اوپر دم کیا۔ وہ گارڈن میں چلی آئی تھی۔

چڑیوں کی چہچہاہٹ، کوئل کی کوک، آسمان نارنجی روشنی میں نہایا ہوا تھا، اسے یہاں آ کر بہت سکون مل رہا تھا، ماحول کا اس کے دماغ پر اچھا اثر پڑ رہا تھا۔ سر کا بھاری پن بھی کم ہو گیا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اسے چائے کی شدید طلب تھی لیکن اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر بادام کے درخت پر دیکھا، چڑیاں کافی ساری گروپ بنا کر بیٹھی تھیں، وقفہ وقفہ سے چڑیا ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر بیٹھ جاتی، اچانک اس کے تھوڑے فاصلہ پر ہری گھاس پر ایک سفید کبوتر آ کر بیٹھا، سفید کبوتر پر گلابی شیڈ بہت خوب صورت لگ رہا تھا، گھاس پر کبوتر چونچ مار رہا تھا پھر ایک دو کبوتر اور آ گئے، کبوتروں کی آواز میں اور اضافہ

ماہنامہ حجاب کراچی
کے قارئین کے لئے ایک خاص تحفہ
دلکش ودلفریب انداز تحریر
مرگِ تمنا
نئی سلسلے وار کہانی
ماوراطلحہ
کی ایک ناقابل فراموش کہانی جوآپ کو اپنے سحر میں جکڑ لے گی
اپنی خواہشوں، آرزوؤں اور خوابوں کے بے دام غلامی میں
ہر رشتۂ احساس اور جذبہ روندنے والوں کا قصہ
ان لوگوں کی کہانی ہے جو اپنی انا کے محل میں سودوزیاں سے بے نیاز مقید رہے
ان رویوں کے ازالے کا احوال جہاں آبلہ پائی کے سوا کچھ حاصل نہ تھا
جب تمناؤں کے محل مسمار ہوتے ہیں تو احساسات بنا شور کیے سفید کفن اوڑھ لیتے ہیں
گرتے ہیں تو اٹھانے والے ہاتھ آپ کے اردگرد موجود ہیں بس فرق اس نگاہ کا ہے
نفرتوں کی بھیڑ میں محبت کیسے تلاش کر سکتے ہیں یہ آپ کو اس ناول میں معلوم ہوگا
اس کہانی میں محبت کی کہانی، محبت کی زبانی سنائی جائے گی
حجاب کراچی کے صفحات پر ملاحظہ کیجیے
کہانی پڑھنے کیلئے آج ہی اپنی کاپی بک کرالیں، کہیں دیر نہ ہوجائے
03008264242
81 ٹیمپر پیر کس، ہاکی
کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم، آنچل پریس
کراچی 75510

''نہیں......'' اس نے نفی میں سر ہلایا اور جلدی سے آنسو صاف کیے جو جانے کب سے بہہ رہے تھے۔

''تم نے احسن کو بیڈٹی کا نہیں بتایا۔ میں ناشتہ تیار بھی کر چکی ہوں۔''

''نہیں...... مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی، آپ...... آپ کہہ دیں۔'' وہ کہہ کر کچن کی طرف بھاگ گئی۔ تاسف سے بوا نے اسے جاتا دیکھا۔ بوا نے دروازہ ناک کیا اور اندر داخل ہو گئے۔

''کیا بات ہے؟'' وہ ٹائی کی ناٹ میں الجھے ہوئے تھے۔ بوا جائزہ لینے میں مصروف تھیں چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

''ناشتہ تیار ہے آ کر کرلیں۔'' کوشش کے باوجود اپنے لہجے کی ناگواری نہ چھپا سکی، جسے احسن صاحب نے بھی محسوس کرلیا تھا۔

''آپ چلیں میں آتا ہوں۔'' بوا نے ایک نظر سوئی ہوئیں بھابی پر ڈالی جو آرام دہ بستر پر ساری دنیا سے بےخبر سو رہی تھیں۔ وہ خاموشی سے باہر آ گئیں۔

''بوا میں نے میز پر ناشتہ لگا دیا اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو پوچھ لینا، بانو آ گئی ہے میں اس کے ساتھ مل کر ڈسٹنگ کروا رہی ہوں۔'' عویش ڈسٹر اٹھائے بانو کے پیچھے چل دی۔ بوا اس کی ایک ایک حرکت سے واقف تھیں۔ سو سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر میں ہی احسن صاحب میز پر موجود تھے۔ آج شاید دیر کی وجہ سے انہوں نے چائے نہیں پی تھی۔ صرف ملک شیک لیا تھا۔

''آپا...... آپ کو تو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، میں مارکیٹ جاؤں گا جو کچھ لینا ہو بتادیں میں لے آؤں گا۔''

''نہیں مجھے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے سرد لہجے میں کہا۔

''اچھا...... یہ پیسے رکھ لیں۔'' انہوں نے ہزار ہزار کئی نوٹ ان کی طرف بڑھائے۔

''نہیں...... احسن، میرے پاس تو اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ آپ ان سے پوچھ لیں جن کا ان پر حق ہے۔''

''کیوں آپا؟ کیا آپ کا ہم پر کوئی حق نہیں۔'' بوا کی بات نے انہیں دکھ پہنچایا تھا۔

''نہیں...... مجھ سے زیادہ اولاد کا حق ہے۔ میں ان کا حق کھا کر قیامت کے دن کیا منہ لے کر جاؤں گی اللہ کے سامنے۔''

''کیا مطلب ہے اس بات کا؟'' احسن کے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ بوا کی بات کا مطلب سمجھ گئے تھے۔

''میں کیا چاہتی ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔'' بوا نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ احسن نے واپس پیسے والٹ میں رکھ لیے اور اٹھ گئے۔

''جو آپ چاہتی ہیں وہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں نے وعدہ کے مطابق اسے چھت دے دی یہی بہت ہے۔ یہ احساس مجھے بار بار مت دلایا کریں کہ وہ میری کیا لگتی ہے اور نہ ہی میرے دل میں اس کا کوئی مقام بنا سکتی ہیں، میری بلا سے وہ جہنم میں جائے مجھے کوئی پروا نہیں۔''

''یو مین، ہم گھر چھوڑ کر چلے جائیں۔ تینوں بچوں کو ہر آسائش میسر ہے لیکن عویش کو۔''

''میں اس کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا بی کا زوہ میری کچھ نہیں لگتی۔ یہ اگر مر بھی جائے تو میں اس کا منہ تک نہ دیکھوں، اور یہ میں نے سب کے سامنے باور کروا دیا تھا کہ میں جیسا بھی رکھوں کسی کو بولنے کا کوئی حق نہیں۔'' وہ کہتے ہی جانے کے لیے مڑ گئے لیکن ان کی نظر اچانک سامنے کھڑی عویش پر پڑی۔ وہ نفرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

بات اتنی مبہم نہیں تھی، جو اس کے پلے نہ پڑتی ایک جملہ ہتھوڑا بن کر اس کے سر پر لگا تھا۔

"وہ میری کچھ نہیں لگتی۔ اگر مر بھی جائے تو میں اس کا منہ تک نہیں دیکھوں گا...... پھر میں کون ہوں؟" وہ لڑکھڑاتے ہوئے واپس مڑ گئی۔ بوا نے اس کی طرف دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس لیے عویش کے آنے اور جانے کی خبر نہ ہوئی۔ وہ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ بوا کو اس کے متعلق خبر ہو کہ اس نے سب سن لیا ہے۔ ورنہ ان کو بہت دکھ ہوتا۔ ایک واحد بوا ہی تو تھیں اس کی سب کچھ انہوں نے ہی تو اسے پالا تھا ماں باپ کی طرح۔

عویش...... عویش۔" تانیہ کی آواز پر وہ ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی...... جی تانیہ جی۔" تانیہ اسے ڈھونڈتی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف آ گئی تھی۔

"عویش...... تم فری ہو؟"

"جی...... کچھ کام تھا آپ کو۔" اس نے ابھی تک اپنا سفید ڈھیلا ڈھالا ٹراؤزر اور بے بی پنک ہاف سیلو ٹاپ پہنا ہوا تھا۔

"ہاں میرے کپڑے پریس کرنے ہیں، چلو میں تمہیں کپڑے نکال کر دوں۔" وہ جتنی تیزی سے آئی تھی ویسی ہی مڑ گئی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

کمرہ بہت خوب صورت تھا، اسے پورے گھر میں تانیہ جی کا کمرہ بہت پسند تھا حالانکہ پورا گھر محل سے کم نہیں تھا لیکن جو تانیہ کے کمرے میں خاص بات تھی وہ کسی میں نہیں تھی۔ تانیہ نے کپڑوں کی پوری الماری [illegible] نے حیرت سے ان خوب صورت رنگ برنگے قیمتی کپڑوں کو دیکھا۔ جو تانیہ ایک کے بعد ایک وارڈ روب میں سے نکال کر بیڈ پر ڈھیر کر رہی تھی۔ اس کی غیر ارادی طور پر نظر اپنے کپڑوں پر گئی، اس نے وہی رات والا پرپل کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا، جن پر اب کام کی وجہ سے دھبے پڑ گئے تھے۔ یہ سوٹ اس کو بہت پسند تھا اور پہنتی بھی بہت کم تھی۔ اس نے دوپٹا اچھی طرح پھیلا لیا تا کہ اس کے گندے کپڑے اس میں چھپ سکیں۔ اس کی یہ حرکت تانیہ کی نظروں سے نہ چھپ سکی۔ عویش اور شرمندہ ہو گئی۔

"تم ایسا کرو، یہ کپڑے تم لے لو...... تمہارے پاس بہت کم کپڑے ہیں۔" اس نے کھلے دل سے آفر کی اور ساتھ ہی چار پانچ سوٹ اس کی طرف بڑھائے۔

"نہ نہیں...... میرے پاس ہیں۔" وہ گھبرائی۔

"ہاں...... مجھے معلوم ہے تم رکھ لو۔" اس نے الماری کا دوسرا پٹ کھول کر اس میں سے ایک سوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ لو جلدی سے اب کپڑے پریس کر دو، ہری اپ...... میں غسل کرنے جا رہی ہوں۔"

"جی بہتر۔" وہ جلدی سے استری لینے چلی گئی۔

وہ استری شدہ کپڑے لے کر تانیہ کے کمرے میں داخل ہوئی تھی کہ اسی وقت موبائل بجنے لگا۔ وہ دروازے میں ہی رک گئی، اس نے آج تک کسی کے موبائل کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا لیکن آج نہ جانے کیوں اس کے قدم رک گئے۔ موبائل ایک بار خاموش ہو کر پھر بجنے لگا تھا، اسی وقت تانیہ واش روم سے باہر آ گئی۔

[illegible]

بات اتنی مبہم نہیں تھی، جو اس کے پلے نہ پڑتی ایک جملہ ہتھوڑا بن کر اس کے سر پر لگا تھا۔

"وہ میری کچھ نہیں لگتی۔ اگر مر بھی جائے تو میں اس کا منہ تک نہیں دیکھوں گا...... پھر میں کون ہوں؟" وہ لڑکھڑاتے ہوئے واپس مڑ گئی۔ بوا نے اس کی طرف دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس لیے عویش کے آنے اور جانے کی خبر نہ ہوئی۔ وہ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ بوا کو اس کے متعلق خبر ہو کہ اس نے سب سن لیا ہے۔ ورنہ ان کو بہت دکھ ہوتا۔ ایک واحد بوا ہی تو تھیں اس کی سب کچھ انہوں نے ہی تو اسے پالا تھا ماں باپ کی طرح۔

عویش...... عویش۔" تانیہ کی آواز پر وہ ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی...... جی تانیہ جی۔" تانیہ اسے ڈھونڈتی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف آ گئی تھی۔

"عویش...... تم فری ہو؟"

"جی...... کچھ کام تھا آپ کو۔" اس نے ابھی تک اپنا سفید ڈھیلا ڈھلا ٹراؤزر اور بے بی پنک ہاف سیلو ٹاپ پہنا ہوا تھا۔

"ہاں میرے کپڑے پریس کرنے ہیں، چلو میں تمہیں کپڑے نکال کر دوں۔" وہ جتنی تیزی سے آئی تھی ویسی ہی مڑ گئی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

کمرہ بہت خوب صورت تھا، اسے پورے گھر میں تانیہ جی کا کمرہ بہت پسند تھا حالانکہ پورا گھر محل سے کم نہیں تھا لیکن جو تانیہ کے کمرے میں خاص بات تھی وہ کسی میں نہیں تھی۔ تانیہ نے کپڑوں کی پوری الماری دیکھ لی، مگر اسے اپنی پسند کے کپڑے نہیں مل رہے تھے۔ کافی دیر تک یونہی کپڑوں کو نکال کر دیکھتی رہی۔ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کون سے کپڑے پہنے۔

"کوئی سوٹ بھی ڈھنگ کا نہیں ہے۔" عویش نے حیرت سے ان خوب صورت رنگ برنگے قیمتی کپڑوں کو دیکھا۔ جو تانیہ ایک کے بعد ایک وارڈ روب میں سے نکال کر بیڈ پر ڈھیر کر رہی تھی۔ اس کی غیر ارادی طور پر نظر اپنے کپڑوں پر گئی، اس نے وہی رات والا پرپل کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا، جن پر اب کام کی وجہ سے دھبے پڑ گئے تھے۔ یہ سوٹ اس کو بہت پسند تھا اور پہنتی بھی بہت کم تھی۔ اس نے دوپٹا اچھی طرح پھیلا لیا تاکہ اس کے گندے کپڑے اس میں چھپ سکیں۔ اس کی یہ حرکت تانیہ کی نظروں سے نہ چھپ سکی۔ عویش اور شرمندہ ہو گئی۔

"تم ایسا کرو، یہ کپڑے تم لے لو...... تمہارے پاس بہت کم کپڑے ہیں۔" اس نے کھلے دل سے آفر کی اور ساتھ ہی چار پانچ سوٹ اس کی طرف بڑھائے۔

"نہ نہیں...... میرے پاس ہیں۔" وہ گھبرائی۔

"ہاں...... مجھے معلوم ہے تم رکھ لو۔" اس نے الماری کا دوسرا پٹ کھول کر اس میں سے ایک سوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ لو جلدی سے اب کپڑے پریس کر دو، ہری اپ...... میں غسل کرنے جا رہی ہوں۔"

"جی بہتر۔" وہ جلدی سے استری لینے چلی گئی۔

وہ استری شدہ کپڑے لے کر تانیہ کے کمرے میں داخل ہوئی تھی کہ اسی وقت موبائل بجنے لگا۔ وہ دروازے میں ہی رک گئی، اس نے آج تک کسی کے موبائل کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا لیکن آج نہ جانے کیوں اس کے قدم رک گئے۔ موبائل ایک بار خاموش ہو کر پھر بجنے لگا تھا، اسی وقت تانیہ واش روم سے باہر آئی۔

"تم نے اب تک اٹھائے نہیں کپڑے۔" ٹاول سے بال جھاڑتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی۔ تانیہ نے موبائل اٹھا کر پش کر کے کان سے لگا لیا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھی اور کپڑے اٹھا کر باہر نکل

گئی۔ اس نے سوچا کہ پہلے بوا کو بتائے گی اگر انہوں نے اجازت دی تو کپڑے رکھ لے گی ورنہ واپس کردے گی۔

"عویش تم کہاں تھیں؟" مما اور تانیہ بھی اٹھ گئی تھیں۔ اب وہ میز پر بیٹھیں ناشتہ کررہی تھیں۔ مما نے سلائس پر جیم لگاتے ہوئے کڑی نگاہ سے اس کے ہاتھوں میں کپڑوں کو دیکھا۔

"جی...... جی وہ میں......" جانے کیوں وہ شرمندہ ہوئی۔

"بھاگنے کا ارادہ ہے کیا جو یوں کپڑے لیے کھڑی ہو؟"

"جی......؟" وہ سمجھی نہیں۔

"ارے نہیں یہ تو تانیہ کے کپڑے ہیں، چرا کر بھاگ رہی ہے۔" عویش نے گھبرا کر ماں اور بیٹی کو دیکھا۔

"نہیں نہیں...... یہ تانیہ جی نے مجھے ہی دیئے ہیں۔" اس کی آواز میں کپکپاہٹ در آئی۔

"شٹ اپ...... تم جھوٹ بول رہی ہو وہ اپنے کپڑے تمہیں کیوں دینے لگی، یو آر لائیر۔" مما غصہ سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ عویش کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"نہیں نہیں...... میں سچ کہہ رہی ہوں۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"کیا ہوا مما؟" اسی وقت شازیم اپنے کمرے سے آ گیا اور کرسی گھسیٹ کر اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گیا۔

"یا اللہ......" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا اور ساتھ ہی آنسو بہہ نکلے۔ مما، شازیم اور ثانیہ سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم جاؤ اپنے کمرے میں۔" شازیم کی آواز اس کے کانوں میں پڑی، اس کے جسم میں تو گویا جان آ گئی، وہ بھاگ کر فوراً اپنے کمرے میں آ گئی اور تکیہ میں منہ دے کر پھپک پھپک کر رو دی۔ کپڑے اس نے بستر پر پھینک دیئے تھے۔

"کیا ہوا میری بچی؟ یہ لوگ تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے ہیں۔" بوا کو جیسے ہی شازیم سے بات کا پتا چلا وہ اس کے کمرے میں آ ئیں۔

"چل بس کر میری جان، کیوں ہلکان ہوتی ہے رو رو کر۔" عویش کو بری طرح روتے دیکھ کر ان کا دل کٹ سا گیا۔

"میں چور نہیں ہوں بوا۔ مجھے تانیہ جی نے یہ کپڑے دیئے تھے۔" اس نے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں مجھے شازیم نے بتایا ہے۔"

"بوا...... کیا میں ان کی سگی اولاد نہیں ہوں؟" بوا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"بہن بھائی سے میں بات نہیں کرسکتی اور مما تو کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں، انہیں صرف موقع چاہیے اور پپا...... پپا تو مجھے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے۔ آپ کو کیا کہہ رہے تھے، میں ان کی کچھ نہیں لگتی، میں مر بھی جاؤں تو میرا منہ تک نہیں دیکھیں گے۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بوا اس کو دیکھتی رہیں۔

"میں تو خلوص دل سے چاہتی ہوں کہ وہ تمہیں قبول کرلے، لیکن ان کے دل میں اتنی نفرت ہے کہ وہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔" بوا صرف سوچ سکیں بول نہ پائیں۔

"بوا ایک بات پوچھوں؟" عویش بوا کی خاموشی محسوس کرکے بولی۔

"ہاں پوچھو۔" بوا نے اس کی طرف دیکھا۔

"میں کیا اس گھر کی بیٹی یا بہن نہیں؟" اس نے بوا کی آنکھوں میں جھانکا اور بوا نظریں چرا گئیں۔

"تم ان ہی کی بیٹی ہو۔ یہ مجھ سے بہتر کون جانتا

ہے۔'' وہ دھیرے سے سر جھکا کر بولیں۔
''آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔'' پیا نے خود آپ سے کہا تھا کہ میں ان کی کچھ نہیں لگتی اور منہ تک نہیں دیکھیں گے۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کے متعلق ایسا نہیں کہتا۔'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر ان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔
''احسن کسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس ضرور ہوگا۔''
''بوا......'' اس نے زمین پر بیٹھ کر بوا کے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔
''اگر ماضی کا ایسا کوئی واقعہ ہے جو مجھ سے پوشیدہ ہو تو پلیز اسے چھپانا نہیں۔ پلیز ابھی بھی وقت ہے آپ بتادیں۔''
''بیٹا......'' بوا ایک دم رو دیں۔ ''وقت آنے دو میں سب کچھ بتا دوں گی، میں بہت کمزور ہوں، مجھ میں اب حوصلہ نہیں تھوڑا موقع دو۔'' بوا بہت ٹوٹی ہوئیں لگیں۔
''ٹھیک ہے...... لیکن میری ابھی ایک بات مانیں۔''
''ہاں بول میری جان۔ میں نہیں مانوں گی تو کون مانے گا۔'' بوا نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
''وعدہ......؟''
''وعدہ۔'' بوا اس سے بے خبر کے وہ کیا بولنے والی ہے پھر بھی وعدہ کرلیا۔
''میں مر بھی جاؤں تو میرا منہ ان لوگوں کو ہرگز مت دیکھنے دینا، جو میری زندگی میں نہیں دیکھنا چاہتے، چاہے وہ ماما، پاپا کیوں نہ ہو۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں واش روم میں بند ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

اس دن اندازاً گھر پر کوئی نہیں تھا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ فون صرف تب ہی اٹھاتی تھی جب کوئی گھر پر نہ ہو۔ ماما اور ثانیہ کہیں جا چکی تھیں، گھر میں بوا اور اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا بوا بھی نماز پڑھ رہی تھیں، اسے ہی مجبوراً فون سننا پڑا تھا۔
''السلام علیکم!'' اس نے ریسیور اٹھاتے ہی سلام کیا۔
''وعلیکم السلام! کون ثانیہ یا تانیہ؟'' دوسری طرف سے کوئی عورت تھی۔ سلام کے بعد استفسار کیا گیا۔
''جی......جی نہیں وہ دونوں گھر پر نہیں ہیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔
''اچھا پھر تم کون ہو؟'' دوسری طرف سے پھر سوال ہوا۔
''آپ کو کس سے بات کرنا ہے؟'' اس نے اکتا کر پوچھا۔
''دیکھو اگر تم یہاں کی کام والی یا شازیم کی یا تانیہ، ثانیہ کی کوئی فرینڈ ہو تو بتا دو اس میں اکتاہٹ کی کیا بات ہے۔''
''آپ یہ کیسی باتیں کررہی ہیں۔ شازیم بھائی اور تانیہ ثانیہ میرے بہنیں ہیں۔''
''اچھا...... میں احسن کی بھابی بات کررہی ہوں، امریکہ سے۔'' صائمہ کو بتانا پڑا ورنہ شاید وہ فون کریڈل پر رکھ دیتی۔
''او سو سوری۔ میں عویلش بات کررہی ہوں۔'' وہ گھبرائی۔ مبادا اس کی شکایت بڑھا چڑھا کر پپا اور مما کو بتادی جائے پھر وہ کون سا اس کی سنتے سارا الزام اسی کے حصے میں ہی آتا لیکن اگلے ہی پل وہ چونکی۔
''تم...... تم عویلش ہو؟'' حیرت میں ڈوبی آواز ابھری۔ ''عویلش......'' صائمہ نے اس نام کو پھر دھرایا تھا۔
''جی میں عویلش ہی ہوں، اس میں حیرت کی کیا

بات ہے؟"

"بیٹی میں تمہاری......" صائمہ کی آواز بھرائی۔

"جب تم ڈھائی سال کی تھیں تب ہم پاکستان آئے تھے۔" صائمہ کی بھیگی آواز سے اس نے اندازہ لگالیا کہ وہ رو رہی ہیں۔ شازیم کی گاڑی کا ہارن سن کر وہ گھبرائی۔ یہ سننے بغیر کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں، ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ تیزی سے بوا کے کمرے میں چلی گئی۔ اس کی سوچ کو ایک اور راہ مل گئی تھی۔ جانے کیوں اسے صائمہ کے پیچھے ہی کوئی راز لگ رہا تھا۔

"بوا...... صائمہ آنٹی کون ہیں؟" وہ عشاء کی نماز کے بعد رات کو تھکی ہاری لیٹی تھیں، آج تھکن بھی کچھ زیادہ ہوگئی تھی۔

"تم کیسے جانتی ہو ان کو؟" بوا کی آواز میں سختی در آئی، عویش گھبرائی اور اس نے ساری بات بتادی۔

"ٹھیک ہے مگر آئندہ ان سے کوئی بات نہیں کروگی سمجھیں۔" ان کا لہجہ کافی سختی لیے ہوئے تھا، عویش نے ان کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا۔ متعجب سی ان کی طرف دیکھا اور ساتھ ہی آنکھیں بھرآئیں۔ بوا اس کی طرف دیکھ کر پسیج سی گئی۔

"بیٹا میں تمہاری بھلائی کے لیے ہی کہہ رہی ہوں۔" بوا نے اس کی پیشانی پر بوسا دیا۔

"تم بہت تھکی ہوئی ہو سوجاؤ اور ہاں سب کو معاف کرکے سونا، کیوں کہ تم دنیا میں کسی کو معاف کروگی پس آخرت میں تمہیں اللہ معاف کرے گا۔"

"آئی نو بوا...... میں رات کو سب کو معاف کرکے سوتی ہوں۔" اس نے کہہ کر کروٹ بدل لی تھی۔

❁......❁......❁

"میرے گھر والے راضی نہیں ہورہے۔" وہ دونوں ہوٹل میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ شمائلہ کی نظر کھڑکی سے باہر کے مناظر پر تھی جب ہی کسی نے اس سے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" شمائلہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ وہ اس قدر افسردہ تھا کہ یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ اسے کیسے پتا چلا۔ اس کے برعکس شمائلہ مطمئن تھی۔

"مجھے آج کے دن تک کی مہلت تھی۔ میں نے تمہیں بتادیا۔ اب مجھے بے وفائی کا لقب مت دینا۔" شمائلہ کی نظریں اب بھی کھڑکی سے باہر تھیں۔

"تم خود بتاؤ تمہیں کوئی راستہ نظر آتا ہے تو بتاؤ ہم وہی اپنا لیتے ہیں۔"

"ہاں...... ایک راستہ ہے۔" اب کہ شمائلہ نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم مجھ سے نکاح کرلو۔ بس یہ ایک راستہ ہے۔"

"واٹ......!" وہ اس سے ایسے الفاظ سن کر دنگ رہ گیا۔

"یو مین کوٹ میرج؟"

"نہیں...... کوٹ میرج نہیں...... میری فیملی شامل ہوگی اس نکاح میں۔"

"تم تھوڑا اور انتظار کرلو پلیز۔"

"میں تو انتظار کرلوں گی لیکن میرے گھر والے۔ احسن او کے پھر میں چلتی ہوں۔" اب کے اس کا اطمینان جواب دے گیا تھا۔ آنکھیں بھرآئیں تو فوراً اٹھ گئی۔ احسن اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ بے چین ہوگیا۔

"رکو۔" وہ جانے لگی تو اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

"او کے آئی ایم ریڈی لیکن اگلے ہفتہ۔"

"سچ......!" وہ ایک دم خوش ہوگئی۔

"ہاں...... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر آہستگی سے کہا۔

"اینڈ می ٹو۔" وہ بھی اسی کیفیت میں بولی۔

''اچھا میں چلوں۔'' وہ کرسی پیچھے کر کے اٹھ گئی۔
''اب کب ملوگی؟''
''اگلے ہفتے۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس دی، احسن بھی مسکرا دیا۔
''اپنا وعدہ یاد رکھنا۔''
''ہوں۔'' اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔
احسن کوشش کے باوجود اسے اصل بات نہ بتا سکا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ وہ اس کی بات سن کر آگ بگولا ہو جاتی اور اسی بات کے ڈر سے وہ ہمیشہ خاموش ہو جاتا تھا اور نہ ہی وہ کچھ گھر بتا سکتا تھا اور اب بتانے کا بھی کچھ فائدہ نہیں تھا کیونکہ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تھا۔ جب وہ گھر پہنچا تو شام کافی ہو چکی تھی۔
''کیا ہوا بیٹا اتنی دیر کردی آج؟'' امی اس کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔
''جی امی...... آفس سے دوست کے گھر چلا گیا تھا۔'' وہ فریج سے بوتل نکال کر وہیں کھڑے ہو کر پینے لگا۔
''احسن۔ شرم کرو کھڑے ہو کر پانی نہیں پیتے اور بوتل سے منہ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے۔'' نائلہ نے اپنے سے چھوٹے بھائی کو ٹوکا۔
''سوری نائلہ، میں بھول گیا تھا۔'' وہ اس کو چھیڑتے ہوئے اس کا نام لے گیا، جس سے وہ چڑتی تھی لیکن وہ تو چڑی نہیں بلکہ پیچھے سے آتی چپل نے اسے چڑا دیا تھا۔
''شرم تو نہیں آتی، کس دھڑلے سے بڑی بہن کا نام لے رہا ہو۔''
''امی میں تو اسے چھیڑ رہا تھا۔'' وہ پیٹھ سہلاتے ہوئے منمنایا۔ امی کو اور تاؤ آ گیا۔
''بے شرم بڑی بہن سے مخول کرتا ہے۔ چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں، اتنا پڑھ لکھ لیا، بڑا افسر بن گیا لیکن ہمارے سامنے شریر بچہ بنا رہتا ہے۔''
''امی ہم تو مذاق کر رہے تھے آپ بھی ناں بس......'' نائلہ آگے بھی شاید کچھ بولتی لیکن اسی وقت حسینہ ہانپتی کانپتی گھر میں داخل ہوئی۔
''تائی امی، تائی امی اماں کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔'' اس کی بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں آنسو احسن سے بھی نہیں چھپ سکے تھے مگر اس کی تیوری پر بل پڑ گئے تھے۔

❁......❁......❁

صبح فجر کی نماز کے بعد وہ پارک میں آ گئی تھی۔ اس کو یہاں بہت سکون ملتا تھا۔ وہ اپنی مخصوص جگہ بیٹھ گئی۔ چڑیوں کی چہچہاہٹ اسے بہت بھلی لگ رہی تھی۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا۔
''آزادی بھی بہت بڑی نعمت ہے'' اس نے بینچ سے ٹیک لگا لی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے میں وہ سکون محسوس کر رہی تھی، وہ بہت آرام سے بیٹھی آنکھیں بند کر کے صبح کے منظر کو محسوس کر رہی تھی۔ وہ یہاں آ کر اپنے سب دکھ بھول جاتی تھی اور ہر سوچ سے بری ہو جاتی تھی۔ اچانک اس کی نظر اپنے سے کچھ فاصلے پر گئی، وہاں درخت کے نیچے کوئی لڑکا کھڑا تھا جو درخت سے ٹیک لگا کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے اس کے قریب آ گیا۔
''ہیلو...... گڈ مارننگ۔'' وہ اس کے قریب آ کر بولا۔
بڑا سا ڈوپٹا نماز کی طرح باندھا ہوا تھا، چہرے پر بہت معصومیت و سادگی کے ساتھ گھبراہٹ بھی تھی۔ گلابی مائل سفید رنگت، لائٹ براؤن آنکھیں اور ہونٹوں سے اوپر کالا تل، اس کو وہ کافی مغرور لگی تھی۔

پنک کلر کا سوٹ کافی بار دھلنے کے باعث اپنا رنگ کھو چکا تھا اور کالا ڈوپٹا بھی کافی پرانا سا لگ رہا تھا۔
"آپ یہاں مہمان ہیں یا آس پاس کہیں رہتی ہیں؟" اس کا جواب نا پا کر اس نے پھر پوچھا۔ وہ جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ گئی۔ اس نے حیرت سے اسے جاتا دیکھا اور پھر خود بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ تیز تیز چلتی گھر آ گئی تھی۔ گھر کے مکین سو رہے تھے۔ اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں لیکن پورا لان خالی تھا، وہ آہستگی سے چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گیا، وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔
"وہ کہاں گئی، زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا؟ وہ کہیں روح تو نہیں تھی، ایسی خوب صورت لڑکی روح ہی ہو سکتی ہے۔ سادگی اور معصومیت آج کے دور میں...... امپاسبل۔" اس نے گردن نفی میں زور زور سے ہلائی۔
عویش بھاگ کر کچن میں آ گئی، وہ گھبرائی ہوئی تھی۔
"یہ کون شخص ہے اور یہاں کہاں سے ٹپک پڑا، توبہ کیسے گھور رہا تھا، شرم و حیا تو ہے نہیں۔" وہ فریج سے پانی نکال کر وہیں بیٹھ کر پینے لگی۔
"بوا اللہ جانے کیا کر رہی ہیں، آج تو انہوں نے خلاف معمول کمرے میں نماز پڑھی ہے، سر درد کی وجہ سے آج انہوں نے قرآن پاک بھی نہیں پڑھا۔" اس نے چائے کا پانی رکھتے ہوئے سوچا، اس نے ساس پین میں پتی ڈال کر پکنے کے لیے چھوڑ دیا۔ فریج سے آٹا لے کر دو پیڑے بنائے، بقیہ آٹا فریج میں رکھ دیا، ابھی اس نے ایک پیڑا بیلا ہی تھا کہ قہوہ بھی تیار ہو گیا تھا۔ اس نے اس میں دودھ ڈال کر دھیمی آنچ کر دی، جب وہ روٹیاں پکا کر فارغ ہوئی تب تک چائے بھی تیار ہو گئی تھی۔ اس نے کپوں میں چائے نکالی اور ہاٹ پاٹ سمیت اوپر آ گئی۔
"بوا۔" عویش انہیں سوتے دیکھ کر چونکی، وہ ناشتہ میز پر رکھ کر ان کی طرف بڑھی۔
"کیا ہوا بوا؟" اس نے پریشان ہو کر بوا کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ "آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔" بوا نے بمشکل آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔ اور فوراً بند کر لیں۔
"کل کہہ بھی رہی تھی کہ آپ آرام کر لیں آپ سے اتنا کام نہیں ہوگا، کیا ضرورت تھی اتنا کام کرنے کی اور پھر اوپر سے ڈھیر سارے برتن دھوئے۔ یہ عمر آرام کرنے کی ہوتی ہے۔ کام کرنے کی نہیں۔" وہ گھبراہٹ میں جانے کیا کیا بولتی رہی تھی۔ "اب دوائی کہاں سے لاؤں؟" وہ ایک کے بعد دوسری دراز کھولتی اور اس میں دوا تلاش کرتی رہی مگر اسے کچھ نہ ملا۔ وہ کمرے سے باہر نکل کر تانیہ کے کمرے کی جانب بڑھی، ایک تانیہ ہی تھی جو کبھی موڈ میں اس سے بات بھی کر لیتی تھی۔ تانیہ سو رہی تھی وہ مایوس ہو کر واپس کمرے سے باہر آ گئی۔ اسی وقت شاہ زیم اوپر آیا۔
"سنیں۔" اسے بڑا عجیب لگا تھا اسے یوں پکارنا۔
"وہ بوا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ان کو بہت تیز بخار ہے۔" اس نے سر جھکا کر کہا۔
"تو میں کیا کروں۔" وہ اکتا کر بولا۔ اس نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔
"ان کو ڈاکٹر......" اس نے بولنا چاہا لیکن حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا۔
"ٹھیک ہے میں ڈاکٹر کو فون کر دیتا ہوں۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں بول کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے آنسو بہہ نکلے۔ وہ روتی ہوئی دوبارہ اپنے کمرے میں آ گئی۔
اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بوا کے لیے کیا

کرے، ایک وہ ہی تو تھیں ورنہ اس گھر میں اس کا تھا ہی کون۔ اگر انہیں کچھ ہو جاتا تو...... یہ سوچ کر وہ رونے لگی کہ کال بیل ہوئی۔ اتنی صبح کون آ گیا۔ اس نے آنسو صاف کیے پھر گیٹ پر آئی، اسے سامنے چوکیدار سے کوئی بات کرتے ہوئے نظر آیا۔ وہ کوئی ادھیڑ عمر شخص تھا۔

"بی بی جی یہ ڈاکٹر صاحب ہیں۔ انہیں چھوٹے صاحب نے فون کر کے بلایا ہے۔" گھر کے سب ہی ملازم اس کی بہت عزت کرتے تھے اور سب جانتے بھی تھے کہ وہ اس گھر کی بیٹی ہے۔

"السلام علیکم!" ڈاکٹر صاحب نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔

آیئے ڈاکٹر صاحب۔" وہ ان کو سلام کا جواب دے کر اوپر لے آئی۔

ڈاکٹر صاحب بوا کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے فرسٹ ایڈ باکس کھول کر اس میں سے اسٹیتھو اسکوپ نکال کر کانوں سے لگایا۔

"بخار تو کافی تیز ہے۔" وہ ان کا بخار اور بلڈ پریشر چیک کرنے کے بعد عویش کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کوئی خطرے والی بات نہیں، میں نے انجکشن لگا دیا ہے۔ انہیں بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں۔ اگر کوئی بات ہو تو مجھے پھر کال کر کے بلا لینا۔ یہ میرا کارڈ ہے۔" اس نے خاموشی سے کارڈ لے لیا۔ اس نے ایک نظر بوا کو دیکھا جو خالی پیٹ سو رہی تھیں۔ وہ پھر سے کچن میں آ گئی چائے گرم کرنے۔

آج اسے کافی دیر ہو گئی تھی اور پھر مہمانوں کا ناشتہ بھی تیار کرنا تھا، اس نے سب سے پہلے سینڈوچ کا مصالحہ تیار کیا۔ کباب کا مصالحہ فریج سے نکال کر باہر رکھا، انڈے پھینٹ کر وہ کٹلس بنانے لگی۔ رات کو مما نے اسے مینو بتا دیا تھا اس میں اسے کوئی مشکل نہیں ہوئی دو گھنٹے تک سب کا ناشتہ تیار ہو گیا تھا۔

"ناشتہ تیار ہے تو بوا سے کہہ دو میز پر لگا دیں۔" مما اسی وقت کچن میں آئیں۔

"لیکن ان کی تو طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر دیکھ کر گئے ہیں۔" اس کی بات پر شمائلہ چونکی۔

"اچھا تانیہ لے جائے گی لیکن تم مت آنا۔" وہ کل کی طرح اسے مہمانوں کے سامنے آنے سے منع کر کے چل دیں۔

"اللہ جانے کون سے مہمان ہیں، جن سے میرا اتنا خاص پردہ کروار ہے ہیں۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

کچھ دیر بعد تانیہ آ کر ناشتہ لے گئی۔ وہ اپنا اور بوا کا ناشتہ لے کر کمرے میں جا رہی تھی کہ باتوں کی آواز آئی وہ وہیں رک گئی۔

"انکل...... آپ کی صرف دو ہی بیٹیاں ہیں؟"

"جی بیٹا...... ہماری دو ہی بیٹیاں ہیں ثانیہ اور تانیہ۔" مما کی آواز پر اسے دکھ ہوا۔ "شاید اس میں بھی کوئی مصلحت ہو۔" وہ سوچ کر رہ گئی اور کمرے میں آ گئی۔

"بوا......" اس نے بوا کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے پکارا۔

"ہوں۔" بوا کراہتے ہوئے اٹھ بیٹھیں۔ بے اختیار بوا کے آنسو جھری زدہ چہرے پر بہہ نکلے۔ عویش نے حیرت سے دیکھا۔

"آپ...... آپ رو رہی ہیں۔"

"پ...... پانی......" بوا نے کپکپاتے ہونٹوں سے کہا۔ عویش نے میز پر سے جگ اٹھایا جس میں رات کا پانی تھا۔ وہ پانی بدلنے نیچے چلی آئی۔ بوا بھی یہ ہی چاہتی تھیں کہ وہ تھوڑی دیر ان سے دور رہے تا کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال سکیں۔ ان کو یہ دکھ مارے ڈال رہا

تھا کہ ایک گھر میں رہتے ہوئے کوئی ان کی طبیعت پوچھنے نہیں آیا تھا۔ انہیں عویش کی وجہ سے نظر انداز کیا جارہا تھا۔ وہ عویش کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی، اس کا دنیا میں تھا ہی کون۔

''بوا۔'' وہ اوپر آئی تو بوا نے اس کے آنے سے پہلے خود کو سنبھال لیا تھا۔ بوا نے اس سے پانی کا گلاس لے کر صرف دو گھونٹ بھر کر واپس کردیا۔ عویش نے گلاس میز پر رکھ کر کھانے کی ٹرے بوا کی طرف بڑھائی جسے لے کر بوا نے چپ چاپ کھانا شروع کردیا۔ وہ بہت غور سے بوا کو دیکھنے لگی، جن کے چہرے پر دکھ کے آثار صاف ظاہر تھے۔ جب بوا نے کھانا کھالیا تو وہ برتن اٹھا کر انہیں آرام کی تاکید کرتے ہوئے لائٹ آف کر کے نیچے آ گئی۔

''اللہ جانے یہ مہمان کب جائیں گے۔'' مہمانوں کی نت نئی فرمائشیں، کبھی چائے کافی، کبھی سموسے اور رول کی فرمائش وہ کبھی اتنا پریشان نہیں ہوئی تھی جتنا وہ اب ہونے لگی تھی۔

''سنو...... دو کپ چائے بنادو۔'' ثانیہ آرڈر دیتی چلتی بنی۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے سب کے لیے کھانا پکا کر فارغ ہوئی تھی، اس نئی فرمائش پر تاؤ آ گیا۔ اس نے بے دلی سے چائے بنائی اور دو مگوں میں چائے نکال کر وہ اوپر ثانیہ کے کمرے کے باہر کھڑی ہوگئی۔ وہ جانتی تھی کہ اندر ثانیہ کے علاوہ بھی کوئی ہے۔ اسے مہمانوں کے سامنے آنے سے سختی سے منع کیا گیا تھا۔ اسے حیرت تو ہوئی تھی کہ ایسے کون سے مہمان ہیں کہ ان کے سامنے آنے سے منع کیا گیا ہے۔ پر وہ یہ پوچھ نہیں سکتی تھی۔

''ایکسکیوز می......'' اس آواز پر اس نے چونک کر دیکھا، سامنے وہ ایستادہ حیرت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا، اس میں سے آتی پرفیومز کی خوشبو نے اسے جھنجھوڑ دیا تھا۔

''جی...... جی چائے۔ مجھے ثانیہ جی نے کہا تھا۔'' رمان بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے وہ پہلے بھی ایک دفعہ پارک میں دیکھ چکا تھا۔

''آپ یہاں کام والی ہیں؟'' اس نے اس کے حلیہ سے اندازہ لگایا۔

''جی نہیں میں ثانیہ جی کی بے...... جی میں کام والی ہوں۔'' اسے اس کی بات پر دکھ ہوا اس لیے فوراً تردید کرنے لگی۔ لیکن پھر کچھ خیال آنے پر اقرار کرگئی تھی۔

''لیکن ثانیہ تو سوچکی ہے۔ ایسا کرو ایک کپ چائے میں پی لیتا ہوں اور ایک کپ آپ پی لیں۔'' اس نے پیشکش کی۔

''نہیں...... نہیں میں نہیں پیوں گی۔'' وہ گھبرائی۔

''کیوں؟ اس میں کیا زہر ملا ہوا ہے۔'' وہ جان گیا تھا کہ یہی عویش ہے۔

''جی نہیں تو۔''

''تو پھر آپ کیوں نہیں پی رہیں؟''

''بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔''

''اچھا...... تم اپنے دل کی بہت سنتی ہو۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''آپ کو چائے پینی ہے یا نہیں۔'' اس نے قدرے سختی سے پوچھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا صرف چائے پینا بہت بڑا طوفان کھڑا کرسکتا تھا، رمان مسکرادیا۔

''پیوں گا لیکن تمہارے ساتھ بیٹھ کر۔'' اس کی ضد پر اس کو بہت غصہ آیا۔

''پلیز...... آئی سوئیر میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔'' وہ اس کا گریز سمجھ گیا تھا۔ عویش نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے...... لیکن ایک شرط پر، مجھ سے کوئی بات نہیں کرو گے اور نہ ہی کوئی سوال۔"

"چلو منظور۔" اس نے ہار مان لی۔ عویلش سیڑھوں پر بیٹھ گئی۔ رمان اس سے دو سیڑیاں اوپر بیٹھ گیا تھا۔

رمان، دانیال اور صائمہ کا اکلوتا بیٹا تھا، امریکہ کی کھلی فضاؤں نے اس پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ جب وہ پہلی بار پاکستان آیا تھا جب عویلش دو یا ڈھائی سال کی تھی، حسینہ آنٹی کے انتقال کے بعد وہ صرف بوا کے پاس رہتی تھی، وہ کسی کے پاس بالکل بھی نہیں جاتی تھی اور نہ ہی کسی کے ساتھ کھیلتی تھی۔ اس کے بعد رمان اٹھارہ سال بعد اب آیا تھا۔ اس کے ذہن سے ڈری سہمی بچی نکل گئی تھی پھر مام نے اسے اچانک عویلش کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ اپنی نئی کزن کا سن کر حیران رہ گیا تھا مام نے اسے سب کچھ تفصیل سے بتا دیا تھا پھر پاکستان آنے کے بعد اس کا زیادہ تر وقت ثانیہ کے ساتھ گزرتا تھا۔ ثانیہ اور تانیہ دونوں بہنیں ایک جیسی تھیں، ہر نیا فیشن ان کے لبوں کے ساتھ ان کے تن پر ہوتا، ہر روز بیوٹی پارلر کے چکر اور ہوٹلنگ، وہ ان دونوں کا حال دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ تو مام اور ڈیڈ سے کچھ اور ہی سنتا آ رہا تھا۔

"سنو...... آر یو عویلش احسن؟" وہ چائے پی کر جانے ہی لگی تھی تب اس نے اپنے عقب سے رمان کی آواز سنی۔

"وعدہ خلافی منافق لوگوں کی پہچان ہوتی ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر نیچے چلی گئی۔ وہ کئی لمحے وہیں کھڑا رہا تھا۔

❁......❁......❁

"آج کون سے آفس جا رہے ہو، آج تو چھٹی ہے۔" نائلہ نے اس کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھا جو بہت اہتمام سے تیار ہونے میں مگن تھا۔

"کیا ہو گیا اگر آج چھٹی ہے۔"

"ہاں آئی نو...... لیکن تم بھی جانتے ہو آج اسٹرائک ہے اور آفس سے آج میرے سامنے فون آیا تھا۔"

"دوبارہ فون آیا ہے۔ ہمارا آفس جس کالونی میں ہے وہ......" وہ گڑبڑایا۔

"اچھی طرح جانتی ہوں میں کون سے انوکھے شہر میں ہے۔" نائلہ نے طنز کیا۔

"آخر چاہتی کیا ہیں آپ؟" احسن جھنجھلایا۔

"میں چاہتی ہوں تم جھوٹ کے بجائے سچ بتا کر جاؤ۔"

"سچ...... وقت آنے دو سب بتا دوں گا۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ احسن کا اپنی کزن سے نکاح بہت پہلے ہی ہو گیا تھا۔

جب احتشام الحق کے چھوٹے بھائی انوار الحق حیات تھے، احتشام الحق کے سب سے بڑے بیٹے دانیال کو انوار الحق کی بڑی بیٹی صائمہ سے بیاہ دیا گیا تھا، صائمہ اچھی بیوی اور اچھی بہو ثابت ہوئی تھی۔ دانیال ہاؤس جاب کے بعد اسپشلائزیشن کے لیے باہر چلا گیا اور پھر کچھ دنوں بعد بیوی کو بھی وہیں بلا لیا تھا۔ اماں دیہات کی رہنے والی تھیں۔ سیدھی سادی خاتون تھیں، گھر کی سجاوٹ پروفیسر احتشام الحق صاحب مل کر کرواتے تھے۔ دانیال سے چھوٹا احسن تھا، جس کا نکاح صائمہ کی چھوٹی بہن حسینہ سے کر دیا گیا تھا۔ احسن اپنی کولیگ شمائلہ کو پسند کرتا تھا اور شمائلہ تو اس سے جنون کی حد تک محبت کرتی تھی۔ احسن کو کبھی اس کی محبت سے ڈر لگنے لگتا اور کبھی رشک آتا۔ وہ صاف الفاظ میں اسے کہہ چکی تھی کہ وہ بٹوارا ہرگز برداشت نہیں کرے گی اور اسی ڈر سے اس نے اپنے نکاح کو اس سے چھپا لیا تھا۔ وہ اپنے والد سے بھی

بہت ڈرتا تھا، اس وجہ سے وہ اپنی پسند کو چھپا رہا تھا۔
اسے شمائلہ کے گھر پہنچ کر یہاں کی تیاری دیکھ کر بہت حیرت ہوئی تھی۔ وہ یہاں آنے سے پہلے ہی وکیل اور گواہوں کا انتظام کر چکا تھا۔ احسن نے اس تقریب میں چند خاص دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ شمائلہ کی طرف سے بھی کچھ زیادہ لوگ نہیں تھے، بس چند دوست اور خاندان کے بزرگ تھے۔ شمائلہ دلہن بنی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے ساری تھکن دور کر کے احسن کا انتظار کر رہی تھی، اسے اپنے انتخاب پر فخر تھا جب اس کے دوستوں نے اسے داد و تحسین کے ساتھ رشک و حسد سے بھی دیکھا تھا۔ وہ مسکرادی، اسی وقت آہٹ محسوس ہوئی تو سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''السلام علیکم!'' احسن کی آواز بھلا وہ پہچان نا پاتی ایسا نہ ممکن تھا۔ وہ سلام کا جواب دیتی اپنے آپ میں سمٹ سی گئی تھی، وہ اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اسے اپنے گال تپتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' احسن نے گھونگھٹ اٹھایا، اس نے شرما کر سر اور جھکا دیا تھا۔

''لیکن سارا میک اپ کا کمال ہے۔ یہ بیوٹیشن والے بھی ناں بس......'' شمائلہ نے خفگی سے اسے دیکھا لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت دیکھ کر مسکرادی۔ احسن نے ایک چھوٹا سا ڈبا اس کی طرف بڑھایا اور اس نے مسکراتے ہوئے تھام لیا تھا۔

''میری تو سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ رونمائی کے لیے تحفہ کیا لوں پھر مجھے یہ بریسلیٹ پسند آیا سو لے لیا۔'' اس نے بہت خوب صورت گولڈ کا بریسلیٹ اس کی کلائی میں پہنایا تھا۔

''یہ تو بہت نازک اور خوب صورت ہے۔''

''ہاں...... مگر تم سے زیادہ خوب صورت نہیں ہے۔''

❁......❁......❁

''ہرگز نہیں...... میں ابھی رخصتی نہیں چاہتا۔''

''لیکن بیٹا، وہ اپنی آنکھوں کے سامنے بیٹی کو رخصت کرنا چاہتی ہے۔''

''تو میں کیا کروں بعد میں کرتے رہیں اپنے شوق پورے۔ میں اپنا کریئر برباد نہیں کروں گا، میں پہلے اپنا بزنس سیٹ کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد میں سوچوں گا۔'' احسن بھڑک اٹھا تھا۔

''دیکھو احسن وہ کینسر کی لاسٹ اسٹیج پر ہیں۔'' ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

''لیکن اماں......''

''کیا ہو رہا ہے برخودار؟'' اسی وقت ابو کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

''کچھ نہیں ابو۔'' وہ کھڑا ہو گیا۔

''مبارک ہو بھئی، تمہاری رخصتی جمعہ کے دن ہو رہی ہے۔'' احتشام الحق صاحب اس کے انکار سے ناواقف تھے۔ اس لیے مبارکباد دینے لگے تھے۔

''اور مجھے خوشی ہے کہ تم میری رضا میں راضی ہو۔'' اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور باہر نکل گیا۔

گھر میں اچانک شادی کا شور اٹھ گیا تھا، جس کی وجہ سے نائلہ کی بھی مصروف ہوگئی تھی۔ اس کی دور پرے کے رشتے داروں میں ایک سال پہلے منگنی ہوئی تھی۔ انہوں نے بھی اچانک شادی کا کہہ دیا تھا، کہاں وہ ابھی شادی پر راضی نہیں تھے اور کہاں اب ایک دم ایک ہفتے میں شادی پر زور دے رہے تھے۔ نائلہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ اس کا ایک پاؤں اپنے گھر اور دوسرا حسینہ کے گھر میں ہوتا تھا، حسینہ نہ ان کے گھر سے بے خبر نہیں تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ احسن اسے پسند

نہیں کرتا اور رخصتی پر بھی راضی نہیں ہے۔ وہ بچی نہیں تھی جو اس کی آنکھوں میں ناپسندیدگی نہ دیکھ پاتی۔

''احسن کہاں جارہے ہو؟'' احسن کو گیٹ سے نکلتے دیکھا تو نائلہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔

''کام سے جارہا ہوں۔ کچھ کام ہے کیا آپا؟''

''ہاں...... یہ لسٹ ہے تمہاری بری کے سامان کی اور دو لہنگے ہم پسند کر کے آ گئے تھے، بس پے منٹ باقی ہے کاشف کو یہ پیسے بھی دے آنا اور جو کچھ تمہیں کمی لگے تو لے آنا۔'' وہ عجلت میں کہتی واپس جانے لگی تھی کہ وہ غصہ سے بولا تھا۔

''فار گاڈ سیک آپا۔ میں اتنا فالتو نہیں ہوں، یہ فضول کام آپ لوگ ہی کریں، مجھ سے نہیں ہوتے۔'' وہ ناگواری سے لسٹ اس کے ہاتھ میں تھما کر باہر نکل گیا تھا اور وہ حیرت سے وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

''یہ...... یہ احسن کیا کہہ کر گیا ہے اور اسے ہوتا کیا جارہا ہے۔'' اسے کچھ دنوں سے وہ مشکوک سا لگ رہا تھا۔

''آنے دو میں خود بات کرتی ہوں۔ وہ اپنے آپ کو جانے کس چیز کی تسلی دیتی ہوئی اندر آ گئی تھی۔''

شمائلہ اب تک اپنے میکے میں رہ رہی تھی جو اسے اور احسن کو بھی گوارہ نہیں تھا لیکن مجبوری تھی، شمائلہ چاہتی تھی کہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر اسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھے مگر احسن اپنے والدین کے مقابل نہیں کھڑا ہوسکتا تھا، بے شک وہ اس کی بیوی اور محبت تھی لیکن وہ بھی تو اس کے ماں باپ تھے۔ جب سے شادی کی تیاری ہورہی تھی وہ راتوں کو غائب رہنے لگا تھا۔ سب لوگ کام میں مگن تھے۔ کسی کے پاس فرصت نہیں تھی کہ احسن کی خبر رکھتا مگر نائلہ کی نظریں اسی پر تھیں۔ اسے اپنا شک یقین میں بدلتا محسوس ہورہا تھا۔ اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ وہ اس سے ضرور بات کرے گی مگر کام کی وجہ سے موقع ہی نہیں مل رہا تھا اور پھر اپنی شادی والے دن اسے موقع مل گیا۔ حسینہ کو بھی آج ہی رخصت ہو کر آنا تھا، وہاں باقاعدہ بارات نہیں جارہی تھی۔ چاچی کی بیماری کی وجہ سے اسے چند افراد رخصت کر کے لا رہے تھے۔

''سنو احسن۔ مجھے تم سے ضروری بات کرنا ہے۔ ذرا میرے کمرے میں آؤ۔'' وہ کہہ کر اپنے کمرے میں چل دی تھی۔ وہ ان کے انداز پر چونکا تھا۔ وہ کچھ سوچ کر ان کے کمرے میں آ گیا تھا۔

''جی بولیں۔''

''تم اس شادی سے خوش نہیں ہو ناں؟'' نائلہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ چونک گیا تھا۔

''جی...... جی نہیں میں شادی سے نہیں، بس میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔'' وہ نظریں چرا گیا تھا۔

''تم ہم سے بہت کچھ چھپا رہے ہو۔ کیا تمہیں کوئی اور......''

''نہیں آپا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' احسن جلدی سے بولا۔

''جھوٹ مت بولو احسن، تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم کسی اور کو پسند کرتے ہو، تم ایک نظر حسینہ پر ڈالنا گوارا نہیں کرتے، اس سے بات تو درکنار گھر بھی جانا نہیں چاہتے۔ چچی تمہیں کتنی بار بلا چکی ہیں۔ چچی تم سے کتنا پیار کرتی ہیں اور اب تو تم ان کے داماد ہو کم از کم اپنی ساس کی عیادت کی غرض سے ہی چلے جاؤ، سمجھ نہیں آتا تم کس چیز سے بھاگ رہے ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم اس سے ٹوٹ رشتے میں بندھ چکے ہو۔''

''اُنف آپا اُنف...... اور کچھ مت بولیں۔ آپ لوگوں کو صرف اپنی خوشیاں عزیز ہیں اور کچھ نہیں، کسی نے مجھ سے ایک بار پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا کہ میں کیا

چاہتا ہوں۔ وہ بن باپ کی ہے، اگر میں نے انکار کیا تو اسے دکھ ہوگا، چچی کو صدمہ ہوگا۔ سب کو اس (حسینہ) کی پروا ہے، میری نہیں۔ آپ کون سے رشتے کی بات کرتی ہیں ان رشتوں کی جنہوں نے مجھے نا میرے نکاح کا بتایا، رخصتی کا بھی یہ ہی حال ہے۔ ابو نے صرف آرڈر دیا کہ جمعہ کو تمہاری رخصتی ہے بن بتائے شادی نہیں موت ہوتی ہے اور یہ ہی سمجھ لیں......"

نائلہ نے دھل کر اس کی بات کاٹی تھی۔

"احسن...... پاگل ہو گئے۔"

"ہاں بالکل ہو گیا ہوں۔ آپ سب کی بات مجھے پاگل کر رہی ہیں اور آپ کو بھی سب نظر آئے، میں نظر نہیں آیا کہ میں بھی دل رکھتا ہوں، میں بھی کسی سے محبت کر سکتا ہوں اور میرا......"

"میں بھی تو یہ ہی پوچھ رہی ہوں کہ تم کس سے محبت کرتے ہو آخر کس کا سوگ تم منا رہے ہو، تم نے کون سا ہمیں اپنا سمجھا چلو ہم نے تمہیں اپنا نہیں سمجھا لیکن تم ہی ہمیں اپنا سمجھ لیتے، تم ہی ٹرسٹ کر لیتے اور ہمیں کون سا خواب آیا تھا جو یہ روگ جان لیتے، ہم تو یہ ہی سمجھتے رہے تھے کہ صرف بزنس کی خاطر تم ابھی رخصتی نہیں کرنا چاہتے۔" جواب میں وہ خاموش رہا۔

"کون ہے وہ اور کہاں رہتی ہے؟"

"وہ میری کولیگ تھی۔"

"تھی...... ! کیا مطلب؟"

"اب وہ میری وائف ہے۔" احسن یہ کہہ کر باہر نکل گیا تھا اور نائلہ حیران کھڑی اس کے پیچھے دیکھتی رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

وہ دلہن بنی احسن کا انتظار کر رہی تھی، اسے معلوم تھا وہ نہیں آئے گا۔ زبردستی تھوپی گئی دلہنوں کے ساتھ یہ ہی ہوتا ہے۔ اس کا دل ہر احساسات سے عاری تھا۔ احسن اسے بالکل بھی پسند نہیں کرتا تھا، بے شک حسینہ اپنے نام کی طرح حسین تھی لیکن محبت خوب صورتی سے تو نہیں ہوتی۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو کرنا نہیں پڑتی بلکہ ہو جاتی ہے۔ دروازے کی آہٹ پر وہ چونکی اور ہڑبڑا کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ احسن آیا تو لیکن اس کی طرف دیکھے بغیر کوٹ صوفے پر پٹخا اور ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ وہ گھونگھٹ کے اوٹ میں سے سب دیکھ رہی تھی، احسن کے چہرے سے ناگواری صاف ظاہر تھی، وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے زبردستی اندر بھیجا گیا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ بے شرموں کی طرح بیٹھی رہے یا اٹھ کر لباس تبدیل کر لے۔ وہ اسی شش و پنج میں تھی احسن چینج کر کے آ گیا، وہ اسے مخاطب کیے بغیر بیڈ کے کنارے ٹک گیا اور تھوڑی دیر میں ہی وہ خراٹے لینے لگا تھا۔ اسے ایک دم بہت غصہ آیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا گھونگھٹ الٹ دیا۔ وہ بیڈ سے اٹھی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا زیور نوچ نوچ کر اتار کے رکھنے لگی۔ وہ مسلسل رو رہی تھی۔ وہ ٹشو سے اپنا میک اپ رگڑ کر اتارنے لگی تھی۔ ہچکیوں سے رونے سے اس کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

"سوگ کے لیے صرف میرا کمرہ نہیں ہے کہیں اور بھی تم سوگ منا سکتی ہو لیکن پلیز میری نیند خراب نہ کرو۔" احسن کی آواز تیر بن کر اس کے دل میں لگی تھی۔ وہ بھاری لہنگا سنبھالتی اس پر ایک نظر ڈال کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ واش روم میں کافی دیر تک واش بیسن کے مرر میں اپنے آپ کو دیکھتی رہی تھی۔

"امی...... یہ آپ نے مجھے کس سے بیاہ دیا۔ میں یہاں کیسے جی پاؤں گی۔" وہ اپنی امی کی عدم موجودگی میں ایسے بولی جیسے وہ سامنے کھڑی ہوں۔ ڈھیر سارا رونے کے بعد وہ باہر آئی تھی، کمرے کی لائٹ آف تھی۔ شاید وہ گہری نیند سو چکا تھا۔ وہ بیڈ سے تکیہ اٹھا کر

صوفے پر لیٹ گئی تھی۔
کہتے ہیں اگر ہم کسی کی بیٹی یا بہن کے ساتھ غلط کریں تو اللہ اس کی بیٹی یا بہن کے ذریعے سبق ضرور سکھاتا ہے اور اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ اس کی بہن نائلہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی سزا بھگتنے پر مجبور ہوگئی تھی اور احسن بھول گیا تھا کہ میری بہن بھی کسی کے گھر آج بہو اور بیوی بن کر گئی ہے اور اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہو سکتا ہے۔

❁......❁......❁

''سنو عویلش...... رمان کہاں ہے؟''
''کون رمان؟'' اس نے حیرت سے ثانیہ کو دیکھا۔ وہ میز پر سب کا ناشتہ لگا رہی تھی۔ احسن ناشتہ کرکے جاچکے تھے۔ ثانیہ اٹھ تو گئی تھی مگر وہ اب تک اپنے کمرے سے باہر نہیں آئی تھی۔ مما اکیلی بیٹھی ناشتہ کررہی تھیں، اسی وقت ثانیہ نے آ کر پوچھا تھا۔
''ارے صائمہ آنٹی کا بیٹا۔'' ثانیہ کرسی پر بیٹھ گئی۔
''بوا...... یہ کیا جانے صائمہ کو...... پہلے اس کی اوقات تو دیکھ لو۔'' مما ناگواری سے بولیں۔ اس کی آنکھوں میں اچانک بے تحاشا مرچیں سی بھر گئی تھیں۔ وہ فوراً وہاں سے پلٹ گئی۔
اس کی زندگی شروع سے ہی مشکل میں تھی لیکن جب سے رمان آیا تھا تب سے کچھ اور عجیب ہوگئی تھی۔ اس کو لگتا تھا جیسے وہ کافی سارے محاذ پر تنہا لڑ رہی ہے، وہ صرف رمان تھا اور صائمہ آنٹی کا ہی بیٹا تھا، ان کا اس نے فون اٹینڈ کیا تھا۔ اس نے رمان کے سامنے جانا بہت کم کردیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو جھوٹے خواب نہیں دکھا سکتی تھی۔ اس نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ ثانیہ رمان کو پسند کرتی ہے۔ اس نے رمان کا توجھکاؤ اپنی طرف دیکھا تھا اس لیے وہ اس کے سامنے جانے سے ڈرنے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس کے بارے میں کسی کو معلوم بھی ہوگیا تو کیا حشر برپا ہوگا اسی خوف سے وہ سامنے نہیں آتی تھی لیکن رمان کو کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔ وہ اسے سب کے سامنے مخاطب کرنے لگا تھا۔ اسے حیرت ہوتی تھی کہ وہ اپنوں سے کتنی دور اور محبت سے محروم تھی، ایک دفع اس نے باتوں باتوں میں عویلش سے پوچھا تھا اور جواب میں اس نے صرف اتنا کہا تھا۔
''اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔'' اور رمان یہ سوچ کر ہی رہ گیا کہ اس میں کیا مصلحت ہے؟
شروع شروع میں تو کسی نے نوٹ ہی نہیں کیا رمان کا عویلش کو مخاطب کرنا لیکن آج کی رات عویلش کے لیے طوفان بن کر آئی تھی۔
''عویلش کیا کررہی ہو تم؟'' رمان نے پوچھا۔
''جی...... جی کچھ نہیں۔'' اس نے ایک نظر ثانیہ کو دیکھ کر کہا۔ رات کے کھانے پر سب موجود تھے۔ سب نے اس کی طرف ہی دیکھا تھا۔
''رمان بیٹے تمہاری مام کب تک پاکستان آرہی ہیں؟'' مما نے جان بوجھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔
''جی میں اب انہیں بہت جلد بلانے والا ہوں۔'' اس نے عویلش کی طرف دیکھا جو مما کے ساتھ ثانیہ سے نہ چھپ سکی۔
''اچھا یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ یہ بتاؤ تم نے شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے، کیا تمہاری نظر میں کوئی لڑکی ہے؟'' عویلش نے وہاں سے ہٹنے میں ہی عافیت جانی۔
''جی میں تو مما کو اسی لیے تو پاکستان بلا رہا ہوں، مما کو ویسے میری پسند پہلے ہی پتا ہے اور ان کی بھی وہی خواہش ہے جو میری ہے۔''
''آئی ہوپ، تم کسی بہتر کا ہی انتخاب کرو گے۔''

"شکریہ آنٹی۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہو گیا۔
"چلو شازیم۔ سالم ویٹ کر رہا ہو گا۔"
"یار چائے تو پینے دو۔ یہ عویش بھی پتا نہیں کہاں مر گئی ہے۔"
"کسی کے بارے میں ایسا ہرگز نہیں کہتے، وہ تمہاری بہن ہے۔" رمان کا سنجیدہ چہرہ سب کو ساکت کر گیا۔
"مائی فٹ، وہ میری بہن نہیں ہے اور یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتی کہ اس کے ماں باپ کون ہیں۔"
"شٹ اپ...... جسٹ شٹ اپ۔" وہ غصہ سے چیخ اٹھا۔
"کیا ہو گیا یار صرف اس لڑکی کی خاطر ہم سے لڑ رہے ہو۔" شازیم ایک دم کھڑا ہو گیا۔
"کول ڈاؤن رمان، چھوڑو ان باتوں کو چلو چلتے ہیں۔" شازیم نے رمان کو ٹھنڈا کرنا چاہا، وہ بھی سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عویش کچن میں ان کی آوازیں سن کر ساکت رہ گئی تھی۔
"عویش...... عویش......" ثانیہ اسی وقت سرخ چہرے کے ساتھ اس کے سر پر سوار ہوئی۔
"کب سے تم یہ گل چھڑے اڑا رہی ہو۔ بولو تم اپنی اوقات کیسے بھول گئیں۔ ہم نے تمہیں چھت، کھانا اور کپڑا دیا اور تم نے ہمیں یہ صلہ دیا۔" ثانیہ کی زبان کے ساتھ ہاتھ بھی چل رہے تھے۔
"تم میں اتنی ہمت کیسے آئی رمان کو اپنی طرف مائل کرنے کی، جب تمہیں ہم نے سامنے آنے سے منع کیا تھا تو پھر کیوں آئیں۔ بول، بول ورنہ میں آج تجھے جان سے مار دوں گی۔" عویش کا ذہن ماؤف ہوتا جا رہا تھا، ثانیہ مسلسل مار رہی تھی، اس کے بال نوچ رہی تھی۔ ثانیہ اس وقت خونخوار درندے سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ جب وہ مار مار کر تھک گئی تو برتنوں کی باری آ گئی تھی مما اور ثانیہ دونوں اب تک وہیں بیٹھی تھیں، شازیم اور رمان جا چکے تھے۔ بوا اپنے کمرے میں دوائیوں کے زیر اثر سو رہی تھیں۔ پپا کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اگر ہوتے تو وہ بھی کیا کرتے؟ عویش خاموشی سے پٹتی رہی تھی۔ اچانک ایک چیخ دل دہلا دینے والی اس کے منہ سے برآمد ہوئی۔ بوا اپنے کمرے میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھیں اور مما اور ثانیہ بھی بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔

❀......❀......❀

شمائلہ نے ایک خوب صورت بیٹے کو جنم دیا تھا۔ احسن بہت خوش تھا اور اسی خوشی میں اس نے حسینہ کو اس کا حق دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حسینہ شمائلہ کے بارے میں جانتی تھی لیکن شمائلہ حسینہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ حسینہ اس کے در سے مایوس ہو گئی تھی مگر اس کا اچانک لوٹ آنا اسے نئی زندگی دے گیا تھا۔ امی کے بعد ابو بھی اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ نائلہ صرف ماں کی وفات پر آئی تھی۔ باپ کی موت پر وہ کسی وجہ سے نہ آ سکی تھی اور دانیال اور صائمہ بھی نہیں آ سکے تھے۔ احسن کبھی کبھی جا کر مل آتا تھا، جب بھی وہ جاتا تو وہ کسی نا کسی کام میں الجھی ہوتی تھی یا جان بھوج کر اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ شاید ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دن یونہی گزرتے رہے تھے۔ طاہرہ باجی (شمائلہ کی بڑی بہن) شازیم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ شازیم کی پہلی سالگرہ کی شاپنگ کی ذمے داری خود لے لی تھی۔ شمائلہ کو بھی انہوں نے ساتھ گھسیٹ لیا تھا۔ انہوں نے کافی سارا سامان خرید لیا تھا۔
"بس کرو طاہرہ باجی...... میں تھک گئی ہوں۔"
"اچھا یہ دیکھو۔ یہ کتنا خوب صورت لگ رہا ہے۔" طاہرہ باجی نے گلابی رنگ کے کمبل کی طرف

اشارہ کیا۔

"بس طاہرہ باجی۔ مجھ میں اور کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہے۔ میں جارہی ہوں۔"

"چلو...... اچھا کسی اچھے سے ہوٹل میں کچھ کھاتے ہیں؟" وہ دونوں شاپنگ مال سے نکل کر ہوٹل کی طرف بڑھ گئے تھے۔ وہ دونوں ابھی تھوڑا ہی آگے بڑھے تھے کہ اچانک دونوں کی نظر سامنے بیٹھے دونفوس پر پڑی، ان کے پیر گویا زمین نے جکڑ لیے تھے۔ شمائلہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔ اسے اب یقین آیا تھا کہ وہ ماں باپ کے انتقال کے بعد اسے وہاں کیوں نہیں لے جارہا تھا۔ اچانک شمائلہ کے وجود نے حرکت کی تھی۔ وہ غصے سے ان کی طرف بڑھی، طاہرہ باجی کو ایک دم ہوش آیا تھا۔ وہ اسے زبردستی گھر لے آئی تھی۔ شمائلہ نے حسینہ کے وجود سے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ امید سے ہے اور کچھ حسینہ کی خوب صورتی سے خائف ہوگئی تھی۔ گھر آ کر شمائلہ نے چیخ چیخ کر گھر سر پر اٹھالیا تھا۔

"اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے...... طاہرہ باجی دھوکہ...... میں...... میں سمجھتی رہی کہ وہ...... وہ احسن احتشام الحق میرے ہیں، صرف میرے، میں نے انہیں پہلے ہی منع کردیا تھا کہ میں دھوکہ اور حصے دار برداشت نہیں کروں گی۔" وہ غصہ سے چیخ رہی تھی۔

"بس کرو شمائلہ اور اس حقیقت کو قبول کرلو۔" انہیں بھی بہت دکھ ہوا تھا لیکن وہ کیا کرسکتی تھیں۔

"میں ہرگز قبول نہیں کروں گی، میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اس کے ذہن میں ایک ناپاک منصوبہ آیا تھا۔

❁......❁......❁

احسن اور حسینہ دونوں ڈاکٹر کے پاس گئے تھے اور وہیں کافی دیر ہوگئی تھی۔ اس وجہ سے وہ گھر جانے کے بجائے ہوٹل میں لنچ کرنے آگئے تھے اور یہیں وہ شمائلہ کی نظر میں آگئے تھے۔ شام کو اس کے موبائل پر شمائلہ کی کال آئی تھی۔ اس نے دو تین دن کے لیے طاہرہ باجی کے گھر جانے کی اجازت مانگی تھی، احسن نے باخوشی دے دی تھی۔ احسن کو موقع فراہم کرکے وہ دوسرے دن صبح اپنا کام کرکے طاہرہ باجی کے ساتھ روانہ ہوگئی تھی۔

اگلی صبح احسن کی آنکھ کھلی تو حسینہ کمرے میں نہیں تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ ناشتہ بنانے چلی گئی ہوگی۔ وہ فریش ہوکر باہر آ گیا تھا۔

"حسینہ کیا آج کا اخبار نہیں آیا۔" وہ ناشتہ کرنے کے بعد بولا تھا۔ "دیکھو دروازے سے پھینک کر چلا گیا ہوگا۔" وہ اٹھ کر اخبار دیکھنے آیا تھا لیکن وہاں اخبار تو نہیں انولاپ ضرور پڑا ہوا تھا۔ احسن کو بڑی حیرت ہوئی تھی کیونکہ خط حسینہ کے نام تھا۔

"حسینہ تمہارا لیٹر آیا ہے۔" وہ اسے کھولے بنا کچن میں آ گیا تھا۔

"میرا...... بھلا مجھے کون بھیج سکتا ہے۔ کھولو اسے کیا ہے اس میں۔" احسن کو یونہی کھڑے دیکھ کر اس نے حیرت سے کہا۔

"لیٹر میرا نہیں تمہارا ہے۔ اگر تم کہو تو کھول لیتا ہوں۔" وہ مسکرا کر وہیں بیٹھ کر لفافہ چاک کرکے پڑھنے لگا۔

"ڈیئر حسینہ۔

میں امید کرتا ہوں تم خیریت سے ہوگی، میں تو رب کا احسان ہے ٹھیک ہوں، تمہاری یاد بہت آتی ہے۔ میں تمہارے پاس اپنی نشانی چھوڑ رہا ہوں، تمہاری ڈلیوری تک میں شاید نہ آسکوں لیکن میرا وعدہ ہے کہ میں جلد سے جلد آ کر لے جاؤں گا اور ہاں کیسے چل رہے ہیں مسٹر احسن صاحب، انہیں ہمارے

بارے میں کچھ پتا تو نہیں چلا، ابھی میرا انتظار مت کرنا میں آنے سے پہلے لیٹر بھیج دوں گا۔ اچھا اب اجازت چاہوں گا۔ ارے یار اہم کام تو میں بھول ہی گیا، اگر ہماری بیٹی ہوئی تو عویش نام رکھنا اور اگر لڑکا ہو تو سمعان یا شارق رکھنا۔ او کے ڈیئر آئی رئیلی لو یو۔ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھنا۔

فقط، فخر زمان۔"

اس بے ربط خط نے دونوں کے چہرے کو دھواں دھواں کر دیا تھا۔

"کون ہے یہ شخص؟" وہ غصہ سے دھاڑا تھا۔

حسینہ کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا، وہ اسے شاکی نظروں سے دیکھ رہا تھا صرف انجانے خط کی وجہ سے۔

"میں...... میں کیا جانو......" چٹاخ ایک زور دار تھپڑ اس کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا تھا۔ وہ اسے گھورتا باہر نکل گیا تھا۔ اس کی زندگی کی بربادی یہیں سے شروع ہو چکی تھی۔

❁......❁......❁

"بیٹی اب طبیعت کیسی ہے۔" بوا نے اسے آنکھیں کھولتے دیکھا تو فوراً اس کی طرف آئیں۔ کانچ کے جگ کے ٹکڑے اس کے پیٹ اور ہاتھ زخمی کر گئے تھے۔ اگر وہ چیختی نہیں تو شاید ثانیہ اس کی جان لے لیتی۔ بوا اسے بڑی مشکل سے اپنے کمرے میں لائی تھیں اور خود ڈاکٹر کو فون کر کے گھر بلایا تھا اور اس کے جانے کے بعد ان سب کی اچھی خاصی کھنچائی کی تھی۔ جنہوں نے صرف اتنا احسان کیا کہ ثانیہ کو پکڑ کر اپنے کمرے میں بھیج دیا تھا۔ ڈاکٹر اس کی بینڈیج کرنے کے بعد سکون کا انجکشن لگا کر چلا گیا تھا اور کچھ دوائی مارکیٹ سے لانے کو کہا تھا جو انہوں نے بانو کے بھائی سے منگوالی تھی۔ اسے پورے ایک دن کے بعد ہوش آیا تھا۔ جب تک اسے ہوش نہ آ گیا بوا اس کے پاس ہی رہی تھیں اور کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونکتی رہتیں، اس نے آنکھیں بند کر لیں، نمکین پانی اس کے چہرے کو بھگونے لگا تھا۔ سر میں ٹیسیں سی اٹھ رہی تھیں۔ گھر میں سے اس کی طبیعت کسی نے بھی نہیں پوچھی تھی لیکن ثانیہ صرف ایک دفعہ آئی تھی، اس سے ملنے جب وہ ہوش میں نہیں تھی، اس کے بعد پھر وہ نہیں آئی۔

"اب کیسی ہو بیٹی؟" بوا نے پوچھا، جواب میں وہ نم آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"بوا...... میں کون ہوں، میرے ماں باپ کون ہیں؟" بوا اس سوال پر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

"تیرا باپ احسن ہی ہے لیکن ماں حسینہ ہے۔" وہ میری غم زاد تھی۔ بوا آہستہ آہستہ اسے سب کچھ بتانے لگی تھیں۔

❁......❁......❁

"میں کہاں جاؤں گی احسن پلیز مجھ پر رحم کرو۔" رات کو جانے کس وقت احسن گھر آیا تھا۔ آزادی کا پروانہ دینے مگر وہ طلاق کا سن کر ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ اس کا اس جہاں میں کون تھا صرف ایک بہن تھی اور وہ بھی دوسرے ملک میں۔

"آپ کو مجھ پر پہلے ہی شک تھا ناں؟" حسینہ سرخ اور سوجی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔

"تمہیں مجھ سے ایسی ہی امید تھی ناں، جب ہی کمپرومائز پر مجبور ہو گئے تھے۔" وہ کھڑی ہو کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"یو مین، تم اب ایسا سوچ رہے ہو۔" وہ سنجیدگی

سے بولی تھی۔
''میں اب کہہ چکا ہوں تم میرے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتیں۔ میری بلا سے تم بھاڑ میں جاؤ۔''
''او کے...... مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے ایسے مرد کے ساتھ رہنے کا جو اپنوں سے زیادہ غیروں اور کاغذ کے ٹکڑوں پر ایمان رکھتا ہو۔'' وہ آرام سے بولی تھی۔
''وہاٹ؟ میں یہاں......''
''اس لیے آپ میرے لیے نامحرم ہیں اور اب میں یہاں سے عدت گزار کے ہی جا سکتی ہوں۔'' احسن اس کا مقصد سمجھ گیا تھا، اس لیے وہ خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔
اس کی عدت کی مدت ڈلیوری میں مقید ہوگئی تھی، جب تک وہ فارغ نہ ہو جاتی، اسی گھر میں رہنا تھا۔ ابھی اس کی آزمائش جاری تھی کہ اچانک نائلہ آ گئی، وہ شادی کے بعد دوسری مرتبہ آئی تھی، پہلی مرتبہ ماں کے انتقال پر اور دوسری مرتبہ اب۔ وہ باپ کا منہ دیکھنے نا آ سکی تھی، سب نے اسے فون کر کے بلایا تھا اور احسن بھی کئی مرتبہ لینے گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا۔ وہ کیسے کہتی اور کس سے کہتی۔ اس کی زبان تو شادی کے پہلے ہی دن بند کر دی گئی تھی۔ اسے صرف آنسو بہانے کی اجازت تھی۔
آج صبح سے حسینہ کی طبیعت کافی خراب تھی نائلہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے آئی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے داخل کر لیا تھا۔ وہ انتظار گاہ میں بیٹھ کر دعائیں کر رہی تھی۔ جانے کب دروازہ کھلا اور وہ بھاگ کر نرس کے پاس پہنچی تھی۔
''مبارک ہو...... بیٹی ہوئی ہے۔'' نرس خوش اخلاقی سے بولی تھی۔
''او...... تھینک گاڈ۔'' اس کی اٹکی سانس بحال ہوئی تھی۔
''ہاؤ از شی ناؤ؟'' نائلہ نے پوچھا تھا۔
''شی از بیٹر ناؤ۔ آپ یہ میڈیسن لے آئیں۔'' انہوں نے کہا اور پرچا نائلہ کو تھما دیا۔
''او کے میں ابھی لے کر آتی ہوں۔'' وہ پرچا لے کر اسٹور کی طرف بڑھ گئی تھی۔
احسن اس دن کے بعد کبھی نہیں آیا تھا۔ نائلہ کا بھی اپنے بھائی کی طرف سے دل خراب ہو گیا تھا۔ حسینہ نے بچی کا نام عویش رکھا تھا، جس پر نائلہ نے بہت احتجاج کیا تھا۔ مگر حسینہ نے یہ کہہ کر خاموش کروا دیا۔ اس طرح ہی خط کا پتا چل جائے گا عویش نام سن کر وہ چونکے گا ضرور۔
''لیکن اس سے کیا ہوگا؟'' نائلہ نے پوچھا تھا۔ جواب میں وہ صرف سرد سانس بھر کر رہ گئی تھی۔
وقت پر اپنے بھی پرائے ہو جاتے ہیں نائلہ کو بھائیوں کی ضرورت تھی، لیکن دونوں میں سے کسی ایک نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اور بچی کو باپ کی ضرورت تھی اور باپ نے بیٹی ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

❁......❁......❁

وقت بہت بڑا استاد ہے، سب کچھ سہنا سکھا دیتا ہے۔ نائلہ سب بھلائے ایک اسکول میں ملازمت کرنے لگی تھی۔ پیٹ کے لیے کچھ کرنا ہی تھا اور عویش بھی دن بدن بیمار ہوتی جا رہی تھی۔ بہتر خوراک نہ ملنے کی وجہ سے کمزور بھی کافی ہوگئی تھی، وہ بالکل اپنی ماں کی ہم شکل تھی۔ وہ ماں کے پاس کم اور بوا کے پاس زیادہ رہتی تھی، حسینہ نے باتوں باتوں میں اس سے وعدہ لیا تھا کہ اگر میں مر گئی تو احسن کو مجبور کرنا کہ بچی کو اپنے پاس رکھ لے۔ وہ در در کی ٹھوکریں کھانے سے بچ جائے گی، وہ ماں سے تو محروم ہوگی، باپ سے نہیں اور

اس وعدے کے دوسرے دن ہی حسینہ کا انتقال ہوگیا تھا، نائلہ اور بچی تنہا رہ گئے تھے۔ نائلہ کو پہلا جھٹکا حسینہ کی وفات کا لگا تھا اور دوسرا جھٹکا اچانک دانیال بھائی اور صائمہ بھابی کا واپس آنے کا، ان کے ساتھ احسن بھی تھا، سامان سے اندازہ ہوا تھا کہ وہ لوگ ایئر پورٹ سے سیدھے یہیں آرہے ہیں۔ محلّہ کی خواتین قرآن پاک پڑھ رہی تھیں۔

''کیا ہوا...... خیریت تو ہے؟'' دانیال نے حیرت سے پوچھا تھا۔ نائلہ کی آنکھیں بھرآئیں تھیں۔

''کیا ہوا ہے...... تم کچھ بولتی کیوں نہیں اور حسینہ کہاں ہے؟''

''اس کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔'' اس نے سر جھکا کر کہا تھا۔ ایک پل کو احسن کا رنگ اڑا لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

''کیا......! تم نے ہمیں بتایا بھی نہیں۔'' دانیال کو دکھ ہوا تھا۔

''بتا کر کیا کرتی۔'' اس نے ایسے انداز میں کہا کہ وہ گڑبڑا گئے تھے۔

''وہ میری بہن تھی نائلہ۔'' صائمہ رونے لگی تھی۔

''تم کم از کم مجھے فون کر کے ہی بتادیتیں۔''

''کیوں...... آپ لوگ کیا لگتے ہیں اس کے، آپ لوگوں نے کبھی اپنی بہن کا تو پوچھا ہی نہیں اس چچازاد کا کیا پوچھتے۔ وہ کتنے دن سے بھوکی پیاسی پڑی رہی، کئی ماہ سے وہ بیمار تھی کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ ہم تو بھوکے پیاسے جیسی تیسی کر کے گزارا لیتے، لیکن بچی کا کیا کرتے، اس کے باپ نے لاوارث سمجھ کر خرچ اٹھانے سے انکار کردیا تھا، کسی رشتے دار نے جھانکنا گوارا نہیں کیا اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں فون کر کے بتا دیتی۔ آپ لوگوں نے کون سا ہمیں اپنا سمجھا ہے۔ آپ کو تو یہ بھی نہیں معلوم ہوگا کہ میں تین سال سے یہاں کیوں ہوں، باپ کا منہ دیکھنے کیوں نہیں آئی؟ احسن مجھے لینے آیا تو میں نے انکار کیوں کیا۔ اب آپ کس منہ سے سوال کرتے ہیں اور ویسے بھی فون کرنے سے آپ لوگ آجاتے، بہن بھائی کی شادی میں آئے تھے کیا؟ ماں باپ کے انتقال پر آئے تھے اور حسینہ کی وفات پر آجاتے۔ احسن نے حسینہ کو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بے شرموں کی طرح اپنی بیٹی کو ماننے سے انکاری کردیا۔ اگر وہ ایسی تھی تو میں بھی ایسی ہی ہوں، مجھے بھی یہ ہی سب کہہ کر نکال دیا گیا کہ تم کسی اور میں انٹرسٹ ہو۔''

''نائلہ بیٹی، دیکھو بچی کو کیا ہوا ہے۔ شاید نیند میں ڈر گئی ہے۔'' ایک بوڑھی خاتون ڈھائی سال کی بچی گود میں لیے اندر آئی تھی۔ سب نے چونک کر دیکھا تھا۔ نائلہ نے مسلسل روتی بچی کو گود میں لے لیا تھا۔ اس کی گود میں آتے ہی وہ چپ ہوگئی تھی۔

''یہ عویش ہے۔ حسینہ کی بیٹی؟'' سب کے استفہامیہ انداز سے دیکھنے پر اس نے جواب دیا تھا۔ احسن نام پر چونکا تھا۔

''یہ...... یہ میری بہن کی بیٹی ہے۔'' صائمہ عویش کو گود میں لے کر چٹاپٹ چومنے لگی تھیں۔ عویش سہم کر یہ سب دیکھ رہی تھی۔ نائلہ، عویش کو صائمہ سے لے کر باہر آگئی تھی۔

❁......❁......❁

رات کو کھانے کے بعد سب لان میں بیٹھے تھے۔ نائلہ کو اپنی بات یعنی حسینہ کی خواہش بتانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ صائمہ سے بھی بات کرچکی تھی۔

''احسن تم میری ایک بات مانو گے؟''

''آپ حکم کریں آپا۔ آپ اتنے سالوں بعد کچھ کہہ رہی ہیں۔'' نائلہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی کہ کہیں احسن انکار نہ کردے۔ سوتی عویش کو ان

کے قدموں میں رکھ دیا تھا۔

''تم بے شک اسے باپ کے پیار سے محروم کر دو لیکن صرف انسانیت کے ناطے اسے اپنے پاس رکھ لو۔'' نائلہ نم آنکھوں سے بولی تھیں۔

''پلیز احسن...... اسے چھت دے دو۔'' نائلہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ صائمہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

آپا...... یہ کیا کر رہی ہیں۔'' اس نے جلدی سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''ٹھیک...... لیکن میری بھی کچھ شرائط ہیں۔ آپ سب سے، بھابی سے بھی۔ میرا جیسا بھی رویہ ہو اس کے ساتھ کوئی کچھ نہیں بولے گا۔ میں جس چیز سے اور جس آسائش سے محروم رکھو میری مرضی ہے، کوئی اس پر بھی نہیں بولے گا اور آخری شرط۔'' احسن نے نائلہ کی طرف دیکھا تھا۔ ''آپ بھی میرے ساتھ رہیں گی۔ اگر یہ سب منظور ہے تو بس پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' صائمہ اور دانیال کو اس کی یہ باتیں بہت بری لگی تھی۔ احسن کو بھی احساس تھا اسے یقین تھا کہ آپا ہرگز جانے پر رضامند نہیں ہوگی لیکن اگلے پل سب ہی حیران رہ گئے تھے۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ سکون سے کہہ کر بچی کو اٹھا کر اپنے کمرے میں آ گئی تھیں۔

احسن اب لاہور شفٹ ہو گیا تھا اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ۔ احسن اپنا بزنس سیٹ کر چکا تھا اور وہیں ڈیفنس میں خوب صورت بنگلہ خرید لیا تھا۔ شمائلہ کا حربہ کامیاب رہا تھا اس کا تیر نشانے پر لگا تھا۔ اب وہ بے حد خوش تھی، احسن کو سنبھلنے میں بہت وقت لگا تھا اور اسے سنبھلنے میں شمائلہ نے پورا پورا موقع دیا تھا۔ دانیال اور صائمہ بہت جلد امریکہ واپس چلے گئے تھے۔ احسن ان کو لے کر لاہور آ گئے تھا۔ طاہرہ باجی بھی آئی ہوئی تھیں۔ احسن نے باری باری سب کا تعارف کروایا اور آپا کا بھی تعارف کروایا تھا۔

''آپا یہ آپ کی بیٹی ہے؟ بہت پیاری ہے۔'' شمائلہ نے اسے گود میں لینا چاہا لیکن بچی بوا سے چمٹ گئی تھی۔

''کیا نام ہے اس کا؟''

''عویش......'' نائلہ نے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''عویش......!'' شمائلہ اور طاہرہ باجی دونوں کے منہ سے ایک ساتھ حیرت سے نکلا تھا۔ نائلہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا تھا۔ نائلہ الجھ گئی تھی۔ احسن کا کہنا تھا کہ شمائلہ حسینہ سے بے خبر ہے لیکن نام سن کر چونکنا، حسینہ کا بچی کا نام عویش رکھنا، اس کا مطلب ظاہر کر رہا تھا کہ وہ حسینہ سے بے خبر نہیں تھی لیکن بوا کیا کر سکتی تھیں، سو خاموشی اختیار کر لی تھیں۔

احسن نے شمائلہ کو ساری کہانی سنا دی تھی، شمائلہ آگ بگولہ ہو گئی تھی، وہ کسی قیمت پر بچی کو رکھنے پر راضی نہیں تھی۔ احسن کو مجبوراً اس سے وعدہ کرنا پڑا کہ وہ بچی کو باپ کا پیار تو درکنار اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے اور اسی پر شمائلہ خاموش ہو گئی تھی۔ اور وہ بوا کے علاوہ سب کی نفرتوں میں پلنے لگی تھی۔ چند سالوں میں ثانیہ اور تانیہ کی آمد نے گھر کو مکمل کر دیا تھا۔ آہستہ آہستہ بچوں کے دلوں میں بھی اس کی نفرت بیٹھ گئی جس میں زیادہ تر ہاتھ شمائلہ کا تھا، اس نے اپنی طرف سے بچوں کو من گھڑت کہانی سنائی تھی۔ کبھی کبھی احسن کو شدت سے احساس ہوتا تھا کہ وہ عویش کے ساتھ بہت غلط کر رہے ہیں مگر وہ شمائلہ کی وجہ سے خاموش ہو جاتے تھے۔

❁......❁......❁

نائلہ اسے ساری کہانی سنا کر خاموش ہو گئی تھیں۔

عویش کے آنسو گالوں کو بھگو رہے تھے۔ اسے اپنی ماں کی طرح اپنی زندگی تباہ ہوتی نظر آرہی تھی۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر واش روم آ گئی، اس نے دوسرے کپڑے پہنے، وضو کیا اور جائے نماز پر کھڑی ہو گئی، نماز کے بعد دعا کے لیے اس نے ہاتھ اٹھائے، خالی خالی نظروں سے صرف ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔ اس نے رونے کی کوشش کی لیکن آنسو تو جیسے بالکل خشک ہو گئے تھے، وہ کچھ دعائیں مانگے بغیر منہ پر ہاتھ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ وہ کچن میں آئی تو اس کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ تمام برتن بغیر دھلے رکھے ہوئے تھے۔ وہ کچن کی صفائی میں جت گئی۔ سب برتن دھو کر ترتیب سے رکھے، چولہا دھو کر سنک صاف کیا۔ کچن کا فرش دھو کر ابھی وہ وائپر لے کر کھڑی ہی ہوئی تھی کہ بوا آ گئیں۔

''اے...... یہ کیا کر رہی ہو؟ اپنی حالت دیکھی ہے۔''

''کیوں مجھے کیا ہوا۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''عویش...... چلو کمرے میں تمہاری......''

''بوا...... میں ٹھیک ہوں، لیٹی لیٹی تھک گئی تھی، اب تو دیکھیں زخم بھی ٹھیک ہیں۔''

''اچھا چل، جا کر تھوڑی دیر آرام کر۔''

''اچھا میں چائے بنا کر لاتی ہوں، آپ چلیں۔'' بوا اس کے فریش موڈ کو دیکھتی رہ گئیں، وہ کتنے آرام سے بات کر رہی تھی، لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ تکلیف میں ہے۔

''اچھا ٹھیک ہے لیکن جلدی آنا۔'' بوا کہہ کر باہر نکل گئیں۔

اس نے چائے کا پانی چڑھایا۔ اس کو بوا سے پتا چلا تھا کہ رمان ہوٹل میں ہے، اپنا سامان بھی ساتھ لے گیا تھا۔ اس دن کے بعد سے وہ نہیں آیا تھا، سب نے اسے بہت روکا تھا مگر وہ نہیں مانا تھا۔ اس سے کھڑا ہونا مشکل ہو گیا تو وہ سب چھوڑ کر کچن سے نکلنے ہی لگی تھی کہ ثانیہ آ گئی۔

''سنو...... کباب تل کر لے آؤ۔'' تکلیف میں بہت شدید اضافہ ہو گیا تھا، اس نے بڑی مشکل سے دو کباب تلے، سب لان میں بیٹھے تھے، پپا، مما، شازیم اور ثانیہ کے ساتھ ثانیہ بھی وہیں تھی۔

''یہ تو صرف دو کباب ہیں۔'' ثانیہ نے کھا جانے والے انداز میں کہا تو عویش روہانسی ہو گئی۔

''جی میں سمجھی صرف آپ......''

''اب کیوں سر پر کھڑی ہو۔ جاؤ اور تل کر لے آؤ۔''

''جی...... جی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں......'' نمکین پانیوں نے اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ احسن نے بھی آج پہلی بار اس کی طرف دیکھا تھا۔ سرخ آنکھیں، سفید پڑتا چہرہ، کپکپاتی ٹانگوں کے ساتھ وہ کھڑی تھی۔ آج پہلی بار اس نے کسی کام سے انکار کیا تھا۔

''ثانیہ...... تم بنا دو۔'' شازیم نے اس کی طبیعت کا احساس کیا۔

''اوکے۔'' وہ سب کو سکتے کی حالت میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

''یا اللہ یہ سب کیا ہے، کب تک یہ سب ہوگا؟ یا اللہ تو سب کی سنتا ہے میری بھی سن لے اور میری مشکل کو آسان کر دے، کوئی تو ہو جو مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے۔ اے اللہ......'' وہ روتے ہوئے اللہ کو پکار رہی تھی۔

❀......❀......❀

''عویش...... عویش...... کب تک سوتی رہو گی اٹھو۔ فجر کی نماز بھی تم نے نہیں پڑھی۔ تمہیں تو بخار

ہے۔'' نائلہ نے اس کے پکارنے کے ساتھ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور پریشانی سے بولیں۔

''کل سے کچھ کھایا بھی ہے یا یونہی لیٹی ہو۔ پتا نہیں میرے پیچھے کیا کچھ کرتی رہی ہوگی۔''

''بوا......'' وہ کسمسا کر کروٹ بدل گئی۔

''کیا ہوا؟ یہ تو نے اپنی کیا حالت بنائی ہوئی ہے۔''

''کچھ نہیں بوا۔ اب تو بہتر ہوں۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی لیکن آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا، بھوک کی وجہ سے پیٹ میں مڑوڑ سی ہونے لگی تھی۔ وہ چکرا کر گرگئی۔

''کیا ہوا عویش؟'' بوا اس کی حالت پر تڑپ اٹھی۔

''بھوک لگی ہے۔'' وہ اتنا ہی کہہ سکی۔ بوا فوراً کھڑی ہوگئی۔ وہ دوبارہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ بوا کھانے کی ٹرے لیے آگئیں۔

''نہیں بوا۔ بس یہ ہی بہت ہے۔'' وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ بوا اس کا جواب سنے بغیر چل دیں۔

''لو بیٹا یہ بھی کھالو۔'' بوا اس کے لیے سیب کاٹ لائیں۔

''نہیں بوا'' بس پیٹ بھر گیا۔

''تم صرف تین دنوں میں کافی کمزور ہوگئی ہو، صرف دودھ پیتی رہی ہو۔'' دودھ کا گلاس خالی کر کے انہیں پکڑایا اور لیٹ گئی۔

''ڈاکٹر کو بلاتی ہوں تم سونا نہیں۔''

''نہیں بوا میں ٹھیک ہوں، بس بھوک تھی، میں تھوڑی دیر میں ٹھیک ہوجاؤں گی۔''

''نہیں......تم نیچے مت آنا، آرام کرو۔'' بوا نے سختی سے منع کیا۔

''اچھا نہیں آتی، آپ ڈاکٹر کو مت بلانا۔'' اس کی بات پر بوا سر اثبات میں ہلاتی باہر نکل گئیں۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آگئی۔ سورج کی کرنیں چاروں طرف پھیل رہی تھیں۔ اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔

❁......❁......❁

''عویش......'' اس کے بالکل قریب سے آواز ابھری تھی۔ تیز پرفیومز کی خوشبو سے وہ سمجھ گئی کہ کون ہے۔ وہ پلٹی لیکن اسے قریب پا کر وہ چونکی۔

''آپ......!'' اس نے گھبرا کر پاس سے گزرنا چاہا مگر اس نے ہاتھ پھیلا کر راستہ روک لیا۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' اس نے غصے سے پوچھا۔

''تم سے ملنے۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''کیوں؟ میں تمہاری کیا لگتی ہوں، تم کیا سمجھتے ہو، میں فضول کاموں میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ نو نیور...... میں اپنی حدود و قیود جانتی ہوں اور تم بھی اپنی حد میں رہو۔ میں تمہاری باتوں میں ہرگز نہیں آؤں گی اور نا میں خواب دیکھنے والی لڑکی ہوں۔'' زمان سینے پر ہاتھ باندھ کر اس کو بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

''بس یا اور کچھ کہنا ہے۔'' زمان نے مسکرا کر کہا تو وہ غصے سے رخ موڑ گئی۔

''تم میری محبت کو نہیں سمجھی۔ اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ یہ میں نے تم سے ہر بار سنا۔ اب دیکھ لو یہ اللہ کی مصلحت کہ میرا دل بھی تم پر ہی آیا۔'' وہ بغور اس کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچا اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے اس کے سینے سے آ لگی تھی۔

''میری محبت تم ہو اور میں تم سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔'' وہ کہہ کر چلا گیا تھا جبکہ وہ ساکت کھڑی رہ

"پپا...... آپ ہمت ہار گئے تو ہمیں کون سنبھالے گا۔" شازیم نے کہا تو احسن صاحب کو احساس ہوا کہ انہیں بیٹے کے سامنے ایسی بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔

"ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟" انہوں نے موضوع بدلا۔

"ابھی تک تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ کہتے ہیں دعا کریں۔" وہ ان کے برابر بیٹھ کر بولا۔

"دعا......" وہ زیرلب بولے۔

"پپا...... ہم نے تو کبھی دعا مانگی ہی نہیں۔ یہ کیسے مانگتے ہیں، یہ بھی نہیں پتا، آپ عویلش سے کہیں وہ نماز پڑھتی ہے۔" اس کے ذہن میں پہلا خیال ہی عویلش کا آیا تھا۔ اس لیے کہہ بھی گیا۔ احسن اس کو دیکھنے لگے اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر آیا اور احسن کو دیکھنے لگا۔

"آپ پیشنٹ کے کون ہیں؟"

"ہزبینڈ ہوں اس کا۔" وہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ اندر جاسکتے ہیں پر پیشنٹ سے زیادہ بات نہیں کیجئے گا۔" وہ کہہ کر واپس مڑ گیا۔ احسن نے پہلے شازیم کو دیکھا پھر آئی سی یو کی طرف بڑھ گئے۔ شمائلہ ان کے انتظار میں آخری سانسیں لے رہی تھیں۔ وہ تیزی سے شمائلہ کی طرف بڑھے۔

"احسن مجھے معاف کردینا۔ حسینہ کو خط کسی اور نے نہیں میں نے لکھا تھا۔" وہ اتنا ہی کہہ سکی تھیں کیونکہ ان کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ ڈاکٹر فوراً ان کے پاس آئے اور ان کو آکسیجن دینے لگے پر سب بے سدھ رہا تھا، چند پل کا کھیل تھا۔

زندگی اور موت کا جس میں موت جیت گئی تھی اور سب احسن کے سامنے ہوا تھا۔ وہ حیران رہ گئے تھے۔ شمائلہ کی کیسی محبت تھی۔ خودغرضی یا محبت تھی کیونکہ محبت میں تو بہت وسعت اور گنجائش ہوتی ہے، جب ہی تو محبت کرنے والوں کے دل آباد رہتے ہیں۔ بے شک عورت بٹوارہ برداشت نہیں کرتی، اس کو اپنا شوہر عزیز ہوتا ہے اور وہ اس کو کسی دوسری عورت کے ساتھ بانٹ نہیں سکتی۔ پر عویلش دوسری عورت نہیں تھی، ان کی بیٹی تھی۔ بے شک عویلش شمائلہ کی سگی بیٹی نہیں تھی پر احسن کی تو سگی اولاد تھی پھر شمائلہ نے ایسا کیوں کیا کہ باپ کو بیٹی سے ہی بدظن کردیا اور اس کے بہن بھائیوں کو بھی اس کے قریب آنے نہیں دیا تھا۔ یہ سب کیا تھا کوئی کھیل تھا یا دنیا کا ڈراما تھا جس کو یونہی ہونا لکھا گیا تھا اور اختتام پر ایک کردار اپنی غلطی کا اعتراف کرکے معافی مانگ رہا تھا۔ جو بہت معمولی الفاظ تھے پر بخشش بھی اس ایک معافی میں ہے، وہ چاہے اللہ کرے یا بندہ، دونوں میں سے کسی ایک کو تو کرنا ہی ہے ناں اور اگر بندے نے معاف کردیا تو اللہ بھی معاف کردے گا اور یہ بات ذہن میں آتے ہی احسن رو پڑے تھے۔ انہیں بھی تو عویلش سے معافی مانگنی تھی اور اس کو وہ حق دینا تھا جس کے لیے وہ کب سے ترس رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

شمائلہ کو اس دنیا سے گئے دو ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا گو کہ سب کچھ پہلے سے بہت اچھا ہوگیا تھا پر احسن کے دل میں اب بھی خلش تھی کہ کاش شمائلہ کی زندگی میں ہی یہ سب ہوتا۔ پر یہ تو اسی طرح ہی ہونا لکھا تھا کیونکہ مرنا تو ہر انسان کے لیے ضروری ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو جھٹلایا جاسکتا ہے۔ سب یہیں رہ جانا ہے۔ دولت، عزت، شہرت، بیوی، بچے، ماں، باپ غرض تمام رشتے، ساتھ جائے گا تو صرف اچھا اعمال۔ نیک نیت کے ساتھ عمل کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آج احسن یہ ساری باتیں سوچ رہے تھے جو ان کے والد نے سبق کی طرح ان کو رٹوائی تھی پھر وقت کے ساتھ وہ بھول گئے تھے اور اب دیر سے

یاد آنے پر پچھتا رہے تھے۔
"پپا...... چائے۔" عویش کی آواز پر وہ چونکے۔
"جیتی رہو...... خوش رہو۔" احسن مسکرا کر بولے تو وہ کھلکھلادی تھی۔
"آپ یہاں تنہا کیوں بیٹھیں ہیں؟ باہر آئیں سب آپ کا انتظار کررہے ہیں۔" عویش نے کہا تو وہ سعادت مند بچے کی طرح اس کی بات مان کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔
سب باتیں کررہے تھے۔ دانیال اور صائمہ بھی امریکہ سے آگے تھے، رمان بھی ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ثانیہ اور تانیہ بوا کے ساتھ کچن میں تھیں جب کہ شازیم ابھی آفس سے لوٹا تھا۔
"بھئی احسن پھر کیا سوچا تم نے؟" دانیال نے مسکرا کر پوچھا۔
"دیکھو احسن بچوں کی شادی تو کرنی ہے ناں، جتنی جلدی ہو اس فرض کو بھی ادا کردیں۔ کیا کہتے ہو تم؟" صائمہ نے دانیال کی بات کو آگے بڑھایا۔ عویش کو حیا آئی اور رمان بھی مسلسل اس کو دیکھ رہا تھا۔
"میں ابھی آتی ہوں۔" وہ کہہ کر وہاں سے ہٹ گئی۔
"بھئی جو آپ سب کو بہتر لگے لیکن پہلے نائلہ باجی سے پوچھ لیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔
"ان کو کوئی اعتراض نہیں ہم پوچھ چکے ہیں۔" صائمہ نے مطمئن سے انداز میں کہا۔
عویش چھت پر آ گئی تھی۔ اس کو یہ سب خواب سا لگ رہا تھا اور وہ ہمیشہ اسی خواب میں رہنا چاہتی تھی۔ جہاں سب کچھ مکمل ہوگیا تھا۔ کتنا ترستی تھی وہ ان رشتوں کے لیے۔ اب سب اس کے پاس تھے اور وہ ان کو پاکر بے انتہا خوش تھی۔ اس کو اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی تو وہ چونکی۔
"تم یہاں ہو اور میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔" رمان نے اس کو دیکھتے کہا۔ وہ نظر انداز کرتی بے پروائی سے بولی۔
"اچھا کہاں کہاں ڈھونڈا، ذرا بتائیں گے۔"
"پارک میں، لان میں پر تم یہاں تھیں۔" اس نے ایک دم اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تو وہ نظریں چرا گئی۔
"اور یہ کہہ رہا تھا کہ تم یہاں ہو۔" وہ کہتا اس کے قریب چلا آیا۔
"آپ بہت وہ ہیں۔" وہ اس کی باتوں سے شرمانے جانے لگی تھی کہ اس نے عویش کا ہاتھ تھام لیا۔
"تم خوش تو ہوناں؟"
"پتا نہیں۔" وہ بولی۔
"کیا پتا نہیں؟"
"آپ خوش ہیں؟" اس نے جواب دینے کے بجائے سوال کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔
"من مانگی مراد پوری ہورہی ہے خوشی تو بنتی ہے۔"
"یہی معاملہ تو میرے ساتھ ہے۔" وہ آہستہ سے بولی پر اتنی آہستہ بھی نہیں کہ اس تک آواز نہ جاتی۔ وہ سرشار ہوگیا تھا۔
"اچھا اور مجھ سے چھپتی پھر رہی تھی۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے نیچے کی طرف بھاگی، اس کی اس حرکت پر اس نے قہقہہ لگایا۔ اس نے چونک کر ایک لمحے کو رک کر اس کی طرف دیکھا۔ سارا منظر مکمل تھا۔ دائمی خوشیوں نے ہمیشہ کے لیے عویش کا دامن تھام لیا تھا۔

شازیہ الطاف ہاشمی

اپنی ہستی مٹا کے بھی تنہا ہوں
میں سب کچھ لٹا کے بھی تنہا ہوں
لوگ دور تک جاتے ہیں کسی کے لیے
اور میں اس کے پاس رہ کر بھی تنہا ہوں

یہ ان دنوں کی بات تھی جب تائی جان نے اچانک اپنا مدعا بدلا تھا، بچپن میں کیا گیا مائرہ اور ظہور کا رشتہ وہ اب توڑنا چاہتی تھیں، انہیں اظہر الدین کی بھتیجی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی جب اظہر الدین نے چھوٹے بھائی سے رشتہ جوڑا تھا مائرہ کو بہو بنانے کا فیصلہ کیا تھا تب زیب النساء تائی کمزور تھیں دادی نے انہیں بیٹے کے ساتھ مل کر قابو کر رکھا تھا اس لیے وہ پر نہیں مار سکیں۔ رفتہ رفتہ بچے بڑے ہوتے گئے اور وہ مضبوط ہوتی گئیں اور ان کی مضبوطی میں اضافہ دادی نے مر کر کر دیا تھا اب گھر اور اظہر الدین سب تائی جی کے قابو میں تھے۔

اظہر الدین روایتی شوہر کے بجائے مسکین بلکہ نیم پاگل سے انسان بن کے رہ گئے تھے۔ انہیں وہی کچھ بجھائی دیتا تھا جو تائی جی انہیں بتاتی تھیں اور سنتے بھی وہی تھے جو انہوں نے سنانا چاہا تھا۔ اظہر الدین کے اس دوغلے پن نے ابا جی کو بھی بدگمان کر دیا تھا، وہ اب بہن بھائیوں کی پروا بھی نہیں کرتے تھے کون آیا کون گیا سب تائی جی کو پتا ہوتا اور تائی جی اب مائرہ کا پتا صاف کرنا چاہتی تھیں انہوں نے امی سے جھگڑے شروع کر دیئے تھے، بات بے بات رشتہ توڑنے کی دھمکیاں دیتیں اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے انہیں یہ باور کروانے میں کامیاب رہیں کہ وہ اب مائرہ اور ظہور کا رشتہ نہیں کرنا چاہتی۔

جب بات طے پائی تھی ظہور پندرہ برس کا تھا اور مائرہ چھ ماہ کی تھی، ظہور کو آہستہ آہستہ پتا چل گیا تھا کہ مائرہ اس سے منسوب ہے مگر مائرہ نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا بے حد عام سی صورت والا ظہور توجہ کے قابل تھا بھی نہیں۔

❁......❁......❁

اسی روز امی اور تائی جی کی زوردار جھڑپ ثمینہ چاچی کے ہاں ہوئی، تائی جی کا طنطنہ عروج پر تھا ان کا بیٹا پورے پندرہ ہزار روپے ماہانہ کماتا تھا، انہیں کیا ضرورت تھی گھر بیٹھے روبینہ جیسی کی بیٹی مائرہ کو گھر لانے کی۔ وہ ٹال مٹول کے بعد اب غصہ بھی

کرنے لگی تھیں، ظہور انہیں ہر جگہ لاتا لے جاتا تھا، وہی ساتھ ہوتا تھا۔ امی نے اس کو مائرہ تائی کی ساری باتوں سے آگاہ کردیا تھا کہ کیسے وہ دامن چھڑانا چاہ رہی ہیں اور امی خود بھی اس رشتے سے بدگمان ہوگئی تھیں جن کا ابھی سے یہ حال ہے انکار پر انکار کرنے والے بعد میں کیا حشر کرتے بھلا...... امی کا ارادہ اٹل اور درست تھا مگر مائرہ کچھ اور سوچ رہی تھی۔ اگلے ہی دن اس نے ابو سے اجازت لی اور زیب النساء تائی کے یہاں پہنچ گئی، اس کے خیال میں وہ تائی جی کا غصہ ٹھنڈا کرسکتی تھی، انہیں سمجھا سکتی تھی اپنے اچھے سلوک سے ان کی خود ساختہ مظلومیت بھرے دنوں کا کچھ ہی سہی ازالہ کرسکتی تھی اور اس طرح ابو بھی بھائی کی وجہ سے ملنے والی تکلیف سے بچ سکتے تھے۔

مگر تائی جی اور ان کی بہو کا گٹھ جوڑ اور ہی کہانی سنا تا تھا، تائی جی وٹے سٹے میں لائی گئی بہو کی چھوٹی بہن لانا چاہ رہی تھیں، ان کی بیٹی کی اولاد نہ ہوسکی تھی ہر وقت دوسری عورت کا خطرہ سر پر منڈلا رہتا تھا...... انہوں نے اس خطرے کو دو بیٹیاں لے کر ختم کرنا تھا۔ بہو کی بہن گھر میں موجود تھی بلکہ کتنے دنوں سے آئی ہوئی تھی تاکہ آنے والے وقت کے لیے راہ ہموار کرسکے اور اس راہ کو ہموار کرنے میں تائی جی اور رفیعہ ان کی بہو بڑے دنوں سے بڑے اچھے طریقے سے کررہی تھیں۔

سرخ شلوار قمیص میں چھوٹی سی وہ لڑکی پورے گھر میں دندناتی پھر رہی تھی ظہور کو کھانا پیش کرنا ہو یا اس سے گپ شپ کرنا ہو مل کے ٹی وی دیکھنا ہو، وہ ہر جگہ موجود رہتی ایسے میں تائی جی اور رفیعہ کو اس کا آنا بے حد ناگوار گزرا تھا اور اس ناگواری کا اظہار وہ ہر جگہ کررہی تھیں، نہ اچھی طرح سے کھانا

مل رہا تھا نہ اسے مہمان سمجھا جارہا تھا۔ تائی جی صبح کا ناشتہ مائرہ سے بنواتیں، برتن دھلواتیں اور اس پر تنقید الگ کرتیں۔

"تمہارے بال چھوٹے ہیں، تمہاری ماں کھانا بہت برا پکاتی ہے، تمہارا باپ لالچی ہے۔" وہ اس طرح کی ان گنت باتوں کو مسلسل نظر انداز کررہی تھی، رفیعہ بھی اس پر عجیب سا رعب جمارہی تھی یہ اس کے تایا کا گھر نہیں رفیعہ کا میکہ لگ رہا تھا جہاں ہر کوئی ہر کام کرنے کو آزاد تھا۔

رفیعہ کا باپ بھی کوئی اچھا آدمی نہیں تھا جو اپنی بیٹوں کی تال میل کرواتا پھر وہ کیسا عزت دار ہوگا بھلا؟ بہرحال بیٹی کا تاوان تھا جو انہیں بھرنا تھا ہر صورت، انہیں مائرہ سے جان چھڑانا تھی اور وہ گلے پڑرہی تھی۔ اس کو بہت بری طرح تنگ کیا گیا تھا، بھدی شکل کی نسرین ظہور کے آگے پیچھے پھرتی، اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اسے کل چلے جانا تھا بس آج کے برتن دھورہی تھی اور کل سے تائی جی خود دھوتیں۔ وہ جانے کو بالکل تیار تھی ظہور اور نسرین بیٹھے چائے پی رہے تھے تائی جی کریلوں میں قیمہ بھرنے میں مصروف تھیں انصار اس کا بھائی اسے لینے آنے ہی والا تھا تائی جی کی منہ بھری ہنسی اس کو بری طرح تپا گئی تھی۔

رفیعہ اور وہ طنزاً ہنس رہی تھیں، وہ سن رہی تھی مگر جب پھر نسرین نے لاڈ بھرے انداز میں اسے "جارہی ہو۔" کہا تو وہ اندر تک غصے سے بھر گئی وہ ہار کرنہیں جارہی تھی وہ جارہی تھی تو یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا۔ نسرین سے شکست تو ہرگز نہیں تھی۔

"نہیں آج ارادہ بدل گیا ہے مہینہ بھر رہوں گی۔" اس نے انصار کو واپس بھیج دیا تو تائی جی تلملا کررہ گئیں۔ رفیعہ اور تائی جی اسے نکال دیتیں جو اگر انہیں تایا جان کا ذرا سا لحاظ نہ ہوتا۔ تائی جی باتیں سناتی رہتیں اور وہ برتن دھوتی رہتی، ظہور اس کے سارے کام کرتے اور تائی جی اور رفیعہ کی بے لاگ گفتگو بھی سن رہا تھا اور مائرہ کی چپ بھی نہ دیکھتے بھی دیکھ چکا تھا اور پھر مائرہ اسے دیکھ کر مسکراتی بھی تھی، اس کی مسکراہٹ نسرین کی طرح بے باک نہیں تھی وہ بے ریا سا مسکراتی تھی پرخلوص وہ منگیتر ہوکر بھی منگیتر نہیں بنی۔ وہ ہار کر بھی سب جیت گئی تھی ظہور نے مائرہ ہی سے شادی کرنا تھی مائرہ نے میدان مارلیا تھا۔

❁......❁......❁

تائی جی اور رفیعہ کی اکڑ مائرہ نے توڑ کے ریزہ ریزہ کردی تھی، تائی جی نسرین اور رفیعہ کا غصے سے برا حال تھا خوش تھی تو مائرہ اپنی جیت پر۔ اس نے کچھ نہ کہہ کر وہ کر دکھایا تھا جو نسرین جیسی کی ادائیں اور انداز بھی نہ کرسکیں۔ امی اور ابو ہرگز بھی اس بات سے واقف نہیں تھے۔ کئی اچھے گھرانوں کے رشتے موجود تھے تو ظہور ہی کیوں آخر ان کا تائی جی اور ظہور سے دل اٹھ گیا تھا۔ انہوں نے ظہور سے بھی پوچھا تھا کہ وہ باشعور اور پڑھا لکھا ہے وہ مائرہ سے شادی کرنا چاہتا ہے یا نہیں اور اس نے صاف جواب دے دیا تھا کہ جو کرنا ہے اس کی امی نے کرنا ہے اس سے اس طرح کی کوئی بات نہ کی جائے تائی جی اور ظہور کے انداز دیکھ کر ہی خالہ کا لایا گیا سرگودھا والا رشتہ پسند کرلیا گیا تھا۔ انہیں اپنی بیٹی قدر دانوں میں بیاہنی تھی نہ کہ ان لوگوں سے جو ابھی سے دن میں دس بار ٹھکراتے تھے۔

سلمیٰ خاتون کا ایک ہی بیٹا تھا اپنی چلتی دکان شہر کے بیچوں بیچ تھی۔ انہیں کچن میں چائے بناتی مائرہ دل وجان سے پسند تھی، پیارے پیارے

نقوش اور صاف رنگت کی مائرہ ان کے دل میں اتر گئی تھی مگر چائے لے کر وہ نہیں امی آئی تھیں اور ساری باتیں تبھی امی نے ہی کہی تھیں وہ چھت پر چلی گئی تھی۔ بہانے سے وہ رخصت ہوئیں تو وہ نیچے آئی امی نے اسے برا بھلا کہنا شروع کردیا تھا وہ آخر چاہتی کیا تھی اور مائرہ نے بتادیا تھا کہ وہ کیا چاہتی تھی اسے شادی ظہور سے کرنا تھی بس اور تائی جی رشتہ مانگنے بھی آئیں گی امی کا دل کسی طرح بھی اسے نفرت سے بھری تائی جی کو تھمانے کا نہیں تھا مگر وہ اٹل ارادہ لیے ہوئے تھی آخر وہ کیوں اپنی زندگی عذاب بنانے پر تلی تھی عباس نے اس کی تصویر دیکھتے ہی اسے پسند کرلیا تھا اور بری طرح دل ہار بیٹھا تھا مگر مائرہ کو وہ مکینک پسند نہیں آیا تھا اسے صرف ظہور سے شادی کرنا تھا مگر امی نے پھر ذیشان کی امی کو لاہور سے بلا بھیجا تھا انہیں بھی مائرہ بہت پسند تھی۔ امی کے خیال میں وہ ہٹ دھرمی چھوڑ دے گی زبردستی امی نے اسے چائے کی ٹرے تھمائی تھی۔ جو اس نے غصے سے میز پر پٹخی تھی اور خاتون نے محسوس کرلیا تھا جو چلی گئی تھیں امی نے معذرت کی اور اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

تائی جی اور رفیعہ مائرہ کا رشتہ لینے پر رضامند تھیں وہ آ گئی تھیں۔ مائرہ ان کے سامنے بیٹھی تھی، تائی جی کا جی چاہا کہ وہ اسے زمین پر پٹخ دیں، مائرہ کو سب پتا تھا مگر ظہور جیسے بدھو کے ساتھ مل کے اس نے تائی کا سارا طنطنہ دور کرنا تھا، ستے سے سامان کے ساتھ تائی جی نے اس کی شادی کی تاریخ رکھی اور اٹھ گئیں۔ سرخ زرتار ڈوپٹے والی مائرہ کو شادی کے دن پتا چلا تھا کہ اسے ظہور سے محبت تھی بے انتہا محبت۔ سترہ سالہ محبت نے ہاتھ تھام کر پوچھا میرا ساتھ دو گی؟ اور

جواب والہانہ ملا تھا۔

محبت میں ثبوت ہے یہ سادہ لوحی کا
اس نے جب وعدہ کیا ہم نے اعتبار کیا!

شادی کی اگلی ہی صبح جب اس نے ظہور سے مل کر ناشتہ کرنا چاہا تو تائی جی کی آنکھ کے اشارے سے پہلے ظہور علیحدہ ناشتہ کرنے اٹھ گیا تھا۔ وہ سب اتنا آسان نہیں تھا جتنا کہ اس نے اپنی معصومیت اور دل میں سمجھ لیا تھا تائی جی کی ظہور پر گرفت انتہائی مضبوط تھی، اس کی کہیں گنجائش نہیں تھی رتی برابر بھی، سبز اور سنہرے امتزاج والا سوٹ پہنے مائرہ کو پتا بھی نہیں تھا۔ نسرین ظہور کی زندگی سے بے شک اس نے نکال دی تھی مگر رفیعہ موجود تھی اور ایک اٹل حقیقت تھی کہ اسے مائرہ سے شدید نفرت تھی اور وہ نفرت دہکتی آگ کی طرح مائرہ کے وجود کو جھلسانے لگی تھی، وہ چیختی چلاتی روتی ظہور کو بتاتی اسے دکھاتی کہ تائی جی اور رفیعہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہیں مگر وہ سننے کا بھی روادار نہیں تھا۔ وہ سننے سے پہلے ہی بھڑک اٹھتا، وہ سارا سارا دن نازیبا باتیں سنتی، طعنے اور ذلت آمیز جملے سہتی۔ ظہور نے رفیعہ کو منع تو ہرگز نہیں کیا الٹا وہ اس کا اور گرویدہ ہوگیا تھا اس کی بھابی سے محبت بڑھتی جارہی تھی اور وہ کہیں پس منظر میں کھوتی جارہی تھی اتنی پیچھے کہ اسے اپنی اوقات پتا لگ گئی تھی۔ ظہور اب زبان کھولنے پر اسے تھپڑ تک مار دیتا تھا، اسے کسی تھپڑ پر پشیمانی نہیں تھی کسی بات کا افسوس نہیں تھا۔ اسے سائرہ کی شادی پر ظہور نے رفیعہ کو تائی جی کے کہنے پر نہیں جانے دیا گیا وہ انتہائی ظالم سفاک شخص تھا اتنا کہ جتنا وہ سوچ سکتی تھی، سائرہ کی شادی امی نے فریج مکینک عباس حسن سے کی تھی، سائرہ مہنگا ڈیزائنر جوڑا پہنے اس سے ملنے آئی تھی، اس کے ساتھ اس کا شوہر عباس بھی تھا، وہ بے حد خوش تھی، اس نے مائرہ کے گلے لگ کر بتایا تھا کہ عباس نے کتنی پرمسرت سرگوشیاں کی تھیں، بس وہ پھیکا سا مسکرادی تھی، وہ بھی خوش تھی اور وہ کتنی خوش باش تھی وہاں سائرہ کو پتا تھا۔

رفیعہ اور تائی جی نے سائرہ کے لیے بوتل تک نہیں منگائی ظہور ساری تنخواہ ماں کو لا دیتا تھا اور ماں رفیعہ کو دیتی تھی اور اسے سوائے ذلت کے کچھ نہیں ملتا تھا نہ وہ الگ رہنے پر راضی تھا نہ الگ کھانا پکانے پر وہ کسی طرح بھی راضی نہیں تھا اس بیوقوف لڑکی کے ساتھ جسے سب انتہائی چالاک ہونے کی سزا دے رہے تھے زندگی کیا تھی بیوقوف خواب دیکھنے والی مائرہ کی اندر کو دھنسی آنکھیں جان گئی تھیں۔

ظہور اس کے لیے سزا بن کر رہ گیا تھا، ایک ایسی سزا جس کا کوئی اختتام نہیں تھا، وہ مرنا چاہتی تھی مگر موت بھی نہیں آئی، وہ جینا چاہتی تھی مگر رفیعہ اور تائی جی نے اسے زندہ بھی نہیں رہنے دیتے تھے۔ اس نے کئی بار رفیعہ اور تائی جی سے معافی بھی مانگ کے دیکھ لی تھی۔

❁......❁......❁

وقت گزرتا رہا مائرہ سے چھوٹی سارہ کے بعد ایمن بھی پیا گھر سدھار گئی۔ وہ بھی عثمان کے ساتھ کھٹی میٹھی سہل زندگی گزار رہی تھی۔ مائرہ کے ہاں بیٹا ہوا تھا اس نے اتنے پیار سے اس کا نام عفان رکھا تھا، رفیعہ اس کے بیٹے کو بھی ورغلانے میں مصروف تھی عفان ماں کی گود کے بجائے رفیعہ کی گود میں رہنا پسند کرتا تھا اور ایسا خود ظہور کے ایماء پر ہوا تھا، وہ عفان کو خود رفیعہ کے پاس بھیجتا تھا تائی جی اگرچہ ضعیف اور کمزور ہوگئی تھیں، بولنے میں بھی

مشکل پیش آتی تھی، وہ اب کچن کے سامنے والے کمرے میں بے سدھ پڑی رہتیں، سارے گھر پر قابض رفیعہ تھی اور وہ عفان کو اس سے چھیننے کی جرأت نہیں کرسکتی تھی کیونکہ ظہور اسے بہت مارتا تھا۔ اور وہ اسی گالم گلوچ کے ڈر سے اکلوتے بیٹے کے قریب بھی نہ جاسکتی تھی بس دور سے دیکھتی اور روتی رہتی تھی۔

❁......❁......❁

امی ابو اور سارے گھر والے اس کی حالت سے باخبر تھے۔ امی روتی تھیں، ابو بھی پریشان رہتے تھے، ظہور جیسے گھاگ اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والے آدمی کو سمجھانا بھی ناممکن تھا۔ اس کے دل میں مائرہ کہیں نہیں تھی وہ تو مائرہ ہی بیوقوف تھی جس نے اپنی زندگی تباہ کرلی تھی، تائی جی کا اختیار اب نہیں رہ تھا وہ فالج کی وجہ سے ہلنے جلنے سے بھی قاصر تھیں ان کی شاطر مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی، وہ بے بسی کی تصویر بنیں اسے دیکھتی رہتیں آتے جاتے، ظہور سے مار کھاتے وہ نفرت کا بیج جو انہوں نے بویا تھا بیٹے کے اندر اب وہ ان کے بیٹے کے قد سے بھی بڑا تناور درخت بن گیا تھا، اتنی نفرت تو انہوں نے بھی کی تھی مگر پھر نفرت نے انہیں بستر پر گرادیا تھا، زبان تک گنگ ہوگئی تھی۔ بیٹا اب مکمل طور پر رفیعہ کے قبضے میں تھا اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا وہ بڑے بھائی اور بھابی کی محبت میں اللہ کو بھی بھول گیا تھا۔

سائرہ اپنی چھوٹی سی بیٹی سمعیہ کو ساتھ لیے اس سے ملنے آئی تھی، اس کی ساس اور نندیں بھی عام نندوں جیسی ہی تھیں کینے اور حسد سے بھری ہوئی مگر اس کی صحت اچھی تھی، بچوں کا ساتھ تھا شوہر کی محبت تھی، اس نے سمعیہ کو گود میں بھر لیا تھا کتنی دیر تک وہ باتیں کرتی رہی، عفان بھول کر بھی اس کے پاس نہیں آتا تھا، وہ اسے چھپ کر دیکھتا اور واپس رفیعہ کے بچوں میں بھاگ کر گم ہوجاتا۔

"آپی آپ اپنا خیال رکھا کریں ناں دیکھیں کتنی کمزور ہوگئی ہیں۔" سائرہ اسے تسلی کے ساتھ ساتھ محبت سے اور دکھ سے دیکھ رہی تھی۔

"کوشش کروں گی......" وہ کہہ کر نظریں چرا گئی تھی۔ سائرہ چلی گئی۔ رات بہت گہری تھی وہ اکیلی کچن میں بیٹھی دودھ ابال رہی تھی۔

"پھر وہی نحوست پھیلا رکھی ہے تم نے خبیث عورت۔" ظہور اس کی شکل دیکھتے ہی دھاڑا وہ آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئی، رو رو کر اس کی نظر بھی کافی کمزور ہوگئی تھی اسے دور تک ظہور کی پشت نظر نہ آسکی تھی، ظہور کو اس وقت چائے چاہیے ہوتی تھی اس نے سارے دودھ میں پتی اور چینی ڈال دی تھی چائے ابل ابل کر باہر آرہی تھی اس نے بہت سارے کپوں میں گرم چائے انڈیلنے کی کوشش پر اپنے پیروں اور ہاتھوں پر انڈیل دی تھی اس کے پیر بری طرح جل گئے تھے مگر دل کا حبس پھر بھی دور نہ ہوسکا تھا۔ سامنے کمرے میں سے دیکھتی تائی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں انجام تو رفیعہ کا بھی برا ہونا تھا مگر شاید اتنا برا نہیں جتنا خود ایک چائے کی پیالی گرانے والی مائرہ کا ہوا تھا۔

❁

جب جب راتیں اپنا آنچل کھولنے لگتی ہیں
کیوں پلکیں اشکوں کے موتی رولنے لگتی ہیں
1جب میں تنہا ہوتی ہوں اور کوئی ساتھ نہیں
مٹی گارے کی دیواریں بولنے لگتی ہیں

ہم ایسے ہم سفر کی خواہش کرتے ہیں جو ہماری مرضی کے مطابق ہو، اس چناؤ میں ہم کسی طرح کا سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

دنیا عجیب وغریب لوگوں سے بھری پڑی ہے، کچھ کو پیسہ اور نام چاہیے، اختیارات کے متمنی بھی ہزاروں لوگ ہیں، شہرت کے پیچھے بھاگنے والے بھی لاتعداد ہیں، کسی کو سکون کی تلاش دربدر کیے رکھتی ہے، ایسے اللہ والے بھی موجود ہیں جن کو معلوم ہی نہیں کے وہ دنیا میں کیا لینے آئے ہیں۔

اور میرا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کو زندگی کی ساری بنیادی ضرورتیں مہیا ہیں، روپیہ پیسہ، مال و دولت، نام، عزت، شہرت، شاندار گھر اس سب کے بعد مجھے ایسا ہمسفر بھی چاہیے جس کے پاس کرنے کو باتیں ہوں، جو مجھے زندگی کی ان بنیادی ضرورتوں سے نہیں، نت نئی باتوں سے جیتے جس کے پاس کوئی ٹیلنٹ ہو، میرے ساتھ وقت گزارے، مجھے اہمیت دے، میں باتوں کی بھوکی ہوں، میں وقت کی بھوکی ہوں اگر یہ میری خواہش ہے تو کیا میں غلط ہوں؟ ہر انسان کی خواہشیں ہوتی ہیں، اگر میری خواہش روپے پیسے کے علاوہ کچھ ہے تو کیا یہ خواہش فضول ہے؟

❁......❁......❁

چٹا ککڑ بنیرے تے
کاسنی دوپٹے والیے منڈا اصدقے تیرے تے

مہندی کی تقریب عروج پر تھی، فضا میں ابٹن اور مہندی کی خوشبو کے ساتھ ساتھ مرغ مسلم کی خوشبو نے عورتوں اور بچوں میں ہلچل مچا رکھی تھی۔

وہ پیلے دوپٹے کا گھونگھٹ نکالے دونوں ہتھیلی پر پان کے پتے رکھے ہتھیلی کو پھیلائے بیٹھی تھی، سہاگن عورتیں اس کے ہاتھوں پر مہندی لگا کر رسم ادا کر رہی تھیں، وہ دل میں ارمان لیے آنے والے وقت کو سوچ رہی تھی، بہت سے خواب بھی پلکوں پر جھلملا رہے تھے اور لاتعداد وسوسے دل کو بے چین کر رہے تھے۔

رات گئے مہندی کا فنکشن ختم ہوا تو اس کے ہاتھوں پر مہندی کے پھول بنائے گے، اس کے

بالوں کو تیل لگایا گیا، صبح بارات آنا تھی، اس نے تیار ہونا تھا، دلہن بننا تھا۔

وہ مہندی کی خوشبو کو محسوس کرتے کرتے آنکھیں موندے سونے کی کوشش کرنے لگی تھی لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

فجر کی اذان کے ساتھ ہی وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی، مہندی لگے ہاتھ دھوئے، تیل لگے بالوں کو شیمپو کیا اور نماز ادا کی۔ اپنے لیے بہتر زندگی کی دعا مانگی۔

دن چڑھے بیوٹیشن نے آ کر کمال مہارت سے اس کے حسن کو نکھارا، ہر کوئی اس کی خوب صورتی کے گن گانے لگا تھا اور پھر بارات آئی، ساری رسمیں ادا ہوئیں اور وہ دلہن رخصت ہو کر ایک آنگن سے کسی اور آنگن میں چلی گئی۔

❂ ...... ❂ ...... ❂

عدالت کے اس فیصلہ کو جس جس نے بھی سنا تھا اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

''کمال ہے بھئی۔''

''کیا زمانہ آ گیا ہے۔''

''عجب کہانی ہے، اب ایسی صورت حال پر بھی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹائے جائیں گے۔''

''سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔''

جہاں باتیں ہو رہی تھیں، وہاں بڑی بوڑھی عورتوں نے کانوں کو ہاتھ لگا کر اس کیس کو قیامت کی نشانی قرار دے دیا تھا۔

تین مہینے کی تاریخ کے بعد آج ایک بار پھر اسی کیس کی فائل جج کے سامنے موجود تھی اور جج کے ساتھ ساتھ عدالت میں موجود ہر ایک نفوس حیرت میں مبتلا تھا۔

مجرم ایک مرد تھا، وہ مرد جس نے ایک ذمہ داری اٹھائی تھی اور کیس دائر کرنے والی ایک

عورت وہی عورت جو ایک آنگن کو چھوڑ کر دوسرے آنگن میں زندگی گزارنے آئی تھی۔

عجیب صورت حال تھی۔ وہ مرد مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی ایک سنگین جرم کے الزام میں سر جھکائے کٹہرے میں کھڑا تھا اور وہ عورت چہرے پر عجیب تاثرات لیے اس کو دیکھ رہی تھی۔

کیس کی شنوائی شروع کرنے کا کہا گیا تو دونوں کے وکیلوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں عجیب کشش و پنج کا شکار تھے۔

ہزاروں کیس اس عدالت میں آئے تھے۔ عورت کی مظلومیت کے، مرد کے تشدد کے، ساس اور نندوں کے مظالم کے، کہیں بہو کو آگ لگا کر مار دیا گیا تھا تو کہیں تیزاب پھینکا گیا تھا اور کہیں بیچ دیا گیا تھا لیکن اس ایک منفرد نوعیت کے کیس نے ہر طرف ہلچل مچادی تھی۔

فتح کس کے حصے میں آئے گی، مجرم کون قرار پائے گا؟ اس تجسس نے عدالت کو لوگوں سے بھر دیا تھا۔

''محترمہ آپ یہ بتائیں کہ آپ کے سامنے کٹہرے میں کھڑے اس شخص سے کیا رشتہ ہے؟'' ساجد کے وکیل نے بلآخر جراح شروع کی۔

''یہ میرا خاوند ہے۔'' ثمینہ پراعتماد انداز میں بولی۔

''کتنا عرصہ ہوا ہے شادی کو؟'' وکیل نے پوچھا۔

''اٹھارہ ماہ۔'' ثمینہ نے جواب دیا۔

''اٹھارہ ماہ، اہمم...... یقیناً میرے موکل جو کے آپ کے شوہر ہیں نے بہت ظلم ڈھائے ہوں گے آپ پر؟'' وکیل نے ثمینہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ ابھی تک اسی اعتماد سے کھڑی تھی۔

''مار پیٹ کی ہوگی؟''

''نہیں۔''

''آپ سے کسی قسم کا کوئی کاروبار کروانا چاہتا ہوگا؟''

''نہیں۔''

''آپ پر پابندی لگا رکھی ہوگی؟''

''نہیں۔''

''آپ کو آپ کے والدین سے ملنے سے روکتا ہوگا؟''

''نہیں۔''

''آپ کو اللہ کے احکامات کو پورا کرنے سے روکتا ہوگا؟''

''نہیں۔''

ثمینہ کے ہر ''نہیں'' کے بعد عدالت میں پل بھر چہ میگوئیاں ہوئیں لیکن وہ اسی اطمینان و اعتماد سے ''نہیں، نہیں'' میں جواب دیتی رہی تھی۔

''خلع کے مطالبے اور اس کیس کی وجہ کیا ہے پھر؟'' ساجد کا وکیل اب کوئی سوال کیے بنا ثمینہ کے وکیل کی طرف دیکھ کر بولا تو عدالت میں ہوتی کھسر پھسر پر جج نے وکیل سے پوچھا۔

''ساجد صاحب کیا آپ بتائیں گے کہ ایسے کیا حالات ہیں کہ بغیر کسی قسم کے تشدد کے آپ مجرم قرار دیے جا رہے ہیں؟'' اب کے ثمینہ کا وکیل کھڑا ہوا لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

''محترمہ آپ بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں؟'' وکیل نے اب ثمینہ کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھا۔

''میں اس انسان کے ساتھ اپنی زندگی نہیں

گزار سکتی۔'' وہ اسی اعتماد کے ساتھ بولی۔
''لیکن کیوں؟'' ایسے میں جج کا جھنجھلا جانا یقینی تھا۔
''میں ایک ایسے انسان کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جس کا ساتھ اور کسی بے جان مشین کے ساتھ میں کوئی فرق نہ ہو۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔
''کیا مطلب؟'' عدالت میں موجود ہر ایک شخص کے سوال کو وکیل نے الفاظ دیے تھے۔
''میں ایسی زندگی نہیں گزار سکتی جہاں میرا ساتھی ہر قسم کے جذبات سے عاری ہو۔'' ثمینہ قدرے تلخ انداز میں بولی۔
''کیا مطلب؟'' وکیل اب بھی نہیں سمجھا تھا۔
''دیکھیں وکیل صاحب ہر انسان کی مرضی، پسند ہوتی ہے، نظام قدرت ہے کہ ہر انسان کو دوسروں کی بات سے اختلاف ہوتا ہے، غصہ آتا ہے، ہنسی آتی ہے، ایسے ہی ہوتا ہے ناں؟'' ثمینہ نے وکیل سے تائید چاہی۔
''ہاں بالکل۔'' وکیل کے ساتھ ساتھ عدالت میں موجود ہر شخص نے اثبات میں سر ہلایا۔
''لیکن یہ انسان ہر جذبے سے عاری ہے، میں ایک کٹھ پتلی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی اس لیے مہربانی فرما کر میرے حق میں فیصلہ دلا دیں اور مجھے اس اذیت سے نجات دلائیں۔'' ثمینہ نے انتہائی تلخ لہجے میں خلع کی وجہ بتائی تو عدالت میں موجود لوگوں پر سکتہ طاری ہوگیا۔ جج سمیت ہر انسان اس کیس پر حیران ہوا۔
''کیا زبردستی شادی ہوئی تھی آپ کی؟'' وکیل نے پھر سوال کیا۔
''شادی میں زبردستی کی گئی تھی یا نہیں، میں نہیں جانتی۔ میں نے اپنے والدین کے فیصلے کو مقدم جان کر اس شخص کے ساتھ شادی کی تھی۔'' ثمینہ نے کہا۔
''ساجد صاحب کیا آپ نے یہ شادی اپنی مرضی سے کی تھی؟'' وکیل نے ساجد سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
''آپ کو اپنی بیوی سے کوئی شکایت ہے؟ یا آپ کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔'' پھر سوال کیا گیا۔
''نہیں۔''
''آپ کی بیوی میں بہت سی برائیاں ہیں؟''
''کوئی انسان برائیوں سے پاک نہیں۔''
ایک بار پھر ''نہیں، نہیں'' کی تکرار جاری ہوئی۔
''جج صاحب آپ وقت ضائع کر رہے ہیں مہربانی فرما کر اب فیصلہ سنا دیں۔'' چہ میگوئیاں جاری تھیں دونوں فریق بظاہر برائیوں سے مبرا تھے، دونوں وکیل بھی کشمکش و پیچ میں مبتلا تھے اور جج صاحب کو بھی فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔
''میں ایک ایسے انسان کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں جج صاحب جس میں مردانگی ہو، جو اپنا آپ منوائے، جو میری ناجائز باتوں سے اختلاف کرے، غصہ کرے۔'' ثمینہ ان سب کو خاموش دیکھ کر ایک بار پھر کچھ نرم اور کچھ تلخ لہجے میں بولی۔
''بی بی تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہارا شوہر غصہ نہیں کرتا، تمہیں نہیں لگتا تمہاری یہ منطق بہت عجیب ہے؟ جن عورتوں پر مرد ظلم کرتا ہے ان کا حال بھی تو دیکھو۔'' اس کے بولنے پر ساجد کے وکیل نے ثمینہ کی طرف دیکھا۔

''کمزور مرد عورت پر ظلم کر کے اپنی مردانگی دیکھاتا ہے، اس پر غصہ کر کے مار پیٹ سے عورت پر جتاتا ہے کہ وہ حاکم اور مرد ہے۔ جو مرد ظلم کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کمزور ہے، وہ عورت پر اپنی کمزوری پوشیدہ رکھنے کے لیے ظلم کا سہارا لیتا ہے۔'' ثمینہ غصے سے بولی۔

''تو آپ کیوں چاہتی ہیں کہ ساجد صاحب آپ پر ظلم کریں، کیوں چاہتی ہیں کہ یہ کمزور ہوں؟'' ساجد کے وکیل نے اس کو لاجواب کرنا چاہا۔

''عورت کو کمزور مرد نہیں چاہیے، عورت بزدل مرد کا خواب بھی نہیں دیکھتی، عورت کو وہ مرد چاہیے جو اس کو عزت دے، اس پر حکومت کرے، اس سے محبت کرے، وہ گھر کا سربراہ ہو، بادشاہ ہو نہ کہ بھیگی بلی نما ایک کٹھ پتلی۔'' ثمینہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''میں گزارہ کر لیتی جج صاحب کہ یہ قدم آسان نہیں، غصہ نہ آنا یقیناً ان میں قوت برداشت بے انتہا ہے لیکن ہمارے درمیان کرنے کو کوئی بات بھی تو ہوناں؟ جج صاحب ہم ساتھ ہوتے ہیں تو ایک خاموشی کا راج رہتا ہے، آوازیں ہوتیں ہیں تو فقط ہواؤں کی، باہر سے گزرتی گاڑیوں کی، ٹیلی ویژن کی لیکن ان کے پاس کوئی بات نہیں ہوتی کرنے کو، کوئی ایکٹیویٹی نہیں جج صاحب، محض اٹھارہ ماہ اور برسوں کی تھکان، کیا یہ رشتہ ایسا ہوتا ہے؟'' ثمینہ کی بلند آواز نے کمرہ عدالت میں سکتہ طاری کر دیا تھا۔

''یقیناً نہیں۔'' جج صاحب نے جواب دیا۔

''ساجد صاحب آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟'' جج نے برائے راست اس سے پوچھا۔

''کیا کہوں میں؟ ہمارے مزاج ہی نہیں ملتے۔'' ساجد نے اعتراف کیا۔

''بہت سی عورتیں تعویذ گنڈوں جیسے ہتھکنڈے اپنا کر اپنے شوہر کو اپنے بس میں کرتی ہیں اور آپ کو تو ایسی کوئی محنت نہیں کرنا پڑی۔'' ساجد کے وکیل نے اپنی سی ایک اور کوشش کی۔

''تو کیا میں ساری زندگی تعویز کھنڈوں کے سہارے گزار دوں؟ محبت اور عزت تعویذوں سے کمائی جاتی تو ہر عورت تعویذ لکھنا سیکھ لیتی، بہت سی عورتیں ہیں جن کی خواہش ہوتی ہے کہ شوہر ان کا غلام ہو لیکن میں ویسی عورت نہیں ہوں، مجھے تعویذوں کے ذریعے کمائی گئی محبت نہیں چاہیے، مجھے غلام نہیں ایک بادشاہ چاہیے۔'' ثمینہ نے غالباً سوچ لیا تھا کہ وہ اب اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور عورت جو سوچ لے وہ کر کے رہتی ہے۔

''ساجد صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟'' وکیل نے سرد آہ بھر کر ساجد سے پوچھا۔

''میں کیا کہوں؟ مجھے غصہ نہیں آتا، میں ایسا ہی ہوں، اگر یہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو جج صاحب جو بھی فیصلہ کریں مجھے منظور ہے۔'' بالآخر ساجد نے زبان کھولی اور عدالت میں موجود ہر شخص پر سکتہ طاری ہو گیا۔

''آپ بھی سوچ لیں یہ کوئی آسان بات نہیں ہے، اتنی معمولی سی بات پر اتنا بڑا فیصلہ کرنا دانش مندی نہیں ہے۔'' جج صاحب نے سوچنے کا موقع دیا۔

''جج صاحب یہ چھوٹی بات نہیں ہے۔'' ثمینہ تڑپ کر بولی۔

''میری یہ خواہش نہیں ہے جج صاحب کے یہ انسان سو فیصد میری مرضی کے مطابق ہو جائے،

میں یہ قطعاً نہیں چاہتی کیونکہ میں بھی تو ان کی مرضی کے مطابق نہیں لیکن جج صاحب کچھ تو مطابقت ہوناں، آپ بتائیں جج صاحب میں اپنی باتیں کس سے کروں، میں اپنے مسئلے کس سے کہوں؟ اگر میرے ساتھی کے پاس کوئی جواب نہیں، میری باتوں کی کوئی اہمیت نہیں تو مجھے ان کا کیا فائدہ؟'' ثمینہ نے چیخ کر کہا۔

''دیکھیں بی بی مرد ایسے ہی ہوتے ہیں، عورت کی ہر بات کو نہیں سنا جاتا۔'' ساجد کے وکیل نے کہا۔

''نہیں ہونا چاہیے مرد کو ایسا، عورت کو صرف دو وقت کی روٹی اور چار دیواری نہیں چاہیے ہوتی وکیل صاحب۔'' ثمینہ تلخی سے بولی۔

''مجھے صرف چار دیواری اور روٹی کے دو نوالے نہیں چاہیے ایک زندہ انسان بھی چاہیے، میں ایسے بے جان و بے حس انسان کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جج صاحب، میں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔'' جج صاحب ثمینہ کا گھر بسانا چاہتے تھے وہ چاہتے تھے کہ اس کا گھر بنا رہے نہ اجڑے پر وہ طے کر چکی تھی۔

''جج صاحب کوئی عورت نہیں چاہتی کے اس پر طلاق کا دھبہ لگے، کیا یہ میرا حق نہیں کہ میں اپنے لیے کوئی فیصلہ کر سکوں؟'' ثمینہ مسلسل اپنا دفاع کر رہی تھی۔

''کیا اس معاملے کو سلجھانے کو کوئی اور راستہ نہیں ہے؟'' اس کیس میں جج صاحب بھی مکمل طور پر انوالو ہو چکے تھے۔

''دو ہی راستے ہیں جج صاحب۔'' ثمینہ بولی تو سب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے۔

''کون سے دو راستے؟'' ساجد کے وکیل نے پوچھا۔

''ایک تو یہی جو میں نے اپنایا ہے اور دوسرا یہ کہ میں خاموشی سی یہ زندگی گزارنے لگوں، اپنے رستے نکال لوں اور مصروف ہو جاؤں، بچوں کے ہونے کے بعد جب ذمہ داریوں کے انبار لگ جائیں تو یہ احساس بھی نہ رہے گا کہ میری اپنی بھی کوئی ذات یا کوئی خواہش تھیں۔'' ثمینہ نے سب کو دیکھ کر کہا۔

''کیا آپ کا یہ قدم دوسرے کے لیے ایک غلط مثال نہیں قائم کر رہا ہے؟'' وکیل نے ایک اور کوشش کی۔

''یہ فیصلہ ایک عبرت کا نشان بھی تو بن سکتا ہے ناں؟ عورت کا کام صرف کھانا پکانا اور بچے پیدا کرنا نہیں ہوتا وکیل صاحب، اس کی اپنی بھی ایک ذات ہوتی ہے، ایک شخصیت ہوتی ہے اور کسی مرد کے پاس یہ حق نہیں کہ وہ اس کی ذات کو مسل کر شخصیت کو مسخ کر دے، میں ننانوے فیصد عورتوں میں سے نہیں ہوں جو مرد کے بستر کی زینت بن کر اس کے بچے پالنے میں اپنی زندگی گزار دے۔'' ثمینہ نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کیا آپ ساجد صاحب کو موقع نہیں دیں گی؟'' ساجد کے وکیل کے پاس اس کو ڈیفینڈ کرنے کے لیے کوئی پوائنٹ نہ تھے۔ ساجد سر جھکائے کھڑا تھا۔ خاموش ولاتعلق۔

دونوں کے وکیل اب واپس اپنی اپنی نشست پر تشریف رکھ چکے تھے اور جج نے ثمینہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا۔

ساجد نے خلع کے کاغذات پر دستخط کیے اور عدالت سے باہر نکل گیا۔ ثمینہ کی آنکھوں میں افسوس نہیں تشکر نمایاں تھا۔

وہ بھی اب عدالت سے باہر قدم بڑھا رہی تھی۔ عدالت میں موجود ہر شخص پر گویا ایک سکتہ طاری تھا۔ ایک خاموشی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور اسی سکوت کے زیرِ اثر ہر شخص عدالت سے باہر نکل رہا تھا۔

❁......❁......❁

”میں وہ ہوں جو باتوں کی بھوکی تھی، وقت کی بھوکی تھی، میں وہ ہوں جس کو صرف دو نوالے روٹی اور سر چھپانے کو چھت نہ چاہیے تھی، میں وہ ہوں جس کی خواہشیں زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے ہٹ کر تھیں، اگر میں نے اپنے لیے آواز اٹھائی تو کیا غلط کیا؟

اگر مجھے ایک روایتی زندگی نہیں گزارنا تھی تو کیا اس میں میرا قصور تھا؟

آج جب میں اپنے گھر میں تنہا بیٹھی ہوں تو یہ باتیں سوچ رہی ہوں...... ہاں میں غلط تھی، میں نے جذبات میں آ کر غلط فیصلہ لیا تھا۔ میں انتظار کر لیتی، سمجھوتا کر لیتی تو آج میری زندگی مختلف ہوتی۔ انسان کے جذبات میں کیے فیصلے غلط ہوتے ہیں۔ کیا تھا جو ساجد مجھے وقت نہیں دے رہا تھا، میں انتظار کر لیتی، بچے ہو جاتے ان کے ساتھ وقت گزار لیتی، اپنی محبت کی سمت بدل لیتی تو آج میں تنہا نہ ہوتی۔ ثمینہ نے افسردگی سے تکیہ پر سر رکھ دیا تھا۔

biazdill@naeyufaq.com

میمونہ رومان

کوثر خالد...... جڑانوالہ

جنہیں ہم بے وفا کہتے ہیں وہ مجبور ہوتے ہیں
لکھی تقدیر کے ہاتھوں وہ ہم سے دور ہوتے ہیں

یاسمین نلز علی...... قصور

کچھ ایسے قہر سے بدنامیوں کی لہر چلی
کہ پھر کبھی تیرا ملنا نہ ہوسکا ممکن

ارم صابرہ...... تلہ گنگ

میرے بغیر غلط پڑھے جاؤ گے
تم سے رشتہ میرا زیر و زبر کا ہے

شہزادی فرخندہ...... خانیوال

لوگ اس شہر میں کیا جانیں ہوں کیسے کیسے
میرا لہجہ، میرا اخلاص کا جادو لے جا

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

کتنے ہی سخت مقام آئے مگر جان فراز
نہ تیرا درد ہی ٹھہرا نہ میرا دل ٹھہرا

خالدہ ملک...... ڈسکہ

اسے یہ کیسے کہوں؟ ہچکیاں بھی لیں میں نے
ابھی تو رونے کا اس کو یقین دلانا ہے

جوریہ سعدیہ چوھلن...... وھاڑی

میرے گوشوارے میں کون بھرتا گیا ہوا
اے میری طلب مجھے ہر گھڑی کا حساب دے

فائزہ شاہ...... پتوکی

کچھ تو وہ بھیگتی ہے بارش میں
کچھ ہوا بھی اسے سنوارتی ہے

ام ھانی شاھد...... ڈگری

میرے جینے کا طریقہ زمانے سے الگ ہے
میں اشاروں پر نہیں ضد پر جیتا ہوں

شہدا قریشی...... بھلوالنگر

آؤ مل کر مانگیں دعائیں ہم عید کے دن
باقی نہ رہے کوئی بھی غم عید کے دن
ہر آنگن میں خوشیو بھرا سورج اترے
اور ہمکنار رہے ہر آنگن عید کے دن

ہالہ سلیم...... کراچی

سب ہوتا ہے تیرے بغیر
فقط گزارہ نہیں ہوتا

ام عمارہ...... چیچہ وطنی

موج کوثر کی قسم ہم تھے محبت کے ولی
خاک کے ڈھیر پر نہ جھکتے تو سمندر ہوتے
آنکھ نے خواب کے لالچ میں خیانت کرلی
ورنہ ہم بھی جاگتی راتوں کے سکندر ہوتے

ثانیہ گل...... اوگی

زنجیر جنوں کچھ اور چھلک ہم رقص تمنا دیکھیں گے
دنیا کا تماشہ دیکھ چکے اب اپنا تماشہ دیکھیں گے

طوبیٰ سلمان...... ملتان

وجہ تسکین بھی ہے خیال اس کا
حد سے بڑھ جائے تو گراں بھی ہے
زندگی جس کے دم سے ہے ناصر
یاد اس کی عذاب جاں بھی ہے

ھاجرہ سلمان اختر...... ٹنڈو الہ یار

خلوص کی بارشوں ذرا زور سے برسو
نفرتوں کے آئنوں پر بڑی دھول جمی ہے

رابعہ شیخ...... کراچی

تم مجھ میں اترو لہو کی طرح
میری روح کے رقیب ہو جاؤ

تم جو چھولو درد گھٹ جائے
آؤ میرے طبیب ہو جاؤ

ارم کمال...... فیصل آباد

کیا حسن اتفاق ہے ان کی گلی میں ہم
اک کام سے گئے تھے کہ ہر کام سے گئے

ثنا فاروق...... ڈسکہ

رہزنوں سے تو بھاگ نکلا تھا
اب مجھے رہبروں نے گھیرا ہے

نازیہ بتول...... ٹونگہ بونگہ

اس کی آنکھوں تک آ کے سوچتا ہوں
میں جدائی کی راہ پر تو نہیں
زندگی بھر جو میری روح کو مہکاتے رہے
بعد مرنے کے میری قبر پر لائے پتھر
اب تو بس یہ ہی دعا ہے کہ تیرے جیون میں
پھول ہی پھول کھلیں ایک نہ آئے پتھر

نجم انجم اعوان...... کراچی

اس طرز تغافل پہ کوئی جان نہ دے دے
دل مس بھی اترتے ہیں خبر بھی نہیں ہوتی

گلشن چوہدری...... گجرات

اگر دیتا خدا کچھ اختیارات مجھے
میں اپنے ہاتھ سے اپنا مقدر لکھتی

وقاص عمر...... بنگڑنو حافظ آباد

کوئی دن بھی اب ایسا گزرتا نہیں ہے
خبر کسی کے مرنے کی میں سنتا نہیں
اعصاب پر طاری اس قدر کورونا ہے
زندگی کے کسی کام میں دل لگتا نہیں

نادیہ جعفری...... قصور

ضد بھی چھوٹے بچے جیسی
دل ابھی نم آنکھوں سے سویا ہے

دانیہ آفرین...... حیدر آباد

درد کا اب کبھی مداوا نہیں ہوگا
کرلیا عشق تو کفارہ نہیں ہوگا

افشاں سراج...... گجرات

موت کی خاموشی چھا گئی میرے در و دیوار میں
اس کو چیرنے کا فن نہیں ہے اب کسی باکمال میں

وجیہ سہیل...... کراچی

میں کیوں مانگوں لوگوں سے محبت و وفا
میرے پاس بن مانگی خدا کی محبت ہے

عائشہ خان...... ڈسکہ

ہم نے نہ جانا زندگی کیا ہے
پر زندگی نے سکھا دیا ہم کیا ہیں

ماہ جبین خان...... بہاولپور

خواہشیں تو مردوں کی دفن ہوتی ہیں
کہیں میں جیتے جی مر تو نہیں گئی

قرۃ العین پارس...... کراچی

لفظوں کی جوت میں ہے طاقت، بہت چمکا دو مجھے
کچھ پھول میری نذر کردو مہکا دو مجھے
سایہ ہوں بھٹکتا ہوا تنہا تاریک راتوں میں
اپنی بانہوں کی چاندنی میں پناہ دو مجھے

طیبہ حنیف بٹ...... سمندری

اپنے عکس کو چھونے کی خواہش میں پرندہ ڈوب گیا
پھر کبھی لوٹ کر آئی نہیں دریا پر گھڑی دعاؤں کی
ڈار سے بچھڑا ہوا کبوتر شاخ سے ٹوٹا ہوا گلاب
آدھا دھوپ کا سرمایہ ہے آدھی دولت چھاؤں کی

عائشہ سلیم...... کراچی

زندگی عجیب کشمکش میں گزری ہے
کہیں بے چینی اور کہیں بے قدری ہے

سمیرا بتول...... کراچی

منزل کا سفر مجھے بے ذرہ و بے نشان رکھتا ہے
کچھ کھویا ہوا احساس مجھے بے دستِ پار رکھتا ہے
زندگی کا حاصل جو بھی تھا ساتھ تمہارا
مگر اب وہ بھی مجھے بے امید و بہار رکھتا ہے

ملورا حسین...... کراچی

ہمیشہ حلقہ نا مہربان میں رہتے ہیں
جو حق پہ ہوتے ہیں وہ امتحان میں رہتے ہیں
حسد کی آگ سے کس کس کا گھر جلاؤ گے
کہ اہل عشق تو سارے جہان میں رہتے ہیں

کرن شہزادی...... مانسہرہ

میں موم تھا فقط ایک آنچ سے پگھل جاتا
تیرا سلوک مجھے پتھروں میں ڈھال گیا

حنا اشرف...... کوٹ ادو

میں ڈوب کر جو ابھری تو بس اتنا ہی دیکھا
اوروں کی طرح وہ بھی ساحل پہ کھڑا تھا

لالہ رخ کھوکھر...... بھکر

دل میں ہوتا تو کسی طور نکل بھی جاتا
اب تو وہ شخص بہت دور تلک ہے مجھ میں

این چشتی...... کمالیہ

عشق غلام چاہتا ہے
ہم ازل سے نواب زادے ہیں

شانزہ پرویز شانو...... ایبٹ آباد

وہ جو سمجھتے تھے تماشا ہوگا
میں نے چپ رہ کے پلٹ دی بازی

حنا عظیم...... واہ کینٹ

سوکھے ہونٹوں سے ہی ہوتی ہے پیار کی باتیں
پیاس بجھ جائے تو لہجے بدل جاتے ہیں

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد

دل کی صدا یہی کہ وہ دور ہو یا قریب رہے
میں اس کے دل میں رہوں وہ میرے دل کے قریب رہے
بستر مرگ پر رہوں پڑے، یا ہلکا بخار ہی ہو
تمنا دل کی بس یہی کہ وہ ہی اک طبیب رہے

جویریہ وسمی...... ٹونگہ بونگہ

میں چاہتا نہ تھا جواب دینا اسے
ورنہ جواب میرے پاس اس کے ہر سوال کا تھا
اس کی جیت سے ہوئی خوشی مجھ کو
یہی جواز میرے پاس اپنی ہار کا تھا

عالیہ زاہد...... چکوال

طب کے ہزار نسخے ہم نے آزما ڈالے
وہ آئے مسکرائے اور شفا ہوگئی

ثنیہ مہدی...... کراچی

مجھ کو ڈھونڈ لیتا ہے نت نئے بہانے سے
درد ہو گیا واقف میرے ہر ٹھکانے سے

عزیز فاطمہ...... جڑانوالہ

تاریخ ہزاروں سالوں میں بس اتنی سی بدلی ہے
تب دور تھا پتھر کا اب لوگ ہیں پتھر کے

لیلیٰ رب نواز...... چیچہ وطنی

سورج کو جاگنے میں ذرا دیر کیا ہوئی
چڑیوں نے آسمان کو سر پر اٹھا لیا

ثوبیہ بلال...... لاہور

برسوں وہ مجھ سے دور مجھ سے خفا رہا
لیکن میرے وجود کی دیمک بنا رہا
وہ شخص اجنبی تو نہیں دوست بھی نہیں
کل جب ملا تو دیر تک دیکھتا رہا

طلعت آغاز

پیازی چاپس

اجزاء:۔

بکرے کی چانپیں	آدھا کلو
تیل	آدھا کپ
گرم مصالحہ (ثابت)	ایک کھانے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سفید زیرہ (بھنا اور پسا ہوا)	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پیاز	آدھا کلو
آلو	دو سو پچاس گرام
ٹماٹر	دو سو پچاس گرام
ہری مرچ	چار عدد
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی

ترکیب:۔

تیل گرم کرکے اس میں ثابت گرم مصالحہ کو بکرے کی چانپوں کے ساتھ ڈال کر پانچ منٹ کے لیے فرائی کرلیں۔ اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، پسی لال مرچ، نمک، سفید زیرہ اور ایک چوتھائی کپ پانی شامل کرکے اچھی طرح فرائی کرلیں پھر اس میں ایک کپ پانی ڈال کر ڈھک کر پکائیں، یہاں تک کہ چانپیں تقریباً گل جائیں۔ اب اس میں پیاز، آلو اور ٹماٹر شامل کرکے ہلکی آنچ پر رکھیں، یہاں تک کہ سبزیاں گل جائیں۔ آخر میں ہرا دھنیا اور ہری مرچ چھڑک کر روٹی کے ساتھ سرو کریں۔

مدیحہ نورین...... شجاع آباد

بکرے کے پائے

اجزاء:۔

پائے	چار عدد
ہرا دھنیا	ایک گٹھی باریک کٹا ہوا
دہی	ایک پیالی
چھوٹی پیاز	دو عدد
لیموں کا رس	تین چائے کے چمچ
ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی)	چار عدد
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت
ادرک (کٹی ہوئی)	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

پائے دھونے کے لیے

آٹا یا آٹے کی بھوسی	آدھی پیالی

پائے گلانے کے لیے

ثابت لہسن	دو عدد
پانی	چار سے پانچ گلاس
سونف	ایک چائے کا چمچ
ثابت دھنیا	ایک کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

بکرے کے پائے دھوئے بغیر ان پر آٹا یا آٹے کی بھوسی لگا کر آدھے گھنٹے کے لیے چھلنی میں رکھیں پھر گرم پانی سے دھولیں۔ اب دھلے ہوئے پائے ایک دیگچی میں چار سے پانچ گلاس پانی، سونف، ثابت

دھنیا، ثابت لہسن اور نمک کے ساتھ پکنے دیں۔ جب وہ گل جائیں تو بڑی ہڈیاں نکالیں اور یخنی چھان لیں۔ ایک دیگچی میں تیل گرم کر کے اس میں چھوٹی پیاز گولڈن براؤن کر کے نکالیں اور ٹشو پر پھیلا دیں تا کہ وہ خستہ ہو جائے پھر خستہ پیاز کو ہاتھ سے چُل کر دہی میں ملائیں ساتھ ہی ہلدی، ادرک لہسن کا پیسٹ، دھنیا پھنا اور پسا زیرہ اور پسی لال مرچ شامل کر کے واپس دیگچی میں ڈالیں اور ہلکا سا بھون کر پائے ڈال دیں۔ اب انھیں پانچ سے آٹھ منٹ بھون کر چھانی ہوئی یخنی اور پھر پسا گرم مصالحہ شامل کر کے ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب چکنائی اوپر آ جائے تو دوبارہ گرم مصالحہ، لیموں کا رس، باریک کٹی ہری مرچ، باریک کٹا ہرا دھنیا اور ادرک ڈال کر دم پر رکھیں۔ آخر میں گرم گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

ارم صابرہ......تلہ گنگ

چنا پلاؤ

اجزاء:۔

چاول	سات سو پچاس گرام
پیاز	ایک کپ
ابلے چنے	تین کپ
دہی	ایک چوتھائی کپ
تیل	تین چوتھائی کپ
نمک	حسب ذوق
زیرہ	ایک چائے کا چمچ
شاہ زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
[illegible]	آدھا چائے کا چمچ
دار چینی	دو سے تین اسٹکس
ثابت ہری مرچ	آٹھ سے دس
ٹماٹر	تین سے چار
کالی مرچ	چھ سے آٹھ
لونگ	چھ سے آٹھ
ہری الائچی	چار سے پانچ
تیز پتہ	ایک عدد
چکن کیوبز	دو عدد
سلاد	سرونگ کے لئے
رائتہ	سرونگ کے لئے

ترکیب:۔

ایک پین میں تیل کو گرم کر کے پیاز کو براؤن کر لیں ساتھ ہی گرم مصالحہ اور زیرہ ڈال دیں۔ اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، کٹے ٹماٹر، ثابت ہری مرچ اور پھینٹا ہوا دہی شامل کر کے ڈھک کر اتنا پکائیں کہ تیل علیحدہ ہو جائے۔ پہلے سے ابلے چنے شامل کر کے مزید چھ سے آٹھ منٹ پکائیں پھر اس میں نمک اور چکن کیوبز ڈالیں۔ آخر میں بھیگے ہوئے چاول شامل کر کے تھوڑا سا پانی ڈال کر پکائیں۔ جب پانی خشک ہونے لگے تو پین کو توے کے اوپر رکھیں اور دم پر چھوڑ دیں۔ تیار ہونے پر رائتہ اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

وانیہ الطاف......کراچی

اسپیشل مصالحہ فرائیڈ رائس

اجزاء:۔

تیل	آدھا کپ
چکن	ایک کپ
گاجر	آدھا کپ
ہری پیاز	آدھا کپ
چاول	آدھا کلو
چلی ساس	ایک چوتھائی کپ
سویا ساس	ایک چوتھائی کپ
نمک	حسب ذوق

دھنیا، ثابت لہسن اور نمک کے ساتھ پکنے دیں۔ جب وہ گل جائیں تو بڑی ہڈیاں نکالیں اور یخنی چھان لیں۔ ایک دیگچی میں تیل گرم کرکے اس میں چھوٹی پیاز گولڈن براؤن کرکے نکالیں اور ٹشو پر پھیلا دیں تا کہ وہ خستہ ہوجائے پھر خستہ پیاز کو ہاتھ سے کچل کر دہی میں ملائیں ساتھ ہی ہلدی، ادرک لہسن کا پیسٹ، دھنیا بھنا اور پسا زیرہ اور پسی لال مرچ شامل کرکے واپس دیگچی میں ڈالیں اور ہلکا سا بھون کر پائے ڈال دیں۔ اب انھیں پانچ سے آٹھ منٹ بھون کر چھانی ہوئی یخنی اور پھر پسا گرم مصالحہ شامل کرکے ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب چکنائی اوپر آجائے تو دوبارہ گرم مصالحہ، لیموں کا رس، باریک کٹی ہری مرچ، باریک کٹا ہرا دھنیا اور ادرک ڈال کر دم پر رکھیں۔ آخر میں گرم گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

ارم صابرہ...... تلہ گنگ

چنا پلاؤ

اجزاء:۔

چاول	سات سو پچاس گرام
پیاز	ایک کپ
ابلے چنے	تین کپ
دہی	ایک چوتھائی کپ
تیل	تین چوتھائی کپ
نمک	حسب ذوق
زیرہ	ایک چائے کا چمچ
شاہ زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
بڑی الائچی دانہ	آدھا چائے کا چمچ
دار چینی	دو سے تین اسٹکس
ثابت ہری مرچ	آٹھ سے دس
ٹماٹر	تین سے چار
کالی مرچ	چھ سے آٹھ
لونگ	چھ سے آٹھ
ہری الائچی	چار سے پانچ
تیز پتہ	ایک عدد
چکن کیوبز	دو عدد
سلاد	سرونگ کے لئے
رائتہ	سرونگ کے لئے

ترکیب:۔

ایک پین میں تیل کو گرم کرکے پیاز کو براؤن کرلیں ساتھ ہی گرم مصالحہ اور زیرہ ڈال دیں۔ اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، کٹے ٹماٹر، ثابت ہری مرچ اور پھینٹا ہوا دہی شامل کرکے ڈھک کر اتنا پکائیں کہ تیل علیحدہ ہوجائے۔ پہلے سے ابلے چنے شامل کرکے مزید چھ سے آٹھ منٹ پکائیں پھر اس میں نمک اور چکن کیوبز ڈالیں۔ آخر میں بھیگے ہوئے چاول شامل کرکے تھوڑا سا پانی ڈال کر پکائیں۔ جب پانی خشک ہونے لگے تو پین کو توے کے اوپر رکھیں اور دم پر چھوڑ دیں۔ تیار ہونے پر رائتہ اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

وانیہ الطاف...... کراچی

اسپیشل مصالحہ فرائیڈ رائس

اجزاء۔

تیل	آدھا کپ
چکن	ایک کپ
گاجر	آدھا کپ
ہری پیاز	آدھا کپ
چاول	آدھا کلو
چلی ساس	ایک چوتھائی کپ
سویا ساس	ایک چوتھائی کپ
نمک	حسب ذوق

سفید مرچ	ایک چائے کا چمچ
چکن پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
انڈے	تین سے چار عدد

ترکیب:۔

چاولوں کو آدھے گھنٹے کے لیے پانی میں بھگوئیں پھر اس کو ابال کر رکھ لیں۔ ایک پین میں تیل گرم کریں اور انڈوں کو پھینٹ کر اس میں ڈالیں۔ ایک الگ پین میں ابلے چاول، کٹی گاجر، ہری پیاز اور ساتھ میں نمک، کٹی مرچ، چکن پاؤڈر اور سویا ساس اچھی طرح ڈال کر پکائیں۔ اب اس میں پکے ہوئے انڈے اور چکن شامل کر کے اچھی طرح مکس کر لیں۔ آخر میں چمچ کی مدد سے خوب ملائیں اور گرم گرم سرو کریں۔

ہالہ سلیم......کراچی

ہرا مصالحہ مسور پلاؤ

اجزاء:۔

چاول	ایک کلو
دال مسور	آدھا کلو
پسا گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک، لہسن پیسٹ	۲ چائے کے چمچ
ہلدی	چوتھائی چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر	دو کھانے کے چمچ
دھنیا پاؤڈر	ایک سے ڈیڑھ کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ذوق
ہری مرچ	چار پانچ عدد
ٹماٹر	تین عدد
پیاز	دو عدد
کڑی پتہ	دو اسٹکس
پیلا رنگ	دو چٹکی
ہرا دھنیا	ایک گٹھی
پودینہ	ایک گٹھی

ترکیب:۔

ایک پین میں تیل گرم کر لیں پھر اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، پانی اور ٹماٹر ڈال کر پکائیں۔ ساتھ ہی کڑی پتہ ڈال کر بھون لیں۔ اب اس میں ابلے آلو، ہلدی، دھنیا پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر، زیرہ، نمک اور پانی ڈال دیں پھر اس کے بعد ابلی مسور کی دال اور پانی ڈالیں۔ ساتھ ہی ہری مرچیں، پسا گرم مصالحہ، براؤن کی ہوئی پیاز، ہرا دھنیا، پودینہ، ہری چٹنی اور ابلے چاول شامل کر کے ڈھک دیں۔ ایک پیالی میں پیلا رنگ گھول کر اوپر سے ڈالیں۔ آخر میں تیل ڈال کر دم پر چھوڑ دیں۔ تیار ہونے پر سرونگ ڈش میں نکال کر سرو کریں۔

حرا عبدالستار......بھورے والا

اسموک بوٹی

اجزاء:۔

مٹن بون لیس	آدھا کلو
لہسن ادرک	ایک کھانے کا چمچ
پپیتا	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ہری مرچ کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
دہی	آدھا کپ
تیل	آدھا کپ
پیاز	دو چھوٹی
دار چینی	ایک ٹکڑا
پسی لونگ	دو عدد
پسی چھوٹی الائچی	دو عدد
پسی بڑی الائچی	دو عدد

ہری مرچ	چار عدد
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
ادرک	دو کھانے کے چمچ
کوئلہ	ایک ٹکڑا

ترکیب:
مٹن میں لہسن، ادرک، پپیتا، نمک، لال مرچ، ہری مرچ اور دہی لگا کر چھوڑ دیں۔ تیل گرم کر کے پیاز فرائی کر لیں پھر اس میں زیرہ، دار چینی پاؤڈر، پسی لونگ، چھوٹی الائچی پاؤڈر اور بڑی الائچی پاؤڈر ڈال کر فرائی کریں۔ اب مٹن کی مصالحہ لگی بوٹیاں شامل کر کے پکائیں۔ جب بوٹیاں گل جائیں تو کوئلے کا دھواں دیں۔ آخر میں ہری مرچ، ہرا دھنیا اور ادرک ڈالیں۔

شہزادی فرخندہ......خانیوال

مصالحے دار چاول

اجزا:۔

آئل	دو کھانے کے چمچ
الائچی	چھ عدد (تین کو کھول لیں)
ثابت دھنیا	آدھا چائے کا چمچ (ہلکا سا کوٹ لیں)
لہسن	ایک جوا (کتر لیں)
چاول (بچے ہوئے)	ایک کپ
چکن یا مٹن کی یخنی	ساڑھے چھ کپ
دہی	چار کھانے کے چمچ
دالیں (بچی ہوئی)	آدھا کپ
مونگ پھلی (فرائی کی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
سیاہ مرچ پسی ہوئی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
ہرا دھنیا	گارنش کے لیے

ترکیب:۔
ایک ساس پین میں تیل گرم کریں۔ اس میں گرم مصالحے اور لہسن ڈال کر ایک منٹ کے لیے فرائی کریں۔ اس تیل میں یخنی کے ساتھ دالیں ڈالیں۔ ذرا سا چمچ چلاتے ہوئے پکائیں اور پھر چاول شامل کریں۔ پانچ سے دس منٹ پکائیں پھر دہی شامل کر کے احتیاط سے چمچ سے مکس کر دیں۔ مونگ پھلی بھی ڈال دیں اور دو منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ ہرا دھنیا سے گارنش کریں۔

طلعت نظامی......کراچی

رس ملائی

اشیاء:

رس ملائی	ایک پیکٹ
دودھ	ایک لیٹر
چینی	ایک پیالی
انڈہ	ایک عدد
آئل	تین چار چمچ

ترکیب:
رس ملائی میں انڈہ اور آئل ڈال کر گوندھ لیں، اس کی چھوٹی چھوٹی گولیاں بنالیں۔ دودھ ڈال کر اس میں چینی ڈال کر ابالیں۔ جب ایک ابال آ جائے تو اس میں گولیاں ڈال دیں۔ جب گولیاں پھولنے لگ جائیں تو انہیں احتیاط سے پلٹیں کچھ دیر بعد چولہے سے اتار کر ڈش میں ڈالیں اور اوپر بادام پستہ ڈال کر گارنش کر لیں اور مزے سے کھائیں۔

انعم بتول......لاہور

biazdill@naeyufaq.com

ایمان وقار

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

میرے لب پر نبی ﷺ کا جو نام آ گیا
خوش نصیبوں میں میرا مقام آ گیا
ٹوٹے پھوٹے تھے میرے ہنر، حوصلے
ذکر صلی علی میرے کام آ گیا
زندگی ایک ٹوٹی ہوئی ناؤ تھی
پھر میسر اسے احترام آ گیا
اک نظر میرے آقا ﷺ کی کیا ہوگئی
میرا اوج ثریا پہ نام آ گیا
مصطفی ﷺ کا کرم گل پہ ایسا ہوا
رنج کا لمحہ اختتام آ گیا

(سباس گل......رحیم یار خان)

جنت کی حور

سنوں جاناں!
یہ نظریں جھکا کر جو
تم شرمائیں
یا زلف لہرا کر
جو مسکرائیں
ایسا لگا جیسے
جنت کی حور
زمین پر اتر آئی

(سیدہ تبسم بشیر حسین......ڈنگہ)

عداوت نہ کرنا

لیا ہے اگر دل خیانت نہ کرنا
رہو گے اسی میں بغاوت نہ کرنا
بھروسہ ہے تم پر وفا دار میرے
میرے پیار میں تم ملاوٹ نہ کرنا
زمانہ کہے لاکھ مجھ سے بچھڑنا
مجھے بھولنے کی جسارت نہ کرنا
اگر ہوسکے تو میرے پاس آنا
مگر جانے کی تم حماقت نہ کرنا
رکھوں قید تم کو ہمیشہ اپنے دل میں
کبھی تم مجھ سے شکایت نہ کرنا
انجم کی دعا ہے سلامت رہو تم
کسی سے کبھی تم عداوت نہ کرنا

(انجم انجم اعوان......کراچی)

آنگن

مجھے شام کے منظر کی
اداسی نہیں بھاتی
کیوں اشکوں سے کوئی شام
خالی نہیں جاتی
ممکن نہیں لوٹنا تیرا
پھر بھی نجانے کیوں
تیرے انتظار سے کوئی
شام خالی نہیں جاتی
سجائی ہوں یادوں سے
سرِ شام میں آنگن
محبوب یاد تجھے میری
چوکھٹ نہیں آتی!

(مدیحہ نورین مہک......گجرات)

میں نہ جانوں

جس کی خاطر میں یہ محبتیں سمیٹ رہی ہوں
وہ کون ہوگا، کیسا ہوگا میں نہ جانوں
میری محبت اس کی خاطر صدا رہے گی
کیا وہ بھی میرے لیے جیئے گا میں نہ جانوں
میرا جنون ہے، میرا یقین ہے تلاش اس کی
کیا میں بھی اس کی تلاش میں ہوں نہ جانوں
میں دے رہی ہوں خاموش صدائیں جس کو
کیا میں بھی اس کی پکار میں ہوں میں نہ جانوں
ہے مجھ کو رب پہ یقین پختہ کہ کوئی میرے لیے ہے
کیا میں بھی اس کے گمان میں ہوں میں نہ جانوں
ہے رب سے پھر امید وفاء کی خاطر
کوئی تو ہو جو مجھے چنے گا نباہ کی خاطر
وہ جس کے دل میں میری محبت جگہ کرے گی
وہ جو میرا اعتبار ہوگا صدا کی خاطر
ہے نہ اداسی کا کوئی سایہ نہ ملال دل میں
میرے خدا نے مٹا دیا ہر خیال دل سے
اب بے وجہ اور بلا ضرورت مسکرا رہی ہوں
کوئی ملے تو یہ سوچتا ہے میں گا رہی ہوں
میرے تبسم پہ ہے میرا جہان سارا
یہ دل جو ٹوٹا تو کسی کو نہیں پکارا
نہ ہی دلاسوں کی طلب تھی، نہ غم تھا پیارا
کہ میرے مقدر میں نہ آیا کوئی خسارا
ہے انعم پہ رب کی عنایتوں کا نزول ایسا
کہ ہے میرے دل میں سکون کیسا

(انعم زہرہ......ملتان)

حسن سے مات ہوئی

آنکھوں سے برسات ہوئی
دن گزرا رات ہوئی
نصیب کا لکھا پڑھتے ہیں
قسمت کس کے ساتھ ہوئی
مقابل جو ٹھہرا آ کے
حسن سے اسے مات ہوئی
نصیب پر اپنے رشک آیا
ان سے جب بات ہوئی
اک دوست تمہارا تھا انصر
کیوں بھول گئے کیا بات ہوئی

(نعیم انصر ہاشمی......جھنگ)

قیمتی سرمایہ

یادیں ہوتی
زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں
اسی لیے تو
یادیں اس کی اب
رہ گئی ہیں
میری زندگی کا
بن کر قیمتی سرمایہ

(چوہدری قمر جہاں......علی پور ملتان)

چڑیوں کی چھکار

کس نے چاہا ہے اور کون طلب گار ہے
زندگی گویا ریت کی دیوار ہے
خزاں رسیدہ راستے پر آبلہ پاء ہے کوئی
خوابوں کا گلستان جیسے اک خار ہے
کٹ کے جیسے دنیا سے رہتا ہے جنگل میں کوئی
یہ دل تو گویا رہنے لگا آدم بے زار ہے
یقین کرلو کہ ہے کوئی جو تجھے چاہتا رہے گا
تیرے آنے سے تو رہتی اس کے آنگن میں بہار ہے
لگ رہے ہیں کتنے حسیں شام کے یہ دھند لکے
صبح کے اجالے میں بھلی چڑیوں کی چہکار ہے

(نائلہ ذیشان بٹ......نارووال)

ہجر

کبھی وہ مجھ سے کہتی تھی

تم ہنس دو تو میری دنیا مسکرا اٹھے
تمہارے ہونے سے ہی میری سانسوں میں
روانی ہے
تم اگر روٹھ جاؤ تو دنیا کی ہر خوشی روٹھ جاتی ہے
دھڑکن رک سی جاتی ہے
ہر سو وحشت راج کرتی ہے
مگر جب اس نے "جدائی" کا زخم
میری رگوں میں خود اتار کر
مجھے "ہجر" کے قبرستان میں دفن کیا تو
احساس ہوا
اس کی سانسیں...... دھڑکن......
اس کی دنیا...... اس کی زندگی......
وہ سب باتیں تھیں محض باتیں......
(شگفتہ خان...... بھلوال)

تم بن

سنو!
پلٹ کر دیکھو تو
رکو!
لوٹ کر آؤ تو
دیکھو!
تم بن کیا ہوں میں!
(اقرا جٹ...... محسن آباد)

تتلی

میں نے دیکھا اک تتلی کو
رنگ برنگی سبز، نیلی، پیلی کو
پھولوں کی دیوانی کو
ڈال ڈال منڈلاتی تھی
جھومتی بہار کے گیت گاتی تھی
ہوا میں اونچی اڑان اڑتی تھی
پھر وقت کی ہوا چلی
ہر چیز دھندلا گئی
سرما آیا، گرما آیا، بہار آئی، خزاں آئی
پھر وقت ایسے ہی گزر گیا
سرما کی اک صبح میں
میرا گزر ہوا اک باغ سے
دھوپ کی گرماہٹ سے
ہر جاندار جھوم رہا تھا
مسکا رہا تھا، گا رہا تھا
رب کی رحمت سے فیض یاب ہو رہا تھا
اسی باغ میں، میں نے رک تتلی کو دیکھا
عجیب بے رنگ سی
خوشیوں سے روٹھی ہوئی
عجیب ٹوٹی پھوٹی ہوئی
دیکھ کر اس کو پوچھا میں نے
اے پیاری تتلی!
تیرے رنگ روپ کو کیا ہوا
دیکھ کر وہ مجھ کو عجیب ہنسی ہنسی
اور کہنے لگی تیرا گزر ہوا دیر بعد
تو پوچھ رہی ہے میری حالت بڑی دیر بعد
میں وہ ہی سبز، نیلی، پیلی سی تتلی ہوں
میں بہاراں کے گیت گاتی
اونچی اڑان اڑتی دیوانی سی
اک دن جھومتی لہراتی، گاتی
اک پھول پر بیٹھ گئی
جو میرے رنگ روپ کو نگل گیا
میرا سب کچھ چھین لیا
میں آج بھی اس پھول پر ہوں بیٹھی
ہر آتا جاتا مجھ سے پوچھے تیرے رنگ روپ کو کیا ہوا
اور میں اداس سی ہنسی ہنس کر کہتی ہوں
بھنورے کی محبت کے بہلاوے میں ہوس اور حرص

نے مجھ کو لے لیا
مجھ سے سب کچھ چھین لیا
میرا سب کچھ لوٹ لیا
مجھ کو بے رنگ کر دیا
(نیناں خان......لاہور)

عمر دراز

میں نے چاہا کہ ایسا تحفہ تیری نذر کروں
جسے عمر بھر تو یاد رکھے
پھر ایک لمحہ کی سوچ نے
میرے ہاتھ بلند کیے
کچھ لفظوں کے پھول دعاؤں کے پنچھی
دل کی گہرائیوں سے آزاد کیے
کہ آنے والے موسموں میں غم کی گھٹائیں کبھی
تیرے پاس نہ آئیں
تیری آنکھوں کے دیئے سدا چمکیں
تیرا دامن ہمیشہ مسرتوں سے ہمکنار رہے
کبھی جو تو زندگی کی کڑی دھوپ میں ڈھلتی عمر کی
شام میں
پلٹ کر دیکھے تو بہت سی خوش رنگ یادیں
بیتے لمحوں کی چاندنی تیرے دل کو بہلائے
تو گزرتے لمحوں سے پیار کرے اور خدائے لم
یزل تیری
عمر دراز کرے......آمین
(لاریب انشال کھرل......اوکاڑہ)

غیبی امداد

لفظوں کی جائیداد لیے پھرتے ہیں
ہم غیبی امداد لیے پھرتے ہیں
غم جتنے بھی آئے گھاس نہیں ڈالی
دل اپنا ہم شاد لیے پھرتے ہیں
جسم تو نوکر ہے سب کا روح نہ ہوگی
روح اپنی آزاد لیے پھرتے ہیں
ان کی خاطر لاکھ دعائیں مانگیں گے
دل کو جو برباد لیے پھرتے ہیں
فقیری کے ملبوس میں روئی کی خاطر
ہائے بچے ناشاد لیے پھرتے ہیں
اس دہقان کے سو سو صدقے جائیں ہم
جو فصلیں کماد لیے پھرتے ہیں
امیر ہو درد مند غریب غیرت مند
سودا پھر سب سواد لیے پھرتے ہیں
(کوثر خالد سودا......جڑانوالہ)

میرے نام

تیری آنکھوں کا جو کاجل ہے
وہ کاجل کر دے میرے نام
تیری زلفوں کا جو بادل ہے
وہ بادل کردے میرے نام
تجھ پر نچھاور جان ہے میری
دل ہے میرا تجھ پہ فدا
تیرے سینے میں جو دل ہے
وہ دل کردے میرے نام
کیا خوب حسن ہے چہرے کا
اس پہ آنچل اف اللہ
چہرے پہ جو آنچل ہے
وہ آنچل کردے میرے نام
(صبا ہاشمی......ٹیکسلا)

لکھنے دو

مجھے کچھ خواب لکھنے دو
گلاب رت کے عذاب لکھنے دو
کیسے گزرا یہ سال جدائی میں
ڈائری میں سارے حساب لکھنے دو
بھلا کر سب نفرتوں کو دل سے

فقط محبتوں کے باب لکھنے دو
سالِ نو کی پہلی شام میرے لیے
آپ لائے کتنے گلاب لکھنے دو
مجھے لکھنے دو قصہ درد دل
اور جھیلے کیا کیا عذاب لکھنے دو
(سعدیہ قریشی...... ملٹن انگلینڈ)

دیے وفا کے

غم کی بستی میں
دل کی نگری میں
چند پھول محبت
کے اگا کر دیکھو
اس اندھیرے میں
دیے وفا کے جلا کر دیکھو
یہ پل دو پل کی بات ہے
پھر فقط رہ جانی ہماری بات ہے
(شفقت شاہین...... کھوکھر بالا)

خزاں

نئے پتوں سے مجھے کیا لینا دینا
میں تو ٹوٹ چکا ہوں
اب ہوا کے دوش پہ رہوں گا
نہ جانے کس دوش پہ رہوں گا
کسی کے پاؤں کے نیچے آؤں
یا ہوا کے ساتھ ہوا ہو جاؤں
اب کے بہار آئی تو ہوگی بے اثر
کہ میں تو ہوں خزاں کے زیر اثر
(ثناء عنبرین عنبر...... شہر سرگودھا)

نہیں ہوتا

جس شخص کے اطوار میں کردار نہیں ہوتا
وقت دکھاتا ہے اس کا اعتبار نہیں ہوتا
کیا کہوں! ملی ہے نصیحت ہمیشہ
وقتی ابال سا ہے وہ انسان وفا شعار نہیں ہوتا
زندگی کا ہر دور گل و گلزار نہیں ہوتا
یونہی کوئی انسان تجربہ کار نہیں ہوتا
رسم دنیا ہے وقت ہی بتلاتا ہے
کوئی تجربہ کبھی بیکار نہیں ہوتا
محبت کی منزلوں کا اعتبار نہیں ہوتا
اس راستے پہ کیا چلنا جس کا اختیار نہیں ہوتا
اور میں اس شخص کو مان لوں کیسے اپنا
جو اپنوں سے ہی وفادار نہیں ہوتا
یاد ماضی بن جاتے گر سیرت و کردار نہیں ہوتا
ظاہری حسن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا
مٹی میں نہ ملا دے کہیں غرور حسن تم کو
روشن بہت ہے چاند مگر کیا داغ دار نہیں ہوتا؟
حکمرانی سے کوئی شخص باوقار نہیں ہوتا
جب تک کہ اپنے اعمال پہ اختیار نہیں ہوتا
مدتیں لگتی ہیں بننے میں بگڑنے میں
کوئی شخص پیدائشی ریاکار نہیں ہوتا
(ثمینہ فیاض...... کراچی)

پورا چاند

وہ پورا چاند، وہ بادل کی اٹکھیلیاں، وہ رات یاد ہے
مجھے اس رات کی ہوئی تیری ہر بات یاد ہے
تیرا مجھ کو پہنایا ہوا وہ کنگن اس کنگن کی کھنک
اس کنگن کے ہر موتی سے نکلتی ہوئی تیرے پیار کی ساعت یاد ہے
تو ہی بھول گیا ہے اور تجھے بھولنے کی عادت ہے
مت سمجھ کہ بھول گیا ہوں مجھے تو تیری ہر عادت یاد ہے
تم نے کہا تھا کہ اپنے اور میرے رشتے کے لیے کاش مت کہنا
تم نے ہی بھلا دیا دل سے، مجھے تو محبت کی ہر کہاوت یاد ہے
کس طرح ٹکرا گئے تھے تم ساری دنیا سے میرے لیے
مجھے تو آج تک وہ بغاوت یاد ہے
چند پلوں کی وہ حسین دنیا تھی جانتے ہو نہ مغل

آنکھ کھولتے ہی ٹوٹ گئی، مجھے آج تک یاد ہے
(مہوش ظہور مغل...... گوپی پور)

رسومات

زمانے کی روایات نے مار دیا
اک ادھوری سی ملاقات نے مار دیا
تیرے بعد جو اتری میرے آنگن میں
اس لمبی اور سیاہ رات نے مار دیا
بڑی بڑی تمناؤں کی بات نہ کر
چھوٹی چھوٹی خواہشات نے مار دیا
دشمنوں نے کبھی تنقید نہ کی
دوستوں کے اعتراضات نے مار دیا
ہم جیسے سخت جانوں کو بھی لبنیٰ
فضول سی رسومات نے مار دیا
(لبنیٰ شکیلہ...... سیالکوٹ)

بچپن اور جوانی

ذرا یاد کر اپنے بچپن کو ناداں
کہ جس وقت تھا تو بہت بھولا بھالا
تو گھر میں تھا سب کی ہی آنکھوں کا تارا
تجھے باپ نے کتنی شفقت سے پالا
کبھی تجھ پہ کوئی مصیبت جو آئی
حلق سے اترتا نہ ان کے نوالہ
زمانے کے سرد و گرم سے بچایا
تجھے ماں نے دامن میں اپنے چھپایا
ترا تھام کر ہاتھ چلنا سکھایا
تیرے واسطے وقت اپنا گنوایا
ہوئی کچھ بڑی جب جسامت تیری تو
جوانی نے تجھ کو نئے رنگ میں ڈھالا
نہیں ٹکتے پاؤں زمیں پر ترے اب
جوانی کا تیری چلن ہے نرالا
تو کرتا ہے اب بات آنکھیں دکھا کر
جوانی نے تجھ کو ہے دھو کے میں ڈالا
چلاتا ہے کیوں ان کے دل پہ تو خنجر
جنہوں نے تجھے ناز نخرے سے پالا
اگر تجھ سے ماں باپ راضی ہوئے تو
خدا دے گا تجھ کو بھی فردوس اعلیٰ
غنیمت ہے اب بھی سنبھل جا ذرا تو
کہ غفلت سے اپنی نکل آ ذرا تو
تو بن اپنے ماں باپ کا اب سہارا
نہ ہو ان سے بڑھ کر تمہیں کوئی پیارا
محبت کی تم پر حقیقت کھلے گی
تمہیں ان کی خدمت سے جنت ملے گی
(صابر حسین صابر...... ویسہ)

جنت ہو جائے

میں دنیا کو دیکھ کر اکثر
اس لیے حیران ہوتی ہوں
مسکرا کر ملنے والے چہرے اکثر
خود غرضی کا لبادہ اوڑھ کر
پھر یہ کہتے ہیں
ہم تم سے پیار کرتے ہیں
ان سے پوچھے اگر کوئی
تمہارا کیا نقصان ہوتا ہے
گر تم جو خالص ہو جاؤ
اپنے دل کو بغض سے پاک جو کر لو
ہاں پر ہو سکتا ہے اتنا ضرور
کے دنیا مثل جنت ہو جائے
(انیلہ سخاوت...... ضلع میانوالی)

dkp@naeyufaq.com

ہما احمد

محبت کرنے والوں کے نام

تمام آنچل اسٹاف اور ریڈرز رائٹرز کو میرا محبت بھرا سلام۔ آنچل کے ذریعے جو محبت اور عزت آپ نے مجھے اور میری شاعری کو دی ہے اس کے لیے میں ہمیشہ آپ کی ممنون رہوں گی اور آپ فرینڈز نے بارہا ذکر کیا کہ میری شاعری میں درد کیوں ہوتا ہے، میں تو اپنی شاعری میں محبت کی خوشی بیان کرنا چاہتی تھی، نجانے کب اس میں درد نے اپنی جگہ بنالی، مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔ اب میرے ہر درد کا مرہم بن کر "علی...... میرے شوہر" میری زندگی میں آئے ہیں۔ اب میری شاعری میں خوشی کی جھلک بھی آپ کو نظر آئے گی، ارم کمال، شکیلہ رضوان چوہان، صفیہ نواب، گلستان چوہدری، عائشہ شکیل، ماریہ نورین، ایم سحر ہزارہ، رمشاء آصف، انجمن غفور، حرا گل، ارم آصف، عطیہ ندیم خان، پروین افضل شاہین، نمرین ذوالفقار علی شاکر اور نجم انجم اعوان آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

(انعم زہرہ..... ملتان)

آنچل فرینڈ کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی، ارے آنچل کی پریوں نے میرے بارے میں لکھا آہ کہیں میں خوشی سے پاگل نہ ہوجاؤں، پروین افضل شاہین شکریہ کی کیا بات ہے۔ آپ نے یاد رکھا یہ ہی بڑی بات ہے۔ رقیہ ناز آپ کو روشنی کی درخواست پیش کرتی ہوں۔ آئی تھنک آپ تاریخ پیدائش 1999ء کی تو اس حساب سے آپ میری ہم عمر ہیں، یاد کرنے کا شکریہ۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی آپ میری ہم عمر ہیں تو میں آپ کو تم ہی بلاؤں گی۔ شادی مبارک ہو اللہ آپ کو ہر بری نظر سے بچائے آمین۔ ویسے ملیسی میں پھوپو کے سسرالی بھی ہیں۔ وہ خود کراچی میں ہوتی ہیں۔ نجم انجم آنی آپ کیسی ہو اور نورین انجم لاک ڈاؤن کیسا جارہا ہے اور میری کزن سمیرا آپ کی سالگرہ دس اکتوبر کو ہے۔ آنچل کے ذریعے وش کررہی ہوں کیسا لگا۔ میری بہن اقصیٰ، میری کزن سمیرا اور ایک آنٹی ہیں ہم ایک ہی رسالہ پڑھتے ہیں۔ اقصیٰ تو آنچل بہت پسند ہے۔ اقصیٰ کہہ رہی ہے اکائی کی اردو تھوڑی آسان کردیں کیونکہ میں اسے اردو میں بول بول کر تنگ کرتی ہوں۔ جن بہنوں نے یاد کیا ان سب کا شکریہ۔ پلیز خط لگا دینا۔ اوکے اللہ حافظ! آخری بات ہم سرائیکی ہیں، اگر کوئی سرائیکی ریڈر دوستی کرنا چاہے تو ویلکم۔

(اقصیٰ پارس اور حریم اے کے...... لودھراں)

آنچل کی سوئیٹ اینڈ پیاری فرینڈز اور اپنوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا پیار اور خلوص بھرا سلام، امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اللہ پاک ہم سب کو ہر بیماری اور بلاؤں سے محفوظ رکھے آمین۔ ڈیئر کنول ناز آپ اور تحسین آپ دونوں کے بابا کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے اور آپ لوگوں کے گھر والوں کو صبر عطا فرمائے آمین۔ شہرین اسلم سالگرہ بہت مبارک ہو۔ اللہ سے دعا ہے کہ اگلے سال آپ اپنے شوہر کے گھر میں سالگرہ منائیں، سوری شیری میری وجہ سے تم اور نازش پریشان ہوئیں، نازش تم بہت اچھی ہو۔ ثمرین اور لبیبا آپ دونوں بھی سدا خوش رہو۔ بشریٰ اللہ تمہیں ہدایت دے۔ تمہاری جلد از جلد شادی ہوجائے آمین۔ یہ میری اور اقراء کی دل سے دعا

ہے، اقراء آلو یو یار اللہ تمہاری جیسی بہن سب کو دے سدا خوش رہو آمین۔ سمیع سیف مبشر اللہ تمہاری ہر خواہش اور دعا کو پورا کرے اور تم ہمیشہ ترقی کرو، کامیابی تمہارے قدم چومیں آمین۔ آنچل کی سوئیٹ پریوں میری دعا ہے کہ آپ سب ہمیشہ خوش رہو۔ سلمٰی غزل وشابانہ امین ورباب اور ثمرین وام ہانی یاسمین کنول، پروین افضل، رمشا آصف، مسز سدرہ عائشہ شکیل، کرن، ثمرہ، ارم، ثمرہ گلزار، ماریہ نذیر آپ لوگوں کے جواب بہت اچھے لگے۔ فائزہ، رمشا، ایمن اقرا آپ سب بھی بہت اچھی ہیں اور جن کا نام نہیں لکھ سکی وہ بھی محفل کی شان اور جان ہیں۔ نجم انجم اعوان شکریہ آپ نے یاد رکھا، ماریہ نذیر آپ مجھے اپنی بچھڑی ہوئی فرینڈ لگتی ہیں کیا آپ پہلے بہاولپور میں رہتی تھی۔ آمنہ اور شازیہ سدا خوش اور آباد رہو۔ اللہ ہمیں نیک اولاد عطا کرے آمین۔ سی تم آج کل اداس گانے کیوں گانی لگی ہو۔ او کے جی اللہ حافظ میرے اور میرے والدین کے لیے سب دعا کرنا کہ اللہ انہیں صحت والی زندگی دے مین۔

(سعدیہ خان...... بہاولپور)

دوست کا پیغام آئے

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اینڈ آنچل فرینڈز کیسے ہیں آپ سب لوگ۔ تین ماہ کی غیر حاضری کے بعد حاضر ہیں۔ تین ماہ تین سال کے برابر لگ رہے تھے۔ آپ سب کی عادت جو ہوگئی ہے مگر حالات ہی کچھ اس طرح ہو گئے تھے ہر کوئی پریشان تھا، بس سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہے ہم مسلمان ہیں یہ ہماری خوش نصیبی ہے، ہم اللہ کی حضور سچے دل سے توبہ کریں۔ اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے راضی ہو جائے آمین۔ اب بات ہو جائے ٹائٹل کی۔ اچھا لگا مگر خاص نہیں۔ ہمارا آنچل میں عروسہ شہوار کے جوابات کچھ زیادہ ہی سنجیدہ لگے، مکمل ناول "محبت کو رہیز کر دو" واہ سباس گل جی کمال کر دیا آپ نے دل خوش ہو گیا۔ ہیروئن کو اتنا ہی صاف گو، نڈر اور پر اعتماد ہونا چاہیے۔ ویلڈن، "گوری تجھ سے عشق ہے کچھ خاص" ندا حسین جی کا کچھ خاص پسند نہیں آیا روایتی موضوع تھا۔ افسانے سب ہی سیٹ تھے مگر فرحی نعیم جی کا حصار بے حد پسند آیا۔ باقی تمام سلسلے ہر بار کی طرح پرفیکٹ تھے۔ سو پلیز شہلا جی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ ویسے میں آپ کو یاد بھی تھی یا بھول گئیں آپ۔ اب اجازت دیجیے زندہ دلوں سے دنیا زندہ رہی ہے، محفل سجائے رکھنا جب تک میں لوٹ نہ آؤں۔ اللہ حافظ۔

(شہرین اسلام...... بہاولپور)

خاص لوگوں کے نام

ہما احمد! کیا حال ہیں آپ کے دو ماہ بعد آپ کی محفل میں حاضر ہو رہی ہوں اگر آپ نے میرا پورا لیٹر نہ لگایا تو میری آپ سے پکی لڑائی۔ اقرا جٹ آپی کیا حال ہیں آپ کے مجھ سے آپ سے بات کرنی ہے آپ بہت اچھی ہیں، میری سوئیٹ سی ماہ رخ آپی کیا حال ہیں آپ کے شادی کی بہت مبارک ہو آپ کو اب تو بے بی کی بھی مبارک ہونی چاہیے ہاہاہا۔ مدیحہ خالد آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ مجھے پتا ہے آپ بھی بہت اچھی ہیں میری طرح مدیحہ جی ریئلی جب آپ چلی جائیں گی تو ہم آپ کو بہت مس کریں گے۔ عرفہ جی ہائے گزری ہوئی برتھ ڈے مبارک ہو۔ تمہاری فرینڈز عاشی، زینب، اقصیٰ سب ٹھیک ہے ناں آپ سب کی دوستی کو کبھی کسی کی نظر نہ لگے۔ آپ سارے ہمیشہ خوش رہیں۔ عشرت دیکھنا ہم دونوں نے ایک دن وڈے ٹیکر بن جانا ہے۔ خیر اسی کیسے نوں لفٹ وہی ہی کروانی ہاہاہا فاطمہ ماڈرن ہائے آپی مہوش، نذیر آپ کے آنے سے سلائی اسکول میں رونق آ جاتی ہے۔ پتہ ہے کیوں؟

کیونکہ آپ نے خود کچھ کرنا نہیں ہوتا ساتھ دوسروں کو بھی کچھ نہیں کرنے دیتیں ہاہاہا۔عشرت فاطمہ اینڈ آپ کی دوستی کو بھی نظر نہ لگے۔فاطمہ تم اپنی نظر بچا کر رکھنا تمہاری نظر بہت بری ہے۔جلدی لگ جاتی ہے ہاہاہا۔ ہور مائی ڈیئر فرینڈ صبا اینڈ مدیحہ ممتاز آپ دونوں بہت اچھی ہیں، مکھن تو لگانا پڑتا ہے ناں ہاہاہا۔میری کیوٹ سی آپی سدرہ آپ کی برتھ ڈے اکتوبر اور میری جون میں تھی۔کنجوس آپی کیک بھی نہیں کھلایا آپ نے۔نور چوہدری تم ایک دم برتھ ڈے کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔میری برتھ ڈے دس اکتوبر کو ہوتی ہے اب میں دیکھتی ہوں آپ مجھے وش کرتی ہیں یا نہیں۔رمشا آصف، ارم آصف، نعیم بشیر، عائشہ شکیل آپ سب کو گزری ہوئی برتھ ڈے مبارک ہو، میں نے آپ لوگوں کے نام پیغام لکھے تھے پر شائع نہیں ہوئے، گلشن مائی ڈیئر کیسی ہو تم مجھے مس کرتی ہو ناں تم تو میری کیوٹ سے دوست ہو دوست نہیں، بہن دوست تو میری کوئی ہے ہی نہیں سب ہی آج کل کے زمانے میں سب مطلبی ہوتے ہیں۔کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔سارے ہی اعتبار توڑ دیتے ہیں۔شازیہ آپی کدھر گم ہو آپ نجمہ آپی آپ کیوں نہیں لکھتیں، آپی آپ سے بات کر کے اچھا لگتا ہے۔نجم انجم آنٹی کیا آپ میری آنٹی بنیں گی۔ ریئلی میری کوئی آنٹی نہیں ہے۔آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، فائزہ شاہ آپ کیسی ہیں۔خوش رہیں، ایمن غور، حرا گل، نازش نور، فائزہ بھٹی، امن گلو، بشریٰ رضوان، تبسم بشیر، ثناء شوکت آپ سب کیسی ہیں، رضوان، وقاص، سعدیہ خان، پروین افضل، زرتاب خان، خوشی سرنوالی، اقرا جٹ، گلشن چودھری فاطمہ ظفر، مدیحہ خالد، مدیحہ ممتاز سب پڑھنے والوں کو دل سے سلام آخر میں ایک بات کہنا چاہوں گی، پلیز کسی کا دل مت توڑو کیونکہ ہر چیز کا کفارہ ہوتا ہے پر دل توڑنے کا نہیں، عرفہ ظفر فاطمہ، مدیحہ، گلشن، ماہ رخ، آپی آنچل سدرہ کے نام۔اللہ حافظ۔

خدا ہنستا ہوا رکھے تم کو
تم تو ہنسنے کے عادی ہو

(ثمرہ گلزار......کوٹلی گجرات)

ابو جان کے نام......حکہ

جب شام ڈھلی سارے پنچھی
سب راہی!
لوٹ کے گھر کو جاتے ہیں
جب دور کہیں کسی جنگل میں
اک تنہا سی کوئل کوکتی ہے
اور دور کہیں اسٹیشن پر
گاڑی دور سے آتی ہے
میں گم صم ہو کے
تنہا تنہا سوچتی ہوں
نظام تو سارا چلتا ہے
کام تو سارے ہوتے ہیں
مگر شام ڈھلے
ہمارے گھر میں
ابو جی نہیں ہوتے

(صوفیہ نواز اعوان......سرگودھا)

دوست کا پیغام تعارف

السلام علیکم! ہزاروں پھول برساؤ انا رشدآئی ہے۔ جی تو میرا نام تو آپ جان ہی گئے۔اس کے بعد جیسے ہر کوئی ایجوکیشن کے بارے میں بات کرتا ہے تو جی مابدولت بی ایس سی کر رہے ہیں اور وہ بھی کیمسٹری میں۔"ٹی یوزیڈ" میں پڑھ رہی ہوں۔دیکھنے میں ایسی ہوں کہ اگر کسی کو پتا نہ ہوں تو میٹرک میں ہاتھ پکڑ کے چھوڑ آئے کہ بچے آپ کی یہاں جگہ بنتی ہے۔اکلوتی ہوں اچھی عادات ہیں اوہو! سوچنا پڑے گا۔بہت لمبی

لسٹ ہے چلو بتادیتی ہوں ہما آپ اتنی فورس کررہی ہیں۔ تو جی سچ بولتی ہوں جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ پاکیزگی پہ یقین رکھتی ہوں۔ بس اپنی ذات میں مگن رہتی ہوں۔ خوش رہنا اور خوش رکھنا چاہتی ہوں۔ کھانے میں بریانی، زردہ، کسٹرڈ، کھیر اور قورمہ پسند ہے۔ زردہ بہت شوق سے کھاتی ہوں، بریانی سے بھی زیادہ سبزیوں میں شلجم اور گاجر پسند ہے (موسم کے حساب سے) باقی سب کچھ کھالیتی ہوں سوائے دماغ کے۔ شاعری بھی کرتی ہوں ٹوٹی پھوٹی۔ تو جی اب آتے ہیں رائٹرز پر تو رائٹرز میں عمیرہ احمد، نمرہ احمد، صدف آصف، ام مریم اور بہت سی پسند ہیں۔ جن کے نام زبان پہ ہیں۔ باقی آنچل میں تقریباً پانچ سال سے پڑھ رہی ہوں۔ اچھا رسالہ ہے۔ اگر ہم اس سے نصیحت حاصل کریں تو ایک اچھا رہنما ہے۔ سو آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کی ٹیم اور تمام قارئین کو صحت اور لمبی عمر دے آمین۔ کیونکہ صحت سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

(انا رشد......)

گلاب چہروں کے نام

آداب عزیز من کیسے مزاج ہیں، پروردگار سے التجا ہے کہ تمام گلاب چہروں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین، اکیس کو ایک ایسے گلاب چہرے کا جنم دن ہے جس کے ہونے سے مجھے اپنا آپ بہت اچھا لگتا ہے، جس کی ہنسی سے ہنستا ہے میرا چہرہ، جس سے مسکرانے سے مسکراتے ہیں لب میرے، شادی کے بعد میرے ہزبینڈ سخاوت علی کی یہ پہلی سالگرہ ہے میرے ساتھ اور میری دعا ہے کہ اللہ انہیں صحت وتندرستی والی لمبی زندگی دے آمین، اگر اللہ نے ان کی سو سال عمر لکھی ہے تو اللہ سے دعا ہے میری عمر ان سے ایک سال کم ہو زیادہ نہیں ان کے ساتھ سو سال ان کے بغیر ایک بھی نہیں، ہیپی برتھ ڈے مائی ڈیئر ہزبینڈ اللہ ہم دونوں کو ہمیشہ ایک ساتھ ہنستا مسکراتا رکھے آمین۔ شہرین اسلم، ام ہانی، رقیہ ناز، عائشہ شکیل، ایمن غفور، ماریہ نذیر، ثناء کنول، ہنی گل، زرناب خان، پروین افضل شاہین، تبسم شبیر، کوثر ناز، کوثر خالد، طیبہ خاور کیسی ہیں آپ سب۔ حرا گل غفور آپ کی اتنی محبت کا بہت شکریہ پیاری اللہ آپ کو سلامت رکھے آمین۔ باقی تمام پڑھنے والوں کو سلام ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ۔ مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ زندگی رہی تو پھر ملیں گے نا رہی تو قیامت کے دن ملیں گے۔

(مدیحہ نورین مہک......گجرات)

پیاری فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گی، پاکستان سے باہر ہوں آج کل تو میرے پیغام کم ہی آپ کی نظر سے گزرتے ہوں گے اور آنچل کے ہر سلسلے میں شرکت بھی نہیں کرپاتی۔ ہما آپی پلیز میرا خط ردی کی نظر مت کیجیے گا۔ ڈیئر فرح طاہر، نادیہ کامران، ایس انمول سلام قبول کیجیے اور فائزہ بھٹی آپ کی تحریر بھی نظر سے گزرتی ہے۔ بہت اچھی لگتی ہیں مجھے خوش رہیں ہمیشہ اور جن فرینڈز کا نام بھول گئی معافی کردیجیے گا اس ناچیز کو باقی تمام آنچل پڑھنے والوں کو سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

(عائشہ صدیقہ احمد زئی......)

جو ہمیشہ یاد آتی ہیں، ان دوستوں کے نام

ہنستے رہو آپ ہزاروں کے بیچ میں
ہنستے ہیں جیسے پھول بہاروں کے بیچ میں

(سعدیہ قریشی......ملٹن انگلینڈ)

yaadgar@naeyufaq.com

اسلامی معلومات

☆ قرآن مجید میں تین حروف مقطعات ایک حرفی ہیں ق، ن، ص۔

☆ قرآن مجید میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام تین مرتبہ آیا ہے۔

☆ حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی تین سورتوں الاعراف، شوریٰ اور ہود میں آیا ہے۔

☆ غزوہ بدر میں اسلامی لشکر کے تین علم تھے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تین سال تبلیغ کی۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین صاحب زادے تھے۔

☆ قرآن مجید کی تیسری منزل میں دو سجدہ تلاوت آئے ہیں۔

☆ معراج کی شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ سلام سے تیسرے آسمان پر ہوئی۔

(خوشی سرانوالی......سیالکوٹ)

فرشتہ

جانور میں خواہش اور فرشتے میں عقل ہوتی ہے۔ مگر انسان میں دونوں ہوتی ہیں اگر وہ عقل دبالے تو جانور اگر خواہش دبالے تو فرشتہ۔

(مدیحہ نورین مہک......گجرات)

میری ڈائری سے

ایک دن پیسہ نے مجھ سے کہا "میں برا کیسے ہو سکتا ہوں؟ میری وجہ سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ کون آپ کا اپنا ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہاری وجہ سے انسان ایک دوسرے کی جان لے لیتے ہیں؟" پیسہ نے کہا۔ "نہیں یہ غلط بات ہے۔ یہ میری وجہ سے نہیں بلکہ اپنی لالچ کی وجہ سے لیتے ہیں۔ میں تو پھر کئی غریبوں کی خوشی کا باعث بھی بنتا ہوں؟" میں لاجواب ہو گئی۔

(اقرا جٹ......منچن آباد)

اچھی سوچ

اچھی سوچ اور اچھی نیت والوں کو سکون ڈھونڈنا نہیں پڑتا۔
ان کے دل ہمیشہ نکھری ہوئی صبح کی طرح اجلے اور پرسکون رہتے ہیں۔

(ثمرہ گلزار......کوٹلی گجرات)

خوب صورت باتیں

☆ زندگی میں ایک ایسا دوست لازمی شامل کرو، جو آئینہ اور سایہ بن کر ہمیشہ ساتھ رہے کیونکہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور سایہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔

☆ اب تو گیس کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے مرغا بھی ہانڈی سے باہر نکل کر کہتا ہے۔ انجم جی اگر گیس نہیں تھی تو میری وردی کیوں اتاری۔

☆ کچھ خطائیں بخشی نہیں جاتیں دل سوچ سمجھ کر توڑا کرو۔

☆ کون کہتا ہے کہ وقت بہت تیزی سے گزرتا ہے تم کبھی کسی اپنے کا انتظار کر کے تو دیکھو، پھر معلوم ہوگا کہ وقت کتنی مشکل سے گزرتا ہے۔

☆ جب معلوم ہو کہ "وہ" قسمت میں نہیں ہے پھر بھی اسے اللہ سے مانگتے رہنا کیسا لگتا ہوگا۔

(انجم انجم اعوان......کراچی)

اقوال زریں

☆ کسی مسلمان کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ روٹھا رہے۔
☆ جو اپنے آپ کو بڑا کہے اور اکڑ کر چلے اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوجاتا ہے۔
☆ شرم اور حیا ایمان کی نشانی ہے۔
☆ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے چھوٹی بات ہے۔
☆ کسی پر احسان کر کے اسے کبھی نہ جتاؤ۔
☆ عاجزی اختیار کرو اللہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(خدیجہ ثقلین...... جلال پور جٹاں)

اپنوں نے لوٹا

ہمیں اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا
ہماری ہڈی وہاں ٹوٹی جہاں ہسپتال بند تھا
ہمیں ایمبولینس میں ڈالا تو پٹرول ختم تھا
ہمیں اس لیے رکشے پر بٹھایا کیونکہ کرایہ کم تھا
ہمیں ڈاکٹر نے اٹھایا نرس میں کہاں دم تھا
ہمیں جس بیڈ پہ لٹایا اس کے نیچے بم تھا
ہمیں بم سے اڑایا گولی میں کہاں دم تھا

(قاضی صبا ایوب باسیہ...... اٹک)

میرین کالج کے اساتذہ کے لیے

میں شاعر تو نہیں مگر شاعر کی سسٹر تو ہوں
ہمارے پاس "خان صاحب" تو ہیں بھلے وہ منسٹر تو ہوں
کہتے ہیں کہ "خان صاحب" کا ثانی نہیں یہاں
میں کہتی ہوں واقعی وہ انسان ہیں بڑے باکمال
اگرچہ "میڈم صاحبہ" کا انداز بیاں ہے اور
لیکن ان کو دیکھتے ہی لڑکھڑا جاتی ہے گرلز کی چال
سر عبدالقیوم یوں تو ہیں بہت اچھے مگر جب ہوں غصے میں
تو بڑے غضب سے کہیں گے تمہارا آفس میں آنا بند فی الحال

سر قسم (فیزکس)

اگر غلطی سے بھی پوچھ لو ناں سر کا حال و احوال
تو بڑے بے رخی سے کہیں گے یہ ہے میرا پرنسپل سوال

سر قاری احمد فاروقی (پاک اسٹیڈیز)

سر قاری تو لگاتے ہیں طنز کی ایسی ضرب کاری
لگ جائے تو بڑی بھاری نہ لگے تو بڑی کراری

میڈم صاحبہ (اسلامیات)

ٹیسٹ میں ایک بھی کم ہوئی ناں حدیث یا آیت
تو ملیں گے تجھے زیرو نمبر گرچہ تو لکھ ہزاروں اقوال

سر منور صاحب (بائیولوجی)

ٹیسٹ پہ بے شک نکال کے رکھ دو تم
دل، پھیپھڑا، گردہ یا رگوں کا حال
جو تم نے نہ بنائی ایک بھی ڈائی گرام
تو ہوگا تمہارا بوائز سے بھی برا حال

میڈم صاحبہ (کیمسٹری)

نصیحت کرتے ہوئے میڈم کا ہوتا ہے ہمیشہ یہ بیان
نہیں بن سکتا وہ کیمسٹ جس کو بنانی نہ آتی ہو دال

(طوبیٰ ممتاز...... فاضل شاہ، خانیوال)

اسے بھی یاد رکھنا

ناراضی گلے شکوے، وہاں اچھے لگتے ہیں جہاں اپنائیت ہو، جہاں کسی کو مان رکھنا نہ آتا ہو، وہاں سے خاموشی سے مسکرا دینا بھی اچھا لگتا ہے۔

درخت اپنا پھل خود نہیں کھاتے دریا خود پانی نہیں پیتا، پتا ہے کیوں؟ کیونکہ دوسروں کے لیے جینا بھی اصل زندگی ہے۔

اگر احساس سچے اور پر خلوص ہوں تو رشتے ہمیشہ

زندہ رہتے ہیں۔

(نورین نجم اعوان......کراچی)

عہد و پیمان

شادی سے پہلے

لڑکا...... "وہ دن کب آئے گا؟"

لڑکی...... "تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے۔"

لڑکا...... "ایسا سوچنا بھی مت۔"

لڑکی...... "روز شاپنگ کرواؤ گے۔"

لڑکا...... "کیوں نہیں بہت ساری۔"

لڑکی...... "تمہاری زندگی میں کوئی اور تو نہیں۔"

لڑکا...... "نہیں یار......!"

لڑکی...... "او ڈیئر۔"

شادی کے بعد

اب ذرا یہ سب نیچے سے اوپر پڑھیں۔

(ارم کمال......فیصل آباد)

عیب

وہ زمانے گزر گئے جب مور اپنے پیروں کی بد صورتی دیکھ کر رویا کرتے تھے۔ ان کو دوسروں کے عیبوں پر ہنستے ہیں۔

ان کو دوسروں کے عیب نظر آنے لگ گئے ہیں، ان کی دلجوئی کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

(وقار عمر......بنگڑنو حافظ آباد)

عزت

مرد اپنی بیوی سے توقع کرتا ہے کہ وہ اس کی ماں کی خدمت کرے جبکہ وہ خود اپنی ساس کی عزت بھی نہیں کرتا۔

(میمونہ خان شیروانی......کبیر والا)

حیا

ہر رشتے میں حد رکھوں چاہے رشتے محرم کے ہی کیوں نا ہوں، ان کے ساتھ بھی ایک پردہ رکھوں حیا کا پردہ۔ جہاں حیا کا پردہ ہو وہاں عزت، لحاظ اور مقام ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

(عائشہ خان......ڈسکہ)

محبت

"محبت" کا کوئی وجود نہیں ہوتا مگر ہم اسے ہر وجود میں تلاش کرتے ہیں۔ ہم اس کے پیاسے تاعمر رہتے ہیں۔ ہمیں یہ چاہیے، ہر حال میں چاہیے اور ہر روپ میں چاہیے۔ بلکہ یہ ہمیں آکسیجن کی طرح چاہیے مگر افسوس ہمارے بیچ ایسے ہزاروں لوگ ہوتے ہیں جو محبت کی بھیک مانگ رہے ہوتے ہیں اور پیاسی نگاہوں کے ساتھ ہمیں دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ انہیں بھی کوئی محبت کے چند بول بول دے۔ ان کی ذات کو بھی کوئی "اہمیت" دے اور ان کو بھی کوئی "خاص" سمجھے مگر ہم ایسے بے بس لوگوں کا ادراک ہی نہیں کر پاتے۔ ہم اپنی زندگی میں جو مگن ہوتے ہیں۔

ذرا سوچیے! ہماری ذرا سی "توجہ" اور پیار ایسے محبت کے متلاشی لوگوں کو جینے کی ایک نئی وجہ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا پیار بانٹیے اور دوسروں کے مسکرانے کی وجہ بنیے اور انہیں احساس دلائیے کہ "آپ کتنے خاص ہو۔"

(مریم منور......سمندری)

رشتے دار

آج کل تو رشتے دار لکڑیوں کی مانند ہو چکے ہیں جو دور ہوں تو دھواں دیتے ہیں اور اکٹھے ہوں جائیں تو آگ لگا دیتے ہیں۔

(مدیحہ نورین مہک......گجرات)

عزت اور محبت

اگر تمہارے سامنے دو لوگ ہوں، جن میں سے کسی ایک کو چننا ہو...... جب کہ ایک محبت کا دعویدار ہو اور دوسرا عزت کا......تو عزت کرنے والے کو چن لینا،

کیونکہ عزت میں محبت نہ بھی ہوتو وہ لازوال رہتی ہے
مگر محبت میں عزت نہ ہوتو وہ پائیدار نہیں رہتی......
کیونکہ عزت ہی درحقیقت محبت ہے۔
(مہ رخ چودھری......شیخوپورہ)

مٹھائی

ایک آدمی مٹھائی والی دکان پر گیا اور ہاتھ بلند کر کے کھڑا ہوگیا۔ کچھ دیر تو دکان کا مالک دیکھتا رہا۔ پھر جب اس کی برداشت جواب دے گئی تو غصہ سے مخاطب ہوا۔

"کیا چاہیے۔"

"چاہیے تو کچھ نہیں۔"

"پھر یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"اصل میں آج میرے دادا کی برسی ہے تو ان کے لیے فاتحہ پڑھ رہا ہوں۔"

پہلے آدمی نے معصومیت سے جواب دیا۔
(ہالہ سلیم......کراچی)

وفا

وفا کرنی ہے تو ماں باپ سے کرو، دنیا آپ کو تب ہی پیار کرے گی جب آپ کے پاس دنیا والوں کے لیے کچھ ہوگا۔

باپ

ایک ایسا کریڈٹ کارڈ ہے جو بیلنس نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے خواب پورے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

پلاننگ

انسان ایک ایسا غافل منصوبہ ساز ہے کہ وہ اپنی ساری پلاننگ میں کبھی اپنی موت کو شامل نہیں کرتا۔
(تبسم بشیر حسین......ڈنگہ)

غزل

ہم اہل وفا حسن کو رسوا نہیں کرتے
پردہ بھی اٹھے رخ سے تو دیکھا نہیں کرتے
رکھتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے
کہتی ہے تو کہتی رہے مغرور یہ دنیا
ہم مڑ کر کسی شخص کو دیکھا نہیں کرتے
ہم لوگ تو بے وفا ہیں بدنام ہیں لیکن
جو لوگ مقدس ہیں وہ کیا کیا نہیں کرتے
خلوص کی دولت کو ہم اہل محبت
تقسیم تو کرتے ہیں پر بیچا نہیں کرتے
(سعدیہ کنول سعدی کی ڈائری سے انتخاب)

لالچی کتا ماڈرن انداز میں

ونس اپون اے ٹائم دیئر واز اے بوکھا کتا۔ ہی واز ویری بوکھا، ہی واز پھرنگ لور لور۔ ہی لک دی شاپ اف دی چاچا فیقا۔ ہی ٹیک ون بوٹی فرام دیئر۔ اینڈ نسینگ اسپیڈو سپیڈو، وین ہی گزرا فرام نالے والے پل توں، ہی سا، ون مور کتا ان پانی، ہی بی کم ویری کمینہ، ہز سوچ واز ویری کتا واں والی، ہی ٹرائیڈ ٹو کھچنگ دی بوٹی فرام دوسرا کتا، اینڈ لوسٹ اپنی وی بوٹی
مورل: امپرو یور انگلش۔
(شمائلہ رفیق......سمندری)

علم' دولت اور بھروسہ

علم' دولت اور بھروسہ' تینوں دوست تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ تینوں کو جدا ہونا پڑا۔ تینوں نے ایک دوسرے سے سوال کیا کہ وہ کہاں جائیں گے۔

علم بولا' میں مدرسہ' مسجد اور اسکول جاؤں گا۔

دولت نے کہا' میں محل اور امیروں کے پاس جاؤں گی لیکن بھروسہ خاموش رہا۔

دونوں نے خاموشی کی وجہ پوچھی تو بھروسے نے ٹھنڈی آہ بھر کے کہا کہ میں ایک بار چلا گیا تو واپس نہیں آؤں گا۔

(عاصمہ عبدالمالک......گوجر خان)

حقیقت

جب کسی کے ہاتھوں پر پیسے کا میل ہوتا ہے تو سب لوگ جراثیم کی طرح چپکے رہتے ہیں لیکن جب وہی ہاتھ میل سے پاک ہوجاتے ہیں تو ایک ایک کرکے سب لوگ "جراثیم" ختم ہوجاتے ہیں، بنا کوئی صابن لگائے۔

(مشی خان......مانسہرہ)

دل سے

خلوص اور اچھائی اپنے الفاظوں میں نہیں، اپنی فطرت میں پیدا کرو تاکہ تم لوگوں کے عیب نہیں ان کی خوبیاں دیکھ پاؤ۔

(انعم خضر......نواں شہر، حافظ آباد)

اقوال

☆ انسان سمجھدار تب نہیں ہوتا، جب وہ بڑی بڑی باتیں سمجھنے لگتا ہے، بلکہ انسان تو سمجھدار تب ہوتا ہے جب وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو سمجھنے لگے۔

☆ میں نے زندگی میں ایک ہی بات سیکھی ہے کہ انسان کو کوئی چیز نہیں ہرا سکتی، جب تک وہ خود نہ ہار مان لے۔

☆ رشتے کبھی قدرتی موت نہیں مرتے، ان کو ہمیشہ انسان ہی قتل کرتا ہے۔ کبھی نفرت سے، کبھی نظر اندازی اور کبھی غلط فہمی سے۔

(مہر نزاکت مہری......مغل پورہ)

بیٹیاں

چڑیاں ہوتی ہیں بیٹیاں
مگر پنکھ نہیں ہوتے بیٹیوں کے
میکے بھی ہوتے ہیں، سسرال بھی ہوتے ہیں
مگر گھر نہیں ہوتے بیٹیوں کے
میکہ کہتا ہے بیٹیاں تو پرائی ہیں
سسرال کہتا ہے پرائے گھر سے آئی ہیں
اے خدا! اب تو ہی بتا آخر یہ بیٹیاں کس گھر کے لیے بنائی ہیں......؟

(نبیلہ جمیل......مخدوم پور)

اقوال زریں

☆۔ اللہ کے نزدیک تمہاری صورت کی نہیں بلکہ تمہاری سیرت اور اعمال کی اہمیت ہے۔

☆۔ دیانت داری نیکی کی کنجی ہے اور نیکی جنت کی کنجی ہے۔

☆۔ عمل کا حسن یہ ہے کہ آج کا کام کل پہ نہ ڈالو۔

☆۔ اندھیرے کا گلہ کرنے سے ایک شمع جلانا بہتر ہے۔

☆۔ مصیبت انسان کو ایسے نکھارتی ہے جیسے آگ سونے کو۔

☆۔ سچا دوست وہ ہوتا ہے جو پریشانی اور تنگی میں اپنے دوست کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔

☆۔ صبر کرنا سیکھو بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔

(سمیرا جمیل......دولتانہ)

شہلا عامر

aayna@naeyufaq.com

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ لاک ڈاؤن کے بعد سے اکثر بہنوں کو شکایت ہو رہی ہے کہ ہم ان کی ڈاک شامل نہیں کرتے پر ہم بھی کیا کریں جتنی بھی ڈاک مل جاتی ہے اتنی ہی ہم شامل کرلیتے ہیں۔ ہم نے ادارہ کے شعبہ سرکولیشن سے جب اس مسئلہ پر بات کی تو انہوں نے پاکستان پوسٹ کے ذمہ داران سے بات چیت کرکے بتایا کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے ریلوے کی گاڑیاں ابھی تک کم چل رہی ہیں تو اکثر شہروں سے ڈاک تاخیر سے موصول ہو رہی ہے یا پھر راستے میں سے غائب ہوجاتی ہے۔ اب آپ بہنیں بتائیں کہ ہم اس کا کیا حل نکالیں۔ آیئے اب بڑھتے ہیں آپ کے کھٹے میٹھے محبت ناموں کی طرف۔

خوشی سرانوالی...... سیالکوٹ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا ہنستا مسکراتا ہوا اسلام پہنچے۔ کئی ماہ کی غیر حاضری کے بعد آنچل کی رونق دوبالا کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ تمام دوستوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ جنہوں نے مجھ ناچیز کو یاد رکھا، مس کیا اور میری نگارشات کو پسند کیا بالخصوص میری نظام حیات کو پزیرائی بخشی۔ "نیرنگ خیال" ٹاپ پر جارہا ہے، بڑی بڑی کمال شاعری منظر عام پر آرہی ہے، نئے لکھنے والوں کو یونہی پزیرائی ملتی رہے جزاک اللہ۔ "آئینہ" میں محفل خوب جمتی ہے مزہ آتا ہے سب سے مل کر "یادگار لمحے" تو ہوتے ہی یادگار ہیں۔ اگست کے آنچل میں "در جواب آں" میں مدیرہ نے کہا کہ خوشی آپ کو اگلے ماہ میں شامل کریں گے کیونکہ آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی ہم نے بھی صبر کرلیا مگر یہ کیا ستمبر کے آنچل میں ہمارا نام ونشان نہیں ملا۔ پلیز یہ زیادتی ہے میرا دل توڑ دیا۔ ویسے بھی آنچل ہم ہی سے تو سجتا ہے، ہم ہی ناراض ہوگئے تو پھر آنچل کوئی دیکھے گا بھی نہیں۔ (آہم آہم) سب سے پہلے سلسلہ وار ناول "سانسوں کے اس سفر میں" پڑھا زبردست موڑ لیے ہوئے ہے، اماں جہاں، شائستہ اور اماں جی، مریم، ابتہاج ملک سے رشتہ ٹوٹنے کے چکر میں اماں جہاں مریم سے بدظن بلکہ دشمنی لیے ہوئے ہیں اماں جہاں کے برے دن شروع ہوگئے پر آمنہ نے کس سے نکاح کرلیا۔ عبدالحنان اور یشعرہ کی جوڑی تو ہے ہی پرفیکٹ۔ عبدالحنان نے بھی صحت یاب تو ہونا ہے جلد کردیں۔ منتہا کی موت ناگہانی ناقابل فراموش ہے۔ "اکائی" بہت زبردست ناول ہے یہ نواب صاحب لگتا ہے پھر وارے نیارے ہونے لگے ہیں، فاطمہ اور وقار تو اب جلد ملادیجیے آیت اور جہانگیر کی جوڑی بنے گی۔ یہ جنت کے تو ہم جہنم واصل ہونے کا انتظار لیے ہوئے ہیں اور آپ اسے الٹا بخت بھری بنا رہے ہیں۔ قرۃ العین نے "گلابی شام" بھی خوب لکھا۔ ثمینہ طاہر نے بھی اچھا لکھا، نازیہ جمال نے اچھا لکھا لیکن یہ موضوع بہت بار دہرایا جاچکا ہے دو بہنیں ایک بہت خودسر ایک بہت نیک پروین، کچھ نیا لایئے۔ "مل گئیں خوشیاں" کہانی اچھی لکھی لیکن آپ خود نوٹ کیجیے اس میں بھی سیم اسی طرح موضوع بنایا جیسا کہ میں پہلے بتا چکی ہوں۔ "ہمارا آنچل" میں ثنا کنول سے مل کر اچھا لگا۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے جلدی میں ڈاک بھیج رہی ہوں کہیں آپ کو پھر نہ موقع مل جائے ہمیں ریجیکٹ کرنے کا۔ سب سے آخر میں بات ہوجائے ماڈل گرل کی کچھ خاص دل کو نہ بھائی سوری۔ آنچل میرا فیورٹ شمارہ ہے مت پوچھیے لاک ڈاؤن کے دوران آنچل سے دوری کیسے سہی، اس دعا کے ساتھ اجازت اللہ تبارک وتعالیٰ اہل پاکستان، اہل اسلام، اہل کشمیر اور اہل آنچل پر اپنی تمام تر رحمتیں نازل فرمائے اور حامی و ناصر ہو آمین۔

☆ پیاری خوشی! آپ کی آمد کی اس قدر خوشی ہوئی کہ دوسرے ماہ ہم آپ کی آمد کا بے صبری سے انتظار کرتے رہے اب یہ ہی دیکھیں ہماری محبت وخوشی کہ سب سے پہلے آپ کو جگہ دی۔

سونیا اداس...... نامعلوم وہ ہے نہ کہ دل دریا سمندر ڈونگے کون دلا دیاں جانے، تو آج بات دل سے شروع کرتے ہیں۔ انکل مشتاق خوش کردیتا دل جانتا ہے کہ جب دنیاوی جھمیلوں میں دل بے ایمان سا ہو جاتا ہے تو صفحہ دل نواز "ربنا آتنا" کا وعظ دل آویز، دل پر نقش سا ہونے لگتا ہے۔ "ہمارا آنچل" میں ثناء کنول سے ملاقات رسمی سی رہی مگر اچھی لگی۔ ماڈل آف دی ٹائٹل حرا مانی معصوم مسکراہٹ کے ساتھ دل کو لبھا گئی۔ افسانے میں "ہائے میرا دل" ندا حسنین کا نام ہی ہمیں اتنا پسند ہے تو تحریر کیسے ناپسند ہوسکتی ہے ویری

نائس۔ افسانہ ''گلابی شام'' مگراتی چھوٹی شام ہائے افسانہ تواب سکڑ کر سولفظوں کہانی بنتا جارہا ہے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں سب نے لمبے چوڑے پیغام لکھے مگر مجال ہے جواس غریب کوکسی نے غلطی سے یاد بھی کیا ہو، ایمن غفور یار سب کے نام لکھ دیے ہیں پڑھ پڑھ کر تھک گئی اس امید کے ساتھ کہ اب سونی کا نام آئے گا اب آئے گا مگراتنے خوش قسمت ہم کہاں، نورے ایمان آپ نے میری اداسی کی وجہ پوچھی تو مجھے اچھا لگا پہلی بار کسی نے پوچھا ہے اب یہ بھی بتایئے گا میری شاعری کیسی لگی۔ ویسے تو میں نے جوابی پیغام شائع کرنے کے لیے بھیج دیا تھا مگر لگتا ہے شہلا جی کو ہمارا آنا اچھا نہیں لگا۔ شہلا جی اس مرتبہ اتنا سا تبصرہ قبول کیجیے باقی ابھی زیر مطالعہ ہے کیونکہ اگست کا شمارہ لیٹ ملا تو ابھی ختم ہوا ہی تھا کہ ستمبر کا آ گیا اس لیے جلدی جلدی جتنا پڑھا تبصرہ ارسال کردیا کیونکہ کتنے ماہ سے میرا تبصرہ نہیں آیا تو مجھے لگا کہیں اداس کو اداس ہی نہ چھوڑ دیں اس لیے حاضری ضروری تھی۔

☆ پیاری سونیا! آپ کی اداسی اور کمی بہت محسوس کی اور پچھلے ماہ جب پرچا ترتیب کے مراحل سے گزر کر ہاتھ میں آیا تو آپ کی ڈاک موصول ہوئی تھی۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری دلاری شہلا سدا خوش وخرم رہو آمین۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ٹھیک ہوگی۔ نئے سال کا آغاز محرم کے مقدس مہینے سے ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے اسلامی نیا سال برکتوں اور رحمتوں والا بنائے آمین۔ اس دفعہ ستمبر کا شمارہ بروقت موصول ہوا۔ ٹائٹل نہایت ہی جاذب نظر تھا اور ماڈل کی مسکان تو دل چرا کر لے گئی۔ ''سرگوشیاں'' سے اہلیان کراچی کا حال پڑھ کر دل خون کے آنسو رویا حکومت تو نام کی ہے عوام کے دکھ، درد، اذیت سے کسی کو کوئی سروکار نہیں، اللہ ہی ان کے حال پر رحم کرے۔ ''درجواب آں'' سے بہنوں کے دکھ سکھ سے آگاہی ملی۔ ''ہمارا آنچل'' میں ثناء کنول آئیں اور چھا گئیں ویل ڈن ثنا۔ اب آتی ہوں کہانیوں کی طرف۔ ''وعدہ ہے تم سے'' میں مشعل کی زندگی تنہا پتے کی طرح ڈول رہی تھی جسے سفیان نے اپنی پرخلوص محبت سے رنگا رنگ کردیا مشعل کی خالہ نے جیسے معاذ کو مارا ایسے تو کوئی جانور کو بھی نہیں مارتا سگی خالہ کا یہ روپ انسانیت کے منہ پر طمانچہ تھا۔ ''مہمان'' دو بہنوں کی کہانی جو چھوٹی بہن کی خود غرضی سے عبارت تھی لیکن بلاآخر نبھایا نے بہن کے خوب صورت رشتے کی لاج رکھ کر صراط مستقیم کے راستے پر قدم رکھا اور ایبا کی بے رنگ اور ویران زندگی قوس وقزح کے رنگوں سے جگمگا گئی۔ ''اکائی'' زبردست ٹریک پر جارہی ہے اب اللہ کرے جلد از جلد فاطمہ کو ان کا بچھڑا پیار مل جائے تاکہ فاطمہ جو اذیت کا دریا پار کرکے پاکستان آئی اس کے دل کو بھی قرار اور سکون ملے جنت بی بی اب لگتا ہے سدھر جائے گی۔ ''آئینہ کی طرح سنبھال'' نزہت جبیں کی ایک سبق آموز اور متاثر کن تحریر تھی نزہت جب جب آتی ہیں میدان مارتی ہیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ماؤں کو اپنے دل پر بڑا اولانو کیلا پتھر رکھنا پڑتا ہے تب کہیں جا کے بیٹیوں کے گھر بستے ہیں کیونکہ یہ قانون قدرت ہے ہر تکلیف کے بعد راحت وسکون ہے۔ ''تیرے کن کے منتظر'' میں انیلہ کی نیکی نے اس کے سارے مسائل حل کردیے، اس میں کوئی شک نہیں اللہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کے عوض آپ کے پہاڑ جیسے مسائل حل کردیتا ہے۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' مومنہ نے بہت اچھا کیا جو اماں جی کی شفقت کی چادر میں پناہ لے لی اماں جہاں نے تو ظلم کی انتہا کرکے چنگیز خان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ان کا دل ہے یا پتھر اپنی انا کو بلند کرتے کرتے سب اپنوں کا بیڑہ غرق کرکے رکھ دیا اللہ کرے عبدالحنان بھی جلد کومے سے باہر آئے تو شعرہ کی ڈگمگاتی ناؤ کسی کنارے لگے۔ ''ہائے میرا دل'' میں پائل نے بلاآخر اپنی محبت کو وقار کے ساتھ حاصل کرلیا اینڈ نے دل شاد باد کردیا۔ ''مل گئیں خوشیاں'' اور ''یہ دل تیرا ہے'' بھی مائنڈ بلوئنگ تحریریں رہیں۔ ''گلابی شام'' نے نرگس کی بے رنگ زندگی کو ایل ای ڈی لائٹ بنادیا نجانے انسان ٹھوکر کھانے کے بعد ہی کیوں سبق سیکھتا ہے۔ ''بیاض دل'' میں منیبہ نواز شمائلہ رفیق، طیبہ نذیر، اقرا اصغر، کنزیٰ رحمان اور تبسم بشیر حسین کے اشعار اعلیٰ رہے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں گوشت کی ترکیبوں کے علاوہ ساری ڈشز لاجواب رہیں۔ ''نیرنگ خیال'' میں نیئر رضوی، سید عبادت کاظمی، ثمرہ گلزار اور ثانیہ سعید کی شاعری غضب کی رہی۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں سب بہنوں کے نت کھٹ پیغامات نے دل گارڈن گارڈن کردیا جن بہنوں نے مجھے یاد رکھا ان کا بے حد جزاک اللہ۔ میری دوسری بیٹی صبیحہ کمال کی شادی نومبر میں ہونا قرار پائی ہے آپ سب بہنیں مدعو ہیں اور سب سے خاص دعاؤں کی درخواست ہے۔ ''یادگار لمحے'' میں مس حیات، کرن شہزادی، تہمینہ شوکت تاثیر اور پروین افضل شاہین کے مراسلات نے دل جیت لیا۔ ''آئینہ'' میں سب بہنیں ایک سے بڑھ کر ایک رہیں لیکن کوثر خالد فرسٹ پر رہیں۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں پروین افضل شاہین، ریحانہ کوثر اور سدرہ آرزو کے سوالات اور شمائلہ کے بیٹھے جوابات نے مزہ دوبالا کردیا اچھا اب اجازت زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

☆ پیاری ارم! بیٹی کی شادی کی مبارک باد قبول کریں۔ رب العزت اس کو خوشیوں بھری زندگی نصیب فرمائے آمین۔

رضوانہ وقاص...... ہری پور۔ السلام علیکم۔ سب بہنوں دوستوں کو محبتوں والا اسلام سب خیریت سے ہوں گی میری

طرف سے قارئین کو نیا سال مبارک ہو۔ ہمارا نیا سال اسلامی سال ہے لیکن افسوس ہم جنوری کے مہینے کو مبارک دیتے ہیں ایک دوسرے کو میں پچیس تاریخ کو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی کہ میرے شوہر آنچل لے آئے نماز مکمل کر کے پہلے آنچل دیکھا ہنستی مسکراتی حرامانی اچھی لگی یہ رنگ میرا فیورٹ ہے سادی اچھی لگ رہی ہے۔ پھر ''سرگوشیاں'' پڑھیں اللہ ہمیں حضرت عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق فرمائیں آمین۔ کراچی کے حالات جان کر بہت افسوس ہوتا ہے کیونکہ گاؤں میں بارش ہوتی ہے تو ہر طرف پودے، درخت دھل کر نکھر جاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے بارش ہوئی ہی نہیں لیکن اس دفعہ بہت بارش ہوئی کیونکہ ہمارا گھر گاؤں میں پہاڑ کے قریب ہے تو راستہ بہت خراب ہوگیا ہے ورنہ گاؤں والے بارش کے لیے دعا کرتے ہیں مکئی کی فصل اچھی ہو لیکن کراچی میں گندگی ہو جاتی ہے لوگوں کا گھروں سے نکلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے حکومت کو چاہیے کہ کوئی انتظام بہتر کرے میں تو اب بھی دعا کرتی ہوں کہ اللہ کرے اس کرونا جیسی وبائی بیماری کا خاتمہ ہو۔ اللہ ہم سب کو اس بیماری سے محفوظ رکھے، آمین۔ ''حمد و نعت'' پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے۔ ''ربنا اتنا'' مشتاق احمد کو اسی طرح اللہ ہمت دے وہ بہت اچھا ترجمہ لکھ رہے ہیں۔ آخرت کے بارے میں ہم سوچیں تو ہمارے پاس کیا ہے، اللہ ہی ہمیں ایمان والی زندگی اور موت دے آمین۔ ''ہمارا آنچل'' ثنا کنول کا انٹرویو پڑھا اسکول کی لائف بہت ہی حسین ہے۔ میں بھی اس لمحے کی منتظر ہوں کہ اللہ میری امی کو عمرے و حج پر لے کر جائے آمین اور اللہ مجھے بھتیجا بھتیجی دیں آمین۔ افسانہ ''مہمان'' پڑھا بڑی بہن اپنی بہن کے لیے ہر چیز قربان کر دیتی ہے لیکن شکر ہے نیہا کو ایبہا کا خیال آ گیا۔ ''اکائی'' پڑھی یہ وقار الحق، نواب صاحب، تاج بیگم سب لوگوں نے علیحدہ علیحدہ پاکستان آ رہے ہیں یہ سب ایک ساتھ آتے عشنا آپی پلیز وقار اور فاطمہ کو ایک کر دیں فاطمہ کو اس کی محبت مل جائے جنت کے ساتھ بیچ نے اچھا نہیں کیا۔ ناولٹ ''آئینہ کی طرح سنبھال'' پڑھا تو زرینہ روز ینہ اپنے گھر میں گزارہ کرتی ان کے بھائی کو بھی چاہیے کہ ان کا خیال رکھیں اب انہیں گھر سے نکال رہا ہے یہ بات اچھی نہیں اور عماد کی امی۔ افسانہ ''گلابی شام'' پڑھا پہلے تو شاہد صاحب کو اپنی یتیم بھتیجی کا خیال نہیں آیا لیکن حادثے کے بعد ان کو خیال آ گیا۔ ''بیاض دل'' حافظہ سمیرا، دلکش مریم، کوثر صبا، نور، عاصمہ نذیر، طیبہ خاور، مہوش شاہین کے شعر پسند آئے ہیں۔ ''ڈش مقابلہ'' میں جی ہر جگہ کباب ہی کباب نظر آ رہے ہیں بھوک ہی لگ گئی ترکیب پڑھتے پڑھتے۔ ''نیرنگ خیال'' ''ہمارا آنچل'' اے وطن، جینا بھی مشکل، ماں، دل سے، بہانہ، چلو ہم مان لیتے ہیں پسند آیا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں جس جس دوستوں نے یاد کیا ام ہانی، ایمن غفور شکریہ جی یاد کرنے کا جس جس کی سالگرہ ہے سالگرہ مبارک اور سمیرا جی اللہ آپ کی پریشانیاں دور فرمائے اور آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازے، آمین۔ ''یادگار لمحے'' سارے کا سارا پسند آیا۔ ''آئینہ'' میں کوثر خالد کا خط پسند آیا کیا بات ہے۔ جی آپ کا خط پڑھ کر مزہ آ گیا۔ نجم انجم، کنول ناز، سنبل خان، عائشہ شکیل، جمائمہ ملک آپ کے تبصرے بھی اچھے ہیں۔ نجم انجم آنٹی اللہ آپ کے شوہر کو صحت یاب کرے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ پروین افضل، شہرین اسلم، ام ہانی، عائشہ شکیل، ایمن غفور، سب کو سلام جو رہ گئی ہوں تو ناراض نہیں ہونا ماہا بشیر، تبسم بشیر آپ لوگ کہاں غائب ہوگئی ہیں خیریت، رقیہ ناز آپی آپ میری دوست بنی لیکن یاد کرنے سے بھی رہ گئی ہے۔ بُری بات شہلا آپی آپ کا پھر شکریہ آپ میرے خط کو آئینہ میں جگہ دیتی ہیں۔ ہمیشہ خوش رہیں آباد رہیں۔ شکریہ آپ نے میرے بھائیوں کو سالگرہ وش کی، آخر میں میں اپنی پیاری خالہ کو بتانا چاہتی ہوں آپ کے خط کے ذریعے وہ کراچی میں رہتی ہیں ان دنوں بیمار ہوگئی ہیں آپ ہماری، بہت اچھی خالہ ہیں۔ اللہ آپ کو جلد از جلد اس بیماری سے نجات دے آمین۔ آئی لو یو خالہ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔ آئی مس یو ناز یہ خالہ، آپ قارئین سے بھی درخوست ہے کہ دعا کریں وہ جلد از جلد ٹھیک ہو جائیں، آمین۔ سب کو محبتوں بھرا اسلام اللہ حافظ۔

☆ پیاری رضوانہ! بہت مختصر تبصرہ کیا امید ہے اگلی بار بھرپور تبصرہ کے ساتھ شریک محفل ہوں گی۔

پروین افضل شاہین...... بھاولنگر۔ اس بار آنچل اکتیس تاریخ کو ملا اور تین تاریخ کو تبصرہ ارسال کر رہی ہوں۔ سرورق دیکھ کر ہم ہرامانی کو پہنچان گئے کیونکہ یہ ہماری پسندیدہ فنکارہ ہیں۔ ان کے لیے بس یہ کہوں گی

آمد جو سنی ان کی اللہ رے انتظار
آنکھیں بچھا دیں ہم نے جہاں تک نظر گئی

''حمد و نعت'' اور ''ربنا اتنا'' پڑھ کر روح سرشار ہوگئی۔ ''سرگوشیاں'' میں آپی جی نے درست فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی سال کا اختتام اور ابتدا قربانی پر ہوتی ہے دونوں قربانیاں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں۔ کرونا وائرس کی وجہ سے جہاں کچھ عرصہ سے زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی اب کاروباری اور معمولات زندگی بہتری کی طرف آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وبا کا جڑ سے خاتمہ کرے اور ہمیں اس بیماری سے محفوظ رکھے آمین۔ ''در جواب آں'' سے ہمیں بہنوں کے حالات کا پتا چلتا ہے ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ عالیہ بخاری کے چچا،

افشاں علی کی والدہ، ام ہانی شاہد کے ماموں، انعم زہرہ کی دادی کو جنت میں جگہ دے اور اقرا اصغیر احمد، نازیہ کنول نازی، عشنا کوثر سردار کی والدہ اور طلحہٰ کے شوہر کو مکمل تندرستی عطا فرمائے، آمین۔ ہر سلسلے میں آپ میری آمد کی منتظر ہوتی ہیں یہ پڑھ کر میرا سیروں خون بڑھ گیا۔ جی ہاں آنچل میں ہم سب ایک فیملی کی طرح ہی رہتے ہیں۔ ''ہمارا آنچل'' میں اس بار ثنا کنول مہمان تھیں ان کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ اس بار ''بیاض دل'' میں منیبہ نواز، حافظہ سمیرا، دلکش مریم، فائزہ بھٹی، طیبہ نذیر، صبا نواز بھٹی، سعدیہ رمضان، اقصیٰ، بشریٰ نوید۔ ''ڈش مقابلہ'' میں عائشہ سلیم، طلعت نظامی، نزہت جبیں ضیاء، ہالہ سلیم، ارم صابرہ، عالیہ راجپوت۔ ''نیرنگ خیال'' میں نیر رضوی، سباس گل، کوثر خالد، عائشہ رحمانی، ہنی نور المثال شہزادی، ثمرہ گلزار، راؤ تہذیب حسین تہذیب، ثانیہ سعید۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں گلشن چوہدری، شہرین اسلم، ام ہانی شاہد، رقیہ ناز، کے این ایچ ایس حرا گل غفور، ایمن غفور، عائشہ شکیل، نجم انجم اعوان۔ ''یادگار لمحے'' میں شبانہ امین راجپوت، شانزہ پرویز شانو، تبسم بشیر حسین، پرنسز اریج، کرن شہزادی، اقرا اجٹ، ارم کمال۔ ''آئینہ'' میں کوثر خالد، رضوانہ وقاص، کنول ناز، سمیہ خان، جمائمہ ملک۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں ریحانہ کوثر، اقصیٰ صابر بٹ، شہزادی فرخندہ چھائے رہے۔ آنچل چاہے پڑھنے کا اپنا مزہ ہوتا ہے۔ اجازت دیں اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔ السلام علیکم نومحرم کو آنچل تو مل گیا تھا پر پڑھ نہیں پائی اب جتنا پڑھا ہے اس پہ ہی مختصر سا تبصرہ کر رہی ہوں رائٹرز کی فہرست دیکھی جانے پہچانے نام دیکھ کر اچھا لگا مگر مجھے ہر ماہ عائشہ نور محمد کی تحریر کا انتظار ہوتا ہے کیونکہ وہ محبت جیسے گھسے پٹے موضوع سے ہٹ کر لکھتی ہیں جو دل کو چھو جاتا ہے۔ افسانہ ''مہمان'' پڑھا اس کا موضوع بھی کوئی نیا نہیں تھا وہی پرانا موضوع مالدار باپ کی موت کے بعد ایبہا سارا بزنس سنبھالتی ہے اور یہ بزنس مین ہی کیوں ہر کہانی میں عام انسانوں پہ لکھنے پہ موضوع ختم ہوگئے ہیں کیا، لکھاری سے معذرت۔ ''تیری کن کے منتظر'' افسانہ تھا تو کچھ بہتر مگر اس میں بھی آخر میں وہی ہوا پہلے بیٹی کی نافرمانی پہ ناراضگی رکھی اور مرتے مرتے سب کچھ اس کے نام کیا ہوا تھا ویسے ہے تو یہ بھی بہت پرانا موضوع اس موضوع پہ بہت دفعہ ایسا ہی پڑھ چکے ہیں۔ ''ہائے میرا دل'' افسانے میں رئیس احمد اور حلیمہ بیگم کے نام اور ان کی بول چال ان کے انداز اور رہن سہن پہ بیٹی کا نام پائل ذرا سوٹ نہیں کیا اور میری تمام لکھاریوں سے ایک درخواست ہے کہ برائے مہربانی محبت سے ہٹ کی بھی کچھ لکھیں آج کل جو کچھ ہو رہا ہے اس پہ بھی لکھیں، محبت پڑھ پڑھ کے بوریت ہونے لگ گئی ہے اور اپنی تحاریر میں بزنس مین، مل اونرز، بڑے بڑے رئیسوں کے علاوہ کچھ عام انسان پہ بھی لکھیں اب ساری دنیا امیر ترین بزنس مین تو نہیں ناں۔ خیر اپنے پسندیدہ سلسلوں کی طرف چلتی ہوں ''بیاض دل'' میں سحر تبسم سحری، طیبہ نذیر، فائزہ بھٹی، کوثر ناز کے اشعار اچھے تھے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں تقریباً ساری ڈشز گوشت والی ہی تھیں پر میں تو گوشت کھاتی ہی نہیں۔ ''نیرنگ خیال'' میں سب کی شاعری اچھی تھی۔ ''دوست کا پیغام'' ہر بار کی طرح اپنوں کے محبت ناموں سے سجا ہوا تھا۔ ''یادگار لمحے'' میں ارم کمال۔ اقرا اجٹ، تبسم بشیر حسین کے انتخابات اچھے لگے۔ ''آئینہ'' میں سب کے تبصرے جاندار اور شاندار تھے۔ ''ہم سے پوچھیے'' پروین افضل شاہین، اقصیٰ شوکت، ریحانہ کوثر کے سوالات اچھے تھے سب پڑھنے والوں کو سلام، دعاؤں میں یاد رکھیے گا زندگی رہی تو پھر ملیں گے نا رہی تو قیامت کے دن ملیں گے۔

میمونہ ناز مغل...... حضرو۔ السلام علیکم کیسے ہیں سب آنچل اسٹاف، شہلا آنی اور فرینڈ، پہلی بار آنچل میں کچھ لکھ رہی ہوں اس سے پہلے کسی بھی قسم کا کچھ نہیں لکھا بہت امید سے لکھا ہے پلیز شائع ضرور کرنا اب آتے ہیں تبصرے کی طرف ''اکائی'' عشنا کوثر سردار اچھا لگا پڑھ کے بٹ آپ بہت آہستہ لکھ رہی ہیں۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' زبردست ناول ام ایمان قاضی بہت اچھا لگا پڑھ کر ایسے ہی لکھتی رہو اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے آمین ثم آمین یارب العالمین۔ باقی سب آنچل میں جس جس نے لکھا بہت اچھا لگا میں بہت کنفیوز ہو رہی تھی کے لکھوں تو پتا نہیں شامل ہوگا یا نہیں لیکن میری پیاری دوستوں نے مجھے حوصلہ دیا۔ عائشہ شکیل، مدیحہ نورین مہک بہت شکریہ آپ کا پیاری اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی ویلکم ضرور کرنا آنچل میں میری جان ہے۔

☆ پیاری میمونہ! خوش آمدید، اب ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کا ڈر ختم ہوگیا ہوں آ آپ اگلی بار بھرپور تبصرہ کے ساتھ شرکت کریں گی۔

میمونہ خلن شیروانی...... کبیر والا۔ السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اگست کے آنچل میں اپنا تبصرہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ میری نگارشات اور شاعری تو آنچل کا حصہ بنتی رہتی ہیں مگر تبصرے پر پہلے بار طبع آزمائی کی تھی۔ امید یہی تھی کہ نہیں لگے گا مگر یہ شہلا آپی کی محبت ہے جو انہوں نے اپنی محفل میں جگہ دی۔ پچھلا تبصرہ بہت ہی مختصر تھا مگر اس بار کا تبصرا پورے آنچل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اب زیادہ گفتگو سے اجتناب برتتے ہوئے تبصرے کی جانب چلتے ہیں۔ سب سے پہلے سرورق کی بات کرتے ہیں اس بار کا سرورق متاثر کرنے میں ناکام ٹھہرا مگر یہ سوچ کر دل کو بہلایا کہ سرورق ہی ہے پھر کیا ہوا۔ سرورق کے بعد

”سرگوشیاں“ کی جانب چلی محترمہ قیصر آراٗ کی باتیں ہمیشہ کی طرح دل تک رسائی حاصل کر گئیں پھر ”حمد ونعت“ نے تو گویا دل کو منور کردیا عطیہ ملک اور مریم نواز کا انتہائی خوبصورت انتخاب۔ ”درِجواب آں“ پر نظر دوڑائی تو پتا چلا کہ میری کہانی ابھی تک نہیں پڑھی گئی خیر کوئی بات نہیں صبر کے گونٹ بھرے جارہیں ہیں دیکھتے ہیں نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ اب سلسلہ وار ناولوں کی بات کرتے ہیں ”اکائی“ عشنا آپی کے تو کیا کہنے۔ بہت ہی خوبصورت انداز سے ناول بڑھا رہی ہیں اب تک کا سب سے بہترین حصہ نواب صاحب کی جہاں آراٗ کے متعلق ہیں آپی اب فاطمہ کو بھی نوابزادہ وقار الحق سے ملادیں بہت ہجر سہہ لیا دونوں نے جنت بی بی اپنے اعمال پر پشیمان ہیں یہ بہت اچھا ہے بس اب وہ دوبارہ کسی بے راہ روی کا شکار نہ ہوں آپی کے ناول نے بہت ہی خوبصورت انداز سے ہمیں ہمارے بزرگوں کی قربانیوں سے روشناس کرایا ہے۔ اس بار جشن آزادی مناتے ہوئے ایک الگ کی طرح کے احساسات تھے جو نقشہ آپی نے کھینچا ہے وہی نظروں کے سامنے رہا بہت سی داد آپی۔ ”سانسوں کے اس سفر میں“ ام ایمان قاضی اب ناول میں کچھ دلچسپی کا سامان مہیا کیا گیا ہے منتہا کا قتل اور پھر مومنہ کی شادی دونوں ہی چونکانے والی باتیں تھیں اس بار کی قسط دلچسپ تھی دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے۔ افسانوں کی بات کی جائے تو ہر افسانہ الگ موضوع لیے ہوئے تھا۔ ”مہان“ سلمٰی غزل نے پرانا موضوع ہی لکھا۔ اس طرح کی کہانی ایسی طرح کے اختتام کے ساتھ میں پہلے بھی پڑھ چکی ہوں۔ ”تیری کن کے منتظر“ کنیز زہرہ نے بہت ہی عمدہ لکھا بلاشہ اللہ بھی ہمارے لیے تب ہی آسانیاں پیدا کرتا ہے جب ہم کسی اور کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ ”ہائے میرا دل“ ندا حسنین کا مزاج سے بھرپور افسانہ چہرے پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔ ”یہ دل تیرا ہے“ نازیہ جمال کا افسانہ حقیقت کے بہت قریب لگا آج کل کے دور میں جب ہر انسان اپنی سوچ و سمجھ رکھتا ہے وہاں رشتے بچپن میں طے کرنا محض حماقت ہے افسانے میں اچھا سبق دیا گیا بس وقاص کے ساتھ جو ہوا اس کا بہت افسوس ہوا۔ ”کھارے پانی جیسا“ ثمینہ طاہر بٹ کا افسانہ بہت ہی اچھا تھا یہ بات سچ ہے کہ تغیر زندگی کی ضرورت ہے جو چیز کھری ہوجائے وہ بدبودار ہوجاتی ہے پھر بھلے وہ محبت ہی کیوں نہ ہو انداز بیاں بھی اچھا تھا۔ ”گلابی شام“ قرۃ العین سکندر کا افسانہ روایتی لگا نہ تو اندازِ بیاں نیا تھا نا ہی موضوع اس لیے داد لینے میں ناکام رہا۔ اب مکمل ناول کی بات کرتے ہیں ”مل گئیں خوشیاں“ شازیہ مصطفیٰ عمران کا مکمل ناول بہت اچھا لگا یہ حقیقت ہے کہ ہم خود کو دوسروں کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور پھر ہمیں لگتا ہے کہ جو مجھے ملا ہے اس پر میرا کوئی حق نہیں معاشرے کا اس طرح کا رویہ نا جانے روز کتنی زندگیوں سے ان کا اعتماد چھین لیتا ہے مگر ہمیں کم ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے ان کی رائے کو قابل اہمیت جاننا چاہیے جو ہم سے محبت کرتے ہیں جس انداز سے اس موضوع کو اجاگر کیا گیا ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ ”وعدہ ہے تم سے“ سلمٰی فہیم گل کا ناول بہت ہی خوبصورت تھا آغاز سے لے کر اختتام تک ناول کی خوبصورتی برقرار رہی۔ نزہت جبین ضیاء کا ناولٹ ”آئینہ کی طرح سنبھال“ بہت ہی شاندار اور الگ موضوع لیے ہوئے تھا۔ بلاشہ بیٹیاں اپنی ماؤں کا پرتو ہوتی ہیں ماں کی تربیت بیٹی کے انداز واطوار میں جھلک ہی جاتی ہے میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے میری والدہ جیسی ہستی میری زندگی میں شامل کی۔ مستقل سلسلے سب ہی کمال کے تھے ”بیاضِ دل“ اور ”یادگار لمحے“ میں اپنا نام دیکھ کر بے حد اچھا لگا۔ تبصرے سب کے ہی اچھے تھے ہر کسی نے اپنے مختلف انداز میں اپنی سوچ کا اظہار کیا تھا۔ ”نیرنگ خیال“ میں سب کی شاعری عمدہ تھی۔ ”ہم سے پوچھیے“ میں شمائلہ آپی کے جوابات نے براحال کردیا۔ اب اجازت چاہوں گی اس وعدے کے ساتھ کہ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔ اللہ حافظ۔

ثناء کنول...... **ڈیرہ اسماعیل خان۔** پیاری شہلا آپی اور آنچل کے پیارے رائٹرز اور ریڈرز کو محبت بھرا السلام علیکم! بہت سے رشتے ہیں جن سے عقیدت اور محبت ہے مگر جو مقام میرے دل میں تمہارا ہے وآنچل وہ میں کسی کو دے نہیں سکتے۔ کیسے ہیں آپ سب، کیسے گزرے اتنے سارے دن اور ماہ میرے بغیر اس بار آنچل لیٹ ملا جیسے ہی ہاتھ میں آیا نظر پڑی اپنی حرامانی پہ اس لیے کہ پیاری اور اچھی لگیں مسکراتے ہوئے۔ اس بار کچھ نیا کیا میں نے آنچل کو اینڈ سے پڑھنا شروع کیا باقی سلسلوں کو پڑھنے کے بعد سوچا کہانیوں کی فہرست چیک کرلو تو انٹرویو میں اپنا نام ثناء کنول دیکھا میں ہی ہوں پھر سوچا کوئی ہم نام بھی ہوسکتی ہے جلدی سے انٹرویو پڑھا تو شعر نظر آیا

یہ تم کو وہم ہے کہ آغاز گفتگو ہم کریں گے وصی
ہم جو خود سے روٹھ جوئیں تو صدیوں اداس رہتے ہیں

جی جی یہ ہم ہی تھے حیرانگی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات لیے آگے بڑھے جب ہمارا کچھ لکھا ہوا ہمارے فیورٹ رسالہ میں آجائے تو جو خوشی ہوتی ہے اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آنچل ادارے کا بہت شکریہ مجھے جگہ دی اللہ تعالی آنچل کو ڈھیروں کامیابیاں عطا کرے آمین۔ آنچل آفیشل گروپ کے ایڈمنز، ممبرز اور ان سب دوستوں کا دل سے شکریہ جنہوں نے مجھے انٹرویو شامل ہونے کی مبارک باد دی، سدا خوش رہو آپ سب۔ ”سرگوشیاں“ آپی آپ کو اور سب کو میری طرف سے نیا اسلامی سال مبارک ہو اللہ اس سال کو ہمارے

لیے خیر و برکت والا بنائے، جی بارشوں اور کرونا کی وجہ سے زندگی جیسے رک سی گی ہے اللہ رحم و کرم کرے اپنا نہ جانے کب بدلیں ہمارے ملک کے حالات۔ "حمد و نعت" سے دل کو سکون ملا "در جواب آں" میں آپی کو وہی سب کو جواب دینے کا نائس انداز اچھا لگتا ہے۔ ہمیں "ربنا آتنا" پڑھ کے ہمیشہ دل کو سکون و اطمینان ملتا ہے اللہ ہم بس کو اس پر عمل کی توفیق دے آمین۔ "ہمارا آنچل" میں ہم خود ہی خود سے ملے اچھا لگا کبھی کبھی انسان کو اپنے آپ سے بھی ملنا چاہیے آپ سب کو مجھ سے مل کے کیسا لگا ضرور بتائیں گا۔ "اکائی" عشنا آپی ویری نائس بہت خوبصورتی سے اپنے اختتام کی جانب بڑھتی کہانی۔ "سانسوں کے اس سفر میں" ام ایمان آپی ویلڈن اب اس کہانی اور اس کے کرداروں کی سمجھ آنے لگی ہے لوگ بہت سے ہیں اس میں لیکن بہت اچھی لگ رہی ہے کہانی، اگلی قسط کا انتظار ہے۔ "مل گئیں خوشیاں" شازیہ مصطفیٰ اچھی اسٹوری لکھی اضوی عابس کا کردار اچھا لگا ایک بہن دوسری کو کم تر سمجھی تھی اور مذاق اڑاتی اضوی کو عفرا کی باتوں پہ خود کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہے تھا انسان کی اپنی بھی ایک سوچ ہوتی ہے جو لوگ دوسروں کا مذاق اڑاتے ہیں خود سے اوروں کو کم تر سمجھتے ہیں ان کے ساتھ عفرا جیسا ہی ہوتا ہے آگے زندگی میں اچھا ہوا عفرا کو احساس ہوگیا۔ "گلابی شام" قرۃ العین سکندر گڈ اسٹوری بالکل اگر ماں باپ نہ رہے تو بیٹوں کا کوئی گھر نہیں ہوتا اپنا، سائرہ بیگم جیسے لوگ ہمارے معاشرے میں ہیں جو ہر جگہ صرف اپنا فائدہ سوچتے دیکھتے ہیں شاہد صاحب کو ایک جھٹکے میں ہی پتا چل گیا کہ وہ یتیم بھتیجی کا حق مار رہے ہیں، بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن کو بڑا نقصان اٹھانے سے پہلے احساس ہو جاتا ہے۔ "یہ دل تیرا ہے" نازیہ جمال اچھا لکھا لیکن وہی ایک بہن کی غلطی کی سزا دوسری کو ملتی ہے پرانی اسٹوری تھی لیکن انداز اچھا لگا۔ "وعدہ ہے تم" سے سلمیٰ فہیم گل سو سو کہانی لگی آپ کی، مجھے کہانی میں جن تو آئے تھے پل پہ لیکن کہانی سی ہی غائب ہوگے بالکل، جس کی جیسے موت لکھی ہے ویسے ہی آئے گی سبق یہ ملا کہ انسان کسی سے نفرت میں کتنا ہی آگے کیوں نہ چلا جائے خود کو ہی سب کچھ سمجھنے لگ جائے عریشہ بیگم کی طرح اسے اس کے کیے کی سزا ضرور ملتی ہے کیونکہ جو برا کرتا ایک دن پلٹ کے اس کے ساتھ بھی برا ہوتا ہے۔ "مہان"، سلمیٰ غزل زبردست یہ بھی بہنوں کی کہانی تیسری کہانی آرہی ہے، بہنوں کی کسی اور موضوع پہ بھی لکھیں آپ سے درخواست ہے، اچھی کہانی تھی جب والدین نہ رہیں تو ہر بیٹی کو ایسا بن جانا چاہے اور ایسا کرنا چاہیے جیسے ابیہ نے کیا کیونکہ آج کے دور میں کوئی قابل بھروسہ نہیں ہے اور جب دولت ہو تو لوگ دولت دیکھ کے اچھے بن جاتے ہیں دانیال جیسے لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن، بہت کم جو لالچی اور خود غرض نہیں ہوتے ایسے لوگ ہی مخلص ہوتے ہیں ہمارے اینڈ پہ نیہا نے بھی کمال کر دیا اچھی بہنیں بھی ہوتی ہیں جو احساس کرتی ہیں۔ باقی کہانیاں ابھی پڑی نہیں ہیں۔ "بیاض دل" حافظہ سمیرا، دلکش مریم، کوثر ناز، صدیقہ خان، صبا نواز بھٹی، شمائلہ رفیق، نوشی، تبسم بشیر حسین، پروین افضل شاہین، وقاص عمر عائشہ خان، میمونہ خان شیرنی، ماہ جبین خان، سدرہ شاہین اچھا لکھا۔ "نیرنگ خیال" نیئر رضوی، سباس گل، سید عبادت کاظمی، رفعت فاطمہ، کنول خان، عائشہ رحمان ہنی، نور المشال شہزادی، ثانیہ سعید ان کا انتخاب اچھا لگا۔ "دوست کا پیغام" سب کے پیغام پڑھ کے اچھا لگا ماریہ نذیر وعلیکم السلام آپ نے یاد کیا ڈیئر اچھا لگا جن لوگوں نے یاد کیا سب کا بہت شکریہ اور سب کو سلام۔ "یادگار لمحے" میں سب نے کمال لکھا ہر ایک نے اپنے انداز سے۔ "آئینہ" شہلا آپی کی محفل میں سب کے سب تبصرے زبردست تھے۔ "ہم سے پوچھے" شمائلہ آپی کی محفل میں مزہ ہی آجاتا ہے ایسے جواب آپ کے مائنڈ میں آتے کیسے ہیں میری تو ہمت نہیں ہو رہی ہے اس محفل میں آنے کی میں سوچ رہی ہوں پہلے میں شمائلہ آپی کی ساس ڈھونڈ لوں تاکہ سوال پوچھ سکوں کیونکہ آپ جواب ہی سسرال کے دیتی ہیں تو اب کچھ سوچنا پڑے گا کمال کرتی ہیں وہ لڑکیاں جو شمائلہ آپی کی محفل میں آتی ہیں اور اپنے سوال کے جواب میں سسرال کا سن کے شرما سی جاتی ہیں ہوگی مزہ آتا ہے اس محفل میں اکر، ہم بھی آئیں گے کبھی۔ "آپ کی صحت" ہم ٹھیک ہیں اللہ کا شکر ہے اور پلیز بیوٹی گائیڈ، ٹوٹکے والا سلسلہ شروع کریں۔ میں آنچل اور گروپ کے آل ایڈمنز ممبرز کو میری سب دوستوں آنچل کے سب رائٹرز ریڈرز کو محبت بھرا اسلام سدا خوش ہنستے اور خوشیاں بانٹتے رہیں، زندگی نے وفا کی تو پھر ہوگی ملاقات اپنی دعاؤں یادوں میں یاد رکھیے میرے پیپرز ہیں دعا کیجیے گا اچھے ہوں اللہ نگہبان۔

اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وطن عزیز پر اپنا خاص کرم بنائے رکھے اور وطن عزیز کی عوام کی تمام پریشانیاں و مسائل کو حل کر دیں اور ہم سب کو صحت و سلامتی کے ساتھ اپنی عافیت میں رکھے آمین۔

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

عائشہ پرویز......کراچی

س:۔آپی میرے آنے سے چونک کیوں گئیں آپ؟

ج:۔اللہ کی پناہ تم اتنی موٹی جو ہو گئی ہو۔

س:۔آپ کو پتا ہے میرے میاؤں کو ابھی تک یقین نہیں آیا کہ میں واقعی رائٹر ہوں۔

ج:۔دوکان کے نیچے لگائیں شاید آ جائے یقین۔

س:۔آپی جب شوہر بیوی سے بےزار نظر آنے لگے اور نیو ایئر میں کوئی گفٹ بھی نہ دے تو کیا سمجھنا چاہیے؟

ج:۔یہی کہ باہر والی کو گفٹ دے دیا۔

س:۔میرے میاں منگنی کے بعد قصداً مسکراتے تھے مگر اب شادی کے بعد جبراً مسکراتے ہیں کیوں؟

ج:۔تم ان کی پسلیوں میں کوئی جوڑ کا کر رکھتی ہو۔

س:۔آپی پیاز ٹماٹر آج کل آسمان سے باتیں کر رہے ہیں ایسے میں ہم بے چاری بیویاں کیا کریں؟

ج:۔عیش کرو اور کیا، کھانا پکانے سے جان جو چھوٹی ہوئی ہو گی۔

س:۔اچھی سی دعا سے رخصت کریں تا کہ پورے ماہ یاد رکھ سکوں؟

ج:۔خوش و آباد رہو، پورے ماہ کی وضاحت کر دو۔

ایم سحر......ایبٹ آباد

س:۔ارے شہلی تو کیا سمجھتی ہے خود کو کہ تیری دھمکیاں سن کر میں کبھی تیری محفل میں نہیں آؤں گی؟

ج:۔زبان سنبھال جی، ہمیں تے فر تیری گٹ کاٹ دیواں گی۔

س:۔ہاہاہا بھئی اب ڈھیٹ بنے بغیر گزارا نہیں لو بلا آخر ہم آ ہی گئے کیسی ہو سوئٹ ہارٹ؟

ج:۔ڈر گئی ناں اور آ گئی اپنی اوقات پر۔

س:۔پوچھنا یہ تھا کہ فرید چیمبرز والوں نے آپ کو نکال کیوں دیا؟

ج:۔کیونکہ وہاں تم جیسی چڑیل آ گئی تھی اس لیے۔

س:۔اور ہاں یہ ہاکی کلب کیوں؟ کیا اب آنچل کے ساتھ ساتھ ہاکی بھی کھیلنا پڑے گی؟

ج:۔بالکل......بس کھیلنا شاندار۔

س:۔یہ اپنی شانزہ پرویز شانو کو آج کل اتنی عزت کیوں دی جا رہی ہے؟

ج:۔جو محبت سے ملتا ہے اسے عزت ہی ملتی ہے۔

س:۔آنچل کی محفل میں پروین آپی ہنستے ہنستے اور فری آپی روتے روتے کیوں آتی ہیں؟

ج:۔تا کہ تم توازن رکھ سکو۔

فائزہ شاہ......لانڈھی

س:۔ارے شب شب سوچیں میں اتنی بھی لڑاکا طیارہ نہیں ہوں بہن کہ......؟

ج:۔تم تو دشمن ملک سے لگ رہی ہو۔

س:۔آپی سال کے کس حصے میں آپ کا دیدار کریں گے بتایئے ذرا؟

ج:۔رمضان کے آخری روزے پر آسمان کو دیکھنا میں نظر آؤں گی۔

س:۔کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ آپ اسٹک کے سہارے چلتے کیسی لگتی ہوں گی؟

ج:۔سب چھوڑو تم کبھی سوچتی ہو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ورنہ پاگل سوچتے کہاں ہیں۔

س:۔آپی دنیا رنگین اور اپنا آپ بے رنگ کب دکھتا ہے؟

ج:۔جب امتحان میں سپلی آتی ہے۔

س:۔اگر آپ کا نام شمائلہ نا ہوتا تو کیا ہوتا بھلا؟

ج:۔کچھ بھی ہوتا بر ایمان سے فائزہ نہ ہوتا۔

س:۔آپی اپنی سالگرہ کا دن تو بتا دیں تا کہ کم از کم گفٹ تو بھیج سکوں آپ سے کوئی یہ سوال کیوں نہیں کرتا سوئٹ آپی؟

ج:۔اللہ میرے دل کی بات کر دی، تم ہی بتا دو اس کا

جواب۔

مدیحہ نورین مہک......گجرات

س:۔انڈے کو فریج میں رکھیں تو کیا انڈہ جم جاتا ہے؟

ج:۔نہیں چوزے سردی سے مرجاتے ہیں۔

س:۔سردی میں دھوپ میں بیٹھنے سے پسینہ کیوں نہیں آتا؟

ج:۔کیونکہ اس کو بھی سردی لگ رہی ہوتی ہے۔

س:۔پرندے اتنی دور تک اڑتے ہیں تھکتے نہیں کیا؟

ج:۔تھک جاتے ہیں جب ہی تو مغرب کے بعد گھر آجاتے ہیں۔

س:۔گاجر کا حلوہ ہوتا ہے مولی کا حلوہ کیوں نہیں ہوتا۔

ج:۔تم بنا کر کھاؤ تو ذرا پھر بتانا اپنا تجربہ۔

س:۔مالٹے گرم کرکے کھائے جاسکتے ہیں کیا؟

ج:۔ہاں لیکن شرط ہے کہ مالٹے چوری کے نہ ہوں۔

تحسین بیگ......رندھیر

س:۔ارے شمائلہ جانو مجھے پہچانو کہاں سے آئی میں ہوں کون ہوں میں؟

ج:۔تم ہو گوند......تم ہو گوند۔

س:۔اس مہنگائی کے دور میں محبت کون کرے گا بھئی ہم سے تو نہ ہوئی؟

ج:۔یہ مہنگائی تم جیسی کنجوسوں کے لیے ہے ورنہ محبت کرنے والے ابھی ہیں۔

س:۔لوگ دل کے بدلے دل دیتے ہیں مگر اس مہنگائی میں لوگ دال کے بدلے دل دیتے ہیں۔

ج:۔تم تو دال کے بدلے بھی دل نہ دو۔

س:۔سب کہتے ہیں میں کیوٹ ہوں مگر......؟

ج:۔جھوٹ بولتے ہیں نظر کے چشمہ کے بغیر دیکھ کر بولتے ہوں گے۔

س:۔چپ چاپ محفل میں شامل کریں ہمیں دوسری دفعہ خط کی جگہ میں......؟

ج:۔اپنی ساس کو لے آؤں گی، پلیز یہ ظلم مت کرنا۔

نورین انجم اعوان......کراچی

س:۔بے وفاؤں کی محفل لگے گی تو یہ بتائیے کہ مہمان خصوصی کون ہے؟

ج:۔تم بس تم۔

س:۔میرے ایگزام نہ ہونے کی وجہ سے فارغ ہوں اگر کوئی کام ہو تو کرنے کو تیار ہوں؟

ج:۔اپنی اماں کے سر کی جوئیں صاف کردو پلیز۔

س:۔سنا ہے میرے سوالات سے آپ لاجواب ہوجاتی ہیں اس لیے ردی کی نظر کردیتی ہیں کیا یہ سچ ہے؟

ج:۔میرے جواب سے تم لاجواب ہوجاتی ہو اس لیے محفل میں ذرا کم کم ہی آتی ہو۔

س:۔مجھے دیکھ کر آپ کا منہ غبارے کی طرح کیوں پھول جاتا ہے۔

ج:۔تم نکمی جو ہوا بھی سے۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س:۔میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین مجھے دنیا کی حسین ترین خاتون کہتے ہیں کیا میں ان کی زبان پر یقین کرلوں؟

ج:۔بالکل کرلو اور یہ بات کبھی بھولے سے کسی اور کو نہ بتانا۔

س:۔آنچل کی سالگرہ پر بھلا میں نے اپنے میاں جانی سے کیا تحفہ مانگا تھا؟

ج:۔سوتن کا۔

س:۔یہ مرچیں کس موسم میں لگتی ہیں؟

ج:۔یہ ہر موسم میں لگتی ہیں بس گرمیوں میں تھوڑی زیادہ لگتی ہیں۔

ڈاکٹر شائستہ سرفراز

مسز خالدہ حیدر آباد سے لکھتی ہیں کہ ان کی بیٹی کی عمر اٹھارہ سال ہے پچھلے ایک سال سے اس کا وزن بہت بڑھ گیا ہے۔ جس سے وہ بہت پریشان ہے کوئی مناسب دوا چاہتی ہیں جس کے سائیڈ افیکٹ نہ ہوں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو PHYTOLACCA BERRY-Q کے پانچ قطرے آدھا گلاس پانی میں ہفتے میں ایک مرتبہ دیں۔ روزانہ آدھے سے ایک گھنٹہ واک لازمی کرائیں۔ چکن اور باہر کے مرغن کھانوں سے مکمل پرہیز کرائیں، دودھ اور دہی کا استعمال کرائیں۔

رمشا محلّہ رام باغ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری رنگت تو صاف ہے لیکن چہرے پر بال ہیں جس کی وجہ سے رنگت دبی ہوئی لگتی ہے اس کے علاوہ گردن کے آس پاس رنگت ایسی ہوگئی ہے جیسے میل جمی ہو جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں کوئی مناسب حل بتائیں۔

محترمہ آپ CALANDULA 8 کے 10 قطرے ناریل کے تیل میں ملا کر گردن پر لگائے اور مہینہ میں ایک مرتبہ اس کے پانچ قطرے آدھا گلاس پانی میں ڈال کر پیئیں، ان شاء اللہ آپ کی گردن صاف ہو جائے گی۔ چہرے کے بالوں سے مکمل نجات کے لیے کلینک سے APHRODITE INHIBITOR OIL بذریعہ ایزی پیسہ منگوالیں، مستقل استعمال سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

مسز ناز بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر تیس سال ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں بہت جلدی تھک جاتی ہوں بہت کمزوری محسوس ہوتی ہے صبح اٹھنے پر بھی طبیعت فریش محسوس نہیں ہوتی ذہن بھی تھکا تھکا محسوس ہوتا ہے کوئی بیماری بھی نہیں ہے بس تھکن اور کمزوری ہے کوئی علاج بتا دیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ CUPRUM MET 30 کے پانچ قطرے آدھا گلاس پانی میں دن میں تین مرتبہ پیئں۔ کھانے میں دہی اور کھجور کا استعمال کریں سادہ اور غذا بخش خوراک لیں اور وقت پر کھانا کھائیں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

منیبہ شیخ احمد پور سے لکھتی ہیں کہ میرے معدے میں بہت جلن رہتی ہے کھانا ہضم نہیں ہوتا اور مستقل جلن ہوتی رہتی ہے۔ منہ کا ذائقہ اکثر خراب رہتا ہے۔ اسی وجہ سے صحیح سے کھانا بھی نہیں کھایا جاتا۔ برائے مہربانی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ NATRUM PHOS 6X کی دو گولی دن میں تین مرتبہ کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے کھائیں، گائے کا گوشت اور باہر کے کھانوں کا استعمال کم کردیں مرغن کھانوں سے بھی پرہیز کریں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

طاہرہ شفیق لاڑکانہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے لیکوریا کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اس کے علاوہ میرے بال بھی تیزی سے گر رہے ہیں چاہتی ہوں کہ بال گرنا بند ہو جائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے دن میں تین مرتبہ لیں اور بالوں کے

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا
ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ "ماہنامہ آنچل" کے معروف سلسلے "آپ کی صحت" کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔
قدرتی بال، سر کی رونق بحال
Aphrodite
Hair Grower
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت
700/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت =/500 روپے
چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ
Hair Inhibitor
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت
900/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت =/800 روپے
ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی
Aphrodite
Breast Beauty
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت
600/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت =/500 روپے
ایفروڈائٹ پین کلر
Pain Killer
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت
700/=
روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت =/500 روپے
منی آرڈر بذریعہ
پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:
منی آرڈر کرنے کے بعد فارم نمبر، نام، ایڈریس، مطلوبہ دوا، بھیجی گئی رقم، 0320-1299119 پر SMS کردیں
ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک
ایڈریس: دکان نمبر 9، مدینہ ٹیرس، پلاٹ نمبر SA-1 (ST-15)
سیکٹر B-14، شادمان ٹاؤن نمبر 2، نارتھ کراچی، کراچی-75850
فون نمبر: 021-36997059، صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں
زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا

لیے کلینک سے بذریعہ ایزی پیسہ APHRODITE HAIR GROWER منگوالیں مستقل استعمال سے بال گرنا بند ہوجائیں گے اور گھنے اور مضبوط ہوں گے۔

صبیح احمد حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ کلینک کے نمبرز پر رابطہ کر کے پوری کیفیت بتائیں تاکہ مناسب دوا تجویز کی جاسکے۔

شمع افتخار ضلع جہلم سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کو گھٹنوں میں درد کا مسئلہ ہے چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میرے بال بھی بہت ہلکے ہوگئے ہیں اس کا بھی علاج بتادیں۔

محترمہ آپ اپنی والدہ کو PHUSTOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ نیم گرم پانی میں پلائیں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا اور اپنے بالوں کے لیے کلینک سے APHRODITE HAIR GROWER بذریعہ ایزی پیسہ منگوالیں۔

آمنہ قاسم سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی اپنی عمر سے بہت چھوٹی لگتی ہے قد بھی چھوٹا ہے اور نسوانی حسن بھی بہت کم ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان رہتی ہے لوگوں میں گھلنا ملنا بہت کم کردیا ہے دوست بھی مذاق اڑاتی ہیں۔ برائے مہربانی کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو CALCPHOS 6X کی دو گولی دن میں تین بار کھلائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہفتے میں دو بار پلائیں اس کے علاوہ کلینک سے بذریعہ ایزی پیسہ APHRODITE BREAST BEAUTY اور دوا منگوالیں دوا کی پابندی سے ان شاء اللہ آپ کے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

قاسم حیدر لاڑکانہ سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ کے مسئلے کا حل ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

مسز نازیہ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ ان کے شوہر کو خراٹے لینے کی عادت ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہیں اگر کوئی حل موجود ہے تو ضرور بتائیں۔

محترمہ آپ اپنے شوہر کو DULCAMORA 30 کے پانچ قطرے دن میں ایک دفعہ آدھا گلاس پانی میں ڈال کر پلائیں ان شاء اللہ جلد افاقہ ہوگا۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک
صبح دس تا رات نو بجے
ایڈریس: دکان نمبر نو مدینہ ٹیرس، پلاٹ نمبر SA-1 (ST-15) سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850 فون نمبر 021-36997059
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800
خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں۔
hashim.mirza@aphrodite.com.pk